[illegible]

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

یعنی اردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

جلد اوّل

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اوّل ―●●●●●●●●― حصہ اوّل

تالیف
مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح و حواشی و ترجمہ
مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354
پروگریسو بکس

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف : مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
جلد : اول
تاریخ اشاعت بار اول : ستمبر 2006ء
تاریخ اشاعت بار دوم : مئی 2012ء
تعداد : 1100
ناشر : چوہدری غلام رسول
میاں جواد رسول، میاں شہزاد رسول
طباعت : زاہد بشیر
قیمت ——— =/ روپے

ملنے کے پتے

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور 042-37112941

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5 مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور
فون 042-37239200 فیکس 042-37239201

پروگریسو بکس یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!

آپ کا یہ ادارہ جو پروگریسو بکس لاہور کے نام سے آپ حضرات کے تعاون سے بفضلہٖ تعالیٰ مذہبی اور اخلاقی کتب کی اشاعت میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، ۲۶،۲۵ سال سے گراں قدر خدمات سرانجام دینے میں مشغول ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس ادارے نے اس مدت میں صالح اور پاکیزہ ادب پیش کرنے میں جو گرانقدر مساعی انجام دی ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ کی توجہ اور معاونت سے اسلامیات کے متعدد شعبوں مثلاً تاریخ اسلام، سیرت النبی ﷺ تاریخ تصوف، تذکرہ صوفیائے کرام، ملفوظات ومکتوبات گرامی پر جو بیش قیمت اور گراں مایہ کتابیں ہم نے پیش کی ہیں وہ آپ سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں اور الحمدللہ کہ قارئین کی پسند وطلب کے باعث ہم ان کتب کے متعدد ایڈیشن شائع کر رہے ہیں، ان مطبوعات میں اصل متن بھی شامل ہیں اور مشہور زمانہ کتب کے تراجم بھی۔

غنیۃ الطالبین، عوارف المعارف، نفحات الانس (جامیؒ) تاریخ الخلفاء کے تراجم آپ سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، ارشادات رسول اکرم ﷺ (مجموعہ احادیث نبوی ﷺ) تاریخ اسلام سے اصل متون، آپ سے پسندیدگی کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشآء

تصوف واخلاق کی کتابوں میں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت کے بعد مکتوبات امام ربانی جو کہ بلند پایہ اور مشہور زمانہ کتاب ہے، قارئین کرام کی فرمائش تھی کہ مجدد الف ثانی کی یہ کتب مولانا سعید احمد نقشبندی (خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش، لاہور) شائع کریں۔ آپ کے برخوردار سے آپ کی کتب کی اجازت لی ہے آپ نے ہماری گزارش کو قبول فرمالیا ہے اور یہ کتب مارکیٹ میں لائے ہیں اور امید ہے کہ آپ حوصلہ افزائی فرماتے رہیں گے۔ بہر حال ہم مسرور ہیں کہ تاخیر سہی لیکن صاحب موصوف کے قلم سے اس ترجمہ کا تکملہ ہوا اور نابغۂ دوران مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات امام ربانی اور آپ کی تصانیف پر تبصرہ بھی آپ نے حکیم موسیٰ امرتسریؒ کی قلم سے فرمایا تھا جس کے لیے آپ کے ممنوع ہیں۔ جنہوں چند سطور لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔

آپ کے تعاون کے خواستگار
چوہدری غلام رسول، میاں جواد رسول
پروگیسو بکس، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز (م۱۰۳۴ھ) وہ لافانی کتاب ہے جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود کو توڑ کر لاکھوں افراد کے دلوں کو یاد الٰہی اور اتباع شریعت کے جذبے سے سرشار کر دیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے حوالے سے لکھا ہے:

> شیخ (احمد سرہندی، امام ربانی) کے اثرات مغرب میں افغانستان، وسط ایشیا اور سلطنت عثمانیہ (ترکی) تک اور مشرق میں ملایا اور انڈونیشیا تک پھیل گئے۔(۱)

علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر روح المعانی میں بہت سی جگہوں پر مکتوبات کے حوالے دیئے ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی کے مرید زور خلیفہ حضرت مولانا خالد نقشبندی کی تائید اور حمایت میں ایک رسالہ ''سل الحسام الہندی لنصرۃ الشیخ خالد النقشبندی'' لکھا تھا۔ اس سے امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثرات دور دراز تک پہنچنے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی تھی، جس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملا کر ایک نئی قوم کا تیار کرنا تھا امام ربانی نے اس فتنے کے خلاف زبردست جدوجہد کی، آپ نے جہانگیر کے دربار کے امراء و اراکین مثلاً خان خاناں، خانِ اعظم، خانِ جہاں، مرزا دارا خاں، قلیچ خاں، خواجہ جہاں، لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خطوط لکھے اور سب سے زیادہ خطوط لاہور کے گورنر سید فرید بخاری ہی کے نام ہیں، ان مکتوبات کا مقصد یہ تھا کہ آپ لوگ شعائر اسلام کے احیاء کے لئے کوشش کریں اور اسلام کے مخالف رائج کردہ خرافات کا قلع قمع کریں۔

امام ربانی کی انقلاب آفریں کوششیں کامیاب ہوئیں اور جہانگیر کے زمانے میں زمیں بوس کے نام سے بادشاہ کو کیا جانے والا سجدہ تعظیمی ختم کر دیا گیا، گائے کی قربانی عام ہو گئی، سب سے پہلے خود جہانگیر نے قلعہ کانگڑاں میں حضرات مجدد کی موجودگی میں گائے ذبح کرائی، شراب پر پابندی لگا دی گئی اور بے شمار اصلاحات ہوئیں۔(۱)

امام ربانی قدس سرہ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریئے (مسلمان اور غیر مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں) کا پرچم بلند کیا، امراء سلطنت کے ذریعے بادشاہِ وقت پر دباؤ ڈالا کہ یہاں غیر اسلامی رسوم ختم کر کے مکمل طور پر نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے، بدعات کے خاتمے اور

---

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: مجدد ہزارہ دوم ص ۲۵

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: مجدد ہزارہ دوم ص ۲۷

سنت کے احیاء کے لئے زبردست مہم چلائی، فقہ حنفی کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ علماء سو اور صوفیائے خام کی سخت گو شالی کی، یہ سب کچھ آپ کے مکتوبات میں ملے گا، ہاں ان مکتوبات میں تصوف معرفت کے اسرار پر بھی گفتگو ملے گی جو عوام تو کیا اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے سر کے اوپر سے گزر جائے گی، اس کے لئے یا تو کوئی صاحب کمال اُستاذ تلاش کیا جائے یا پھر اس وقت کا انتظار کیا جائے جب اللہ تعالیٰ ان اسرار کو ہم پر منکشف فرما دے، وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

اوپن یونیورسٹی کی طرز پر آج سے چار سو سال پہلے امام ربانی نے فاصلاتی تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ قائم کیا تھا، الحمد اللہ، وہ مکتوبات آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور موجودہ دور کے اٹھنے والے نئے نئے فتنوں اور روشن خیالی کے اندھیروں کا سدِ باب کرنے کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ ہم انہیں پڑھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

مکتوبات شریف فارسی زبان میں تھے، ان کا عربی مین بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور اردو میں بھی، مولانا عالم دین نقشبندی مجددی نے مکمل مکتوبات کا ترجمہ کیا تھا جو اللہ والے کی قومی ومکان، لاہور سے چھپا تھا، مولانا زوّار حسین نقشبندی نے بھی ترجمہ کیا تھا جو کراچی سے چھپا تھا، اس وقت مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کا چھپا ہوا ترجمہ راقم کے سامنے ہے، یہ ترجمہ ۱۹۷۰ء میں چھپا تھا اور ترجمہ کرنے کی سعادت حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حصے میں آئی تھی۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ عالم جلیل حضرت مولانا علامہ سید جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھکھی شریف کے شاگرد، حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور ٹھوس قابلیت رکھنے والے مدرس اور استاذ تھے، وہ دار العلوم نعمانیہ، لاہور میں ایک عرصہ تک صدر مدرس رہے، پھر حزب الاحناف، لاہور میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، جامعہ نعمانیہ، لاہور کے ناظم تعلیم تو آخر حیات تک رہے۔ کئی سال تک حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہور کی مسجد میں خطیب رہے، پھر حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد میں آخر دم تک خطیب رہے، راقم پر خصوصی طور پر شفقت فرماتے تھے۔

۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء کو ان کی ولادت ہوئی اور ۱۶، ۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء/ ۱۴۱۷ھ کی درمیانی شب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، اس وقت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے احاطے میں شمالی جانب آرام فرما ہیں۔

بانی مجلس رضا لاہور حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمے پر مغز اور معلومات مقدمہ لکھا ہوا ہے، اس کے ہوتے ہوئے مجھ ایسے کم سواد کی تحریر کی ضرورت نہیں تھی، تاہم حضرت مترجم کے صاحبزادے جناب حافظ عبد الرؤف صاحب کی فرمائش پر چند سطریں لکھ دی ہیں، وہ ایسے ایک دفعہ پھر شائع کرنا چاہتے ہیں، اور جو کہ پروگیسو بکس لاہور شائع کر رہے ہیں انہیں چاہے کہ اپنے والد مکرم کی دوسری تصانیف اور خاص طور پر مسلک امام ربانی بھی شائع کریں۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری
بانی مکتبہ قادریہ، لاہور

۲ نومبر ۲۰۰۶ء

فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ اوّل از دفتر اوّل

مضمون	صفحہ
عرض ناشر: محمد اقبال مجددی	ا ب
مقدمہ: از حکیم محمد موسیٰ امرتسری	۱۸
خطبہ کتاب مستطاب	۳۷
مکتوب نمبر (۱)	۳۸
اپنے پیر بزرگوار کی طرف ۔ ان حالات کے بیان میں جو اسم الظاہر سے مناسب رکھتے ہیں۔	......
تمام اشیاء کے اندر تجلی اسم الظاہر میں حق کا ظہور۔	
خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء میں۔	......
پر تکلف اور لذیذ کھانے میں حسن و لطافت کا مشاہدہ	......
باطن کا ان تجلیات کی طرف متوجہ نہ ہونا۔	......
اس تجلی کا نسبت تنزیہی کے مخالف نہ ہونا۔	۳۹
ان تجلیات کا روپوش ہو جانا۔	......
ایک خاص فنا کا رونما ہونا اور آثار اسلام کا ظہور اور شرک خفی کے نشانات کا مٹنا۔	......
مُحدِّد یعنی عرش عظیم کے اوپر عروج۔	......
مرتبہ اوّل	
مرتبہ دوم	......
مشائخ دائمہ اہل بیت اور حضور علیہ السلام کے مقام خاص اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے مقامات کا مشاہدہ۔	
عرش سے اوپر عروج کی مقدار کا بیان اور مشائخ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا بیان۔	......
میں جب چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے	
ملا قاسم علی کا حال	۴۰
دوسرے دوستوں کے احوال	
مکتوب نمبر (۲)	۴۰
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ترقیات کے حصول کے بیان میں۔	۴۰
استخارہ کا حکم	......
عنایات خدا تعالیٰ۔	......
عالم صحو کی ابتداء اور بقا ربیع الآخر کے اخیر سے ہے۔	۴۱
حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء۔	......
عجیب و غریب علوم اور عروج و نزول۔	......
جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو زیادہ ہوگا۔	......
کمال صحو انبیاء کرام کا حصہ ہے۔ اور ان کے معارف شرائع اور عقائد کہلاتے ہیں۔	......
حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے معارف معارف شرعیہ کی تفصیل ہے۔	......
مکتوب نمبر (۳)	
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف دوستوں کے مقام خاص میں محبوس اور بند ہو جانے کے بیان میں۔	......
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خویشوں میں سے ایک شخص کے حال کے بیان ہیں۔	......
میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولیت میں یوں دیکھا الخ۔	۴۲
مکتوب نمبر (۴)	......
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ماہ عظیم القدر	

مضمون	صفحہ
رمضان المبارک اور حقیقت محمدی کے بیان میں۔	۴۲
اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور قابلیت اولیٰ قرآن کا ظل ہے۔	......
رمضان شریف میں نزول قرآن کا سبب۔	......
اس ماہ مبارک کے تمام خیرات و برکات کے جامع ہونے کی وجہ۔	۴۳
جس کسی کو بھی جو خیر و برکت پہنچتی ہے وہ اس ماہ مبارک کی برکات کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔	......
اس ماہ میں جمعیت کا حصول تمام سال جمعیت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس ماہ میں تفرقہ سارے سال کے تفرقے کا باعث ہے۔	......
اس میں ختم قرآن کی سنت کی وجہ۔	
اس ماہ میں افطاری میں تعجیل اور سحری میں تاخیر کی وجہ۔	......
قابلیت اُولیٰ کا بیان۔	
محمدی المشرب جماعت کے حقائق۔	
قابلیت محمدیہ کی برزخیت۔	
اس طرح کے علوم جن کا منشا اصالت کی اور ظلیت کی جامعیت ہے۔ بہت وارد ہوتے ہیں۔	......
قطبیت کا مقام مقام ظلیت کے دقیق علوم کا منشا ہے۔ اور فردیت کا مرتبہ دائرہ اصل کے معارف کے درود کا واسطہ ہے۔	......
وہ رسالہ جس کے لکھنے کا حکم ہوا تھا اس کے لکھنے کی توفیق نہ مل سکی۔	۴۴
مکتوب نمبر (۵)	
اپنے پیر بزرگواری کی طرف برہان کی سفارش کے سلسلے میں	......
ایک رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر پڑا الخ۔	......
خواجہ برہان نے اس عرصہ میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے حصہ پالیا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۶)	......
نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف جذبہ اور سلوک کے حصول اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان ہیں۔	......
جذبہ اور سلوک اور جمال و جلال کے ساتھ تربیت پانا اور دونوں کا ایک دوسرے کے عین ہونے کا بیان	......
محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔	۴۵
فنا کے وجود کے وقت کا بیان۔	......
اس کے باوجود اگر علم ہو تو وہ بھی اپنے میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے میں۔	......
حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ الخ	......
جب تک ان تین میں سے کسی ایک سے بھی باہر سے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔	......
اگرچہ اس سلسلہ کے اکابر سے بہت صدیوں کے بعد الخ	......
یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی نسبت ہے۔	......
اس کو مکمل اور تمام کرنے والے حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ ہیں۔	......
عجب معاملہ ہے پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی سر درد فرحت کا باعث تھی۔ مگر اب جبکہ عالم اسباب کی طرف نیچے لائے ہیں الخ	۴۶
اسی طرح اگر دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود رفع بلا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصائب کا رفع کرنا ہے۔	......

مضمون	صفحہ
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا کس قبیل میں سے ہے۔	۴۶
مکتوب نمبر (۷)	......
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف اپنے بعض احوال غریبہ کے بیان میں اپنے کچھ استفسارات کے ساتھ جو مقام (محدد) عرش سے اوپر تھا اپنی روح کو عروج کے طور پر اس مقام میں پایا۔	......
اس مقام میں یوں متخیل ہوا۔ کہ یہ سارا جہان الخ مختصر یہ کہ جو حالت پہلے کبھی کبھی نصیب ہوتی تھی اب ہر وقت حاصل ہے	......
اس کے بعد ایک بلند محل تھا۔	۴۷
تحیۃ الوضو کی نماز ادا کرنا۔	......
ایک نہایت ہی بلند مقام ظاہر ہوا چار اکابر نقشبند کو اس مقام میں دیکھا۔	......
اپنے آپ کو اول اس مقام سے دور پایا پھر آخر کو اس کے مناسب پایا۔	
اس مقام تک پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے کہ حضرت امیر کو دیکھا تھا۔	......
پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ بُرے اخلاق ہر گھڑی الگ ہو رہے ہیں۔	......
دوسری عرض۔	......
تیسری عرض۔	......
چوتھی عرض۔	۴۸
پانچویں عرض۔	......
مکتوب نمبر (۸)	......
نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
وحدت الوجود اور اس کے توابع سے مشرف کرنا	

مضمون	صفحہ
استطاعت مع الفعل کا منکشف ہونا۔	......
اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قدم پر پاتا ہے۔	......
کام علاج معالجہ سے گزر چکا ہے۔ اب اس کی بزرگی ہی نجات ہے۔	۴۹
علماء کے عقائد کی درستی کی صوفیہ کے ریاضات و مجاہدات پر فضیلت۔	......
علماء اور طلبۃ العلوم کے ساتھ محبت کا اظہار اور توضیح تلویح کے مطالعہ کی چاہت۔	۵۰
حق سبحانہ وتعالیٰ کو جہان کا نہ عین جانتا ہے۔ اور نہ اس سے متصل اور نہ منفصل۔	......
مخلوق کی ذوات اور ان کے افعال و صفات کو حق تعالیٰ کا مخلوق جانتا ہے۔	......
بندے کی قدرت کس معنی سے ہے۔	
قضا و قدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر جاننا۔	......
قابلیت اور استعداد کو کچھ دخل نہیں دیتا۔ کہ یہ ایجاب تک لے جاتی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۹)	......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔	......
اپنی ذلت، کوتاہی اور انکساری کے دیکھنے کے بیان میں اور اعمال میں کوتاہ ہونے کے بیان میں	۵۱
شر خیر کا آئینہ ہے۔	......
عجیب کاروبار ہے اس مذمت نے مدح کے معنی پیدا کر دیے۔	......
مقام عبدیت تمام مقامات سے اوپر ہے۔	......
بندگی سے لذت گیر ہونا محبوبوں کا خاصہ ہے۔	......

مضمون	صفحہ
محبوں کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے۔	۵۲
میدان محبوبیت اور بندگی کے شہسوار سردار دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔	
کمال شر و نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے الخ۔	......
جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔	......
ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔	۵۳
یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے۔	۵۳
مکتوب نمبر (۱۰)	......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ قرب و بُعد کے حصول کے بیان میں اور فرق و وصل کے غیر مشہور معنی۔	......
نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے۔	
مراد کو بھی مرید بننا پڑتا ہے۔	۵۴
وہ دین و دنیا کے سردار امرادیت کے باوجود مریدین میں سے تھے۔	
مکتوب نمبر (۱۱)	۵۴
اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشفوں اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے کے بیان میں۔	۵۴
بے مناسبتی دو قسم پر ہے۔ ایک تو طریقوں میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے۔ اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے۔	۵۵
وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں دو ہیں ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھنا اور دوسرا شیخ کی	

مضمون	صفحہ
صحبت۔	۵۵
پیر و دستگیر کی عنایت کے طفیل بقدر استعداد طریق اوّل کا حصول۔	......
کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متہم اور کوتاہ تصور نہ کرے۔	......
جو کچھ بھی جہان میں ہے حتّٰی کہ کافر فرنگ ملحد زندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے بہتر جانتا ہے۔	......
خواجہ احرار کی گفتگو کی مراد کا بیان۔	
ان مقامات کا ظہور جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں۔	۵۶
حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہٗ کا ہر مقام میں ہمراہ ہونا۔	
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کے	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر رنگین اور منقش پایا۔	......

مضمون — صفحہ

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہونا۔ ......
ایک دوسری عرض اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں۔ ۵۷
شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کے اس قول کی تشریح کی عین باقی نہیں رہتا اثر کہاں باقی رہے۔ ......
اس بات کے راز کا انکشاف اور اس کا دوام۔ ......
دوسری عرض کہ کوئی کتاب دیکھنے کو دل نہیں چاہتا سوائے اکابر کے اقدام کے ذکر کے۔ ......
رفع امراض کے لیے توجہ کے اثر کا ظہور۔
اور برزخ میں بعض مُردوں کے حالات دریافت کرنا۔ ......
آپ کی اور آپ کے متعلقین کی طبائع عالیہ کا بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف پہنچانے کے باوجود مکدر نہ ہونا۔ ......
بعض دوستوں کے حالات بزرگوار کی خدمت میں عرض کرنا۔ ......
شیخ نور کے حالات کا بیان۔ ......
سید شاہ حسین کے حالات کا بیان۔
میاں جعفر کے حالات کا بیان۔ ......
میاں شیخن، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال اور شیخ ناگوری کے حال کا بیان۔ ۵۹
خواجہ ضیاء الدین کے حال کا بیان۔ ......
مولانا شیر محمد کے لڑکے کا ذکر۔ ......
ایک خاص کیفیت کے ظہور اور فنائے ارادہ کا بیان۔ ......

مضمون — صفحہ

وحدت سے ماوراء ایک نظر اور اس کی تمثیل اصل صفات کا برطرف ہونا۔ اور حدیث کا غلبہ اور کان اللہ ولم یکن معہ شیئ کا حال کے مطابق ہونا۔ ۶۰
مولانا قاسم علی اور دوسرے دوستوں کو تکمیل کے مقام سے حصہ ہے۔ ......
مکتوب نمبر (۱۲) ......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف فنا اور بقا کے حصول اور وجہ خاص کے ظہور کے حصول۔ اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان ہیں۔ ......
ان علوم کا انکشاف جو مقام فنا فی اللہ اور بقاء باللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ......
ہر شے کی وجہ خاص کا ظہور اور سیر فی اللہ کا معنی۔ اور تجلی ذاتی برقی کی حقیقت اور یہ کہ محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔ ......
ہر مقام کے لوازمات اور ضروریات کا ظہور اور اولیاء اللہ کے معلومات و مشاہدات پر اطلاع۔ ......
اشیاء کی ذوات اور ان کی قابلیات کو خدا تعالیٰ کی مخلوق جاننا۔ ......
وہ سبحانہٗ وتعالیٰ استعداد اور قابلیت کے تابع نہیں ہے۔ ......
مکتوب نمبر (۱۳) ۶۱
اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ اس راہ کی بے نہایت علوم حقیقت کی علوم شریعت کے ساتھ مطابقت کے بیان میں۔ ......
مشائخ کے اس قول کے بیان میں کہ

مضمون	صفحہ
سیر الی اللہ پچاس ہزار رسالہ راہ ہے۔ اور اشیاء میں	
سیر کے واقع ہونے۔ اور طالب ارشاد لوگوں کے غلو	
کرنے اور ان کے کام میں شروع ہونے کے بیان	
میں۔	٦١
ہمہ از دست کا پلہ مقولہ ہمہ اوست سے بھاری	
جاننا۔	......
تمام کشفیات کا ظاہر شریعت کے مطابق	
ہونا۔	......
صوفیا کے بعض کشوف کا خلاف شرع ہونا یا سہو کی بنا	
پر ہے یا سکر کے باعث اور یہ دونوں درمیان راہ کی	
باتیں ہیں۔ انتہاء راہ کی نہیں۔	......
علماء اور صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان۔	٦٢
مکتوب نمبر (١٤)	......
اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔ ان	
واقعات کے حصول کے بیان میں جو دورانِ راہ	
پیش آئے۔ اور بعض مسترشدین کے حالات کے	
بیان میں۔	......
مرتبہ وجوب کا ظہور بصورت سیاہ رنگ عورت	
کی صورت میں۔ اور مرتبہ احدیت کا ظہور دراز	
قامت سرد کی صورت میں۔	......
موت کی آرزو کا پیدا ہونا۔ اور نظر میں ایسا	
محسوس ہوا کہ گویا میں ایک ایسا شخص ہوں۔ جو	
دریائے محیط کے کنارے کھڑا ہو۔ اس ارادے سے	
کہ اپنے آپ کو اس میں گرادے۔	......
ایک خاص کیفیت کا ظاہر ہونا اس میں ذوق	
سے یوں محسوس کرنا کہ دل کو غیر حق کی چاہت نہیں	
رہی۔	٦٣
اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش۔	......

مضمون	صفحہ
صفات کلیہ وجوبیہ کا نظر آنا۔	......
اپنے یقین کا پرانے کپڑے کے رنگ میں نظر آنا	
ایک واقعہ کی تعبیر۔	......
جو چیز دائما حاصل ہے وہ حیرت واجنبیت	
ہے۔	......
بعض وقائع کی تعبیر سے عاجز رہنا۔	
اس طریقہ علیہ سے شیخ طٰہٰ فرزند شیخ عبداللہ نیازی	
کا جو شاہیر مشائخ سرہند میں سے ہیں۔	٦٤
اظہار جذبہ عنایت بعض دوستوں کا بطریق رابطہ	
راہ فقر میں جانا۔	
ملاّ قاسم، ملاّ مودود محمد و عبدالرحمٰن، شیخ نور اور ملاّ	
عبدالرحمٰن کا نقطہ فوق تک پہنچنا۔	......
ملاّ عبدالباری نے اس میں استغراقی پیدا کر لیا	
ہے۔ اور وہ مطلق منزہ ذات کو اشیاء میں صفت	
تنزیہی سے دیکھتا ہے۔	......
پیر دستگیر کی دولت ہے جو طالبوں تک پہنچتی	
ہے۔	......
اس کمینہ کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں	
حضرت پیر دستگیر کے حضرت مجدد صاحب	......
میں۔ معنی محبوبیت ثابت کرنے کے بیان میں۔	
مکتوب نمبر (١٥)	٦٥
یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگو کو لکھا۔ ان	
احوال کے بیان میں جو ہبوط و نزول کے مقامات	
سے متعلق رکھتے ہیں۔ نیز بعض پوشیدہ اسرار کا	
بیان۔	......
مدت تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن اپنے آپ	
کو ہی پاتا رہا۔ بعد کو اس کا کام اس جگہ جا پہنچا کہ	
اگر اپنے آپ کو پایا تو بھی اسے ہی پایا۔	......

مضمون — صفحہ

عین بقا میں فانی ہے۔ اور عین فنا میں باقی۔ لیکن الخ۔ ......
روح و نفس دونوں جہتوں کی جامعیت کے بیان میں۔ ......
اوپر سے فائدہ حاصل کرنا اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانا۔ اس برزخیت کے واسطہ سے عطا کیا گیا ہے۔ ......
بائیں ہاتھ سے مراد کے بیان میں
مقلب قلوب تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے ٦٦
کسی شخص کے ساتھ مقام کے تعلق کے معنی ایک رکے ہوئے عزیز کے حال کا بیان۔ ......
مقامات جذبہ و سلوک کے درمیان منافات اور عدم منافات کا بیان۔ ......
مکتوب نمبر (١٦) ٦٧
یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ عروج و نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں۔ ......
اس رسالہ کے بیان میں جو بعض دوستوں کی فرمائش سے میسر آیا۔ اور حضرت خاتمیت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت۔ ......
مجلس میں لوگوں کا شیر ببر کی طرح نظر آنا۔
مدارج قرب میں عروج اور مشائخ کرام کی روحانیت اور عنایات خداوندی کے طفیل تمام مشائخ کے مقامات پر سے گزارنا۔ اور وجوہ ولایت کا ظہور اور مقام قلب تک نزول۔ ٦٨
مراد ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ منازل طے کرنا ہوتی ہیں کہ مرید ساری عمر میں بھی معلوم نہیں کہ طے کر سکیں۔ ......

مضمون — صفحہ

افراد کے نہایت عروج کا بیان۔ ......
اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے ضرر و نقصان کا احتمال غالب ہے۔ ......
غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ ......
فرق و جمع کا معنی۔ ٦٠
فرق و جمع کے معنی میں اہل سکر کو خاطی قرار دینا۔ ......
مکتوب نمبر (١٧) ......
یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ بعض ایسے احوال کے بیان مین جو عروج و نزول کے تعلق رکھتے ہیں۔ ......
مکتوب نمبر (١٨) ......
یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا اس تمکن کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ......
جب بھی سبحانہ وتعالیٰ نے یہ برکت توجہات علی احوال کی رقیت سے آزادی عطا کی۔ تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ رہا۔ ٧٠
حق الیقین سے مشرف کرنا۔ اور علم و عین کا ایک دوسرے کے لیے حجاب و پردہ نہ ہونا۔ ......
ولایت' شہادت اور صدیقیت کے مقامات میں فرق۔ ......
اس امر کی تحقیق کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان ایک مقام ہے جس کو قربت کہتے ہیں۔ ......
یہ مقام برزخیت کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں مقام قربت کی بلندی اور اس مقام میں وجود کا ذات پر زائد ہونا۔ ٧١
مقام صدیقیت مقام بقا میں سے ہے۔ ......
سلوک سے کیا مقصود ہے۔ ......

مضمون	صفحہ
مسئلہ قضا و قدر پر آگاہ ہونا۔ اور اصول شریعت کے ساتھ اس کی عدم مخالفت علوم و معارف کا بارش کی طرح برسانا اور افاضہ علوم کے مقصد کا بیان۔	۷۲
اللہ تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر کا معنیٰ۔	......
ذوات مخلوقات کا جماد ہونا۔	......
مخلوقات کی صفات کا جماد ہونا۔	۷۳
مخلوقات کے افعال کا جماد ہونا۔	۷۴
بندوں کے اعمال پر ثواب و عتاب کے مسئلے پر ایک سوال اور اس کا جواب۔	۷۵
گفتگو کے دراز ہو جانے پر اپنے پیر و مرشد سے عذر خواہی۔	......
میاں شاہ حسین کے حال کا بیان۔	......
حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور شیخ نور اور اپنے ایک رشتہ جوان کا حال۔	......
مکتوب نمبر(۱۹)	۷۶
یہ مکتوب بھی اپنے پیر و مرشد کو لکھا۔	......
بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں۔	......
مکتوب نمبر(۲۰)	
یہ مکتوب بھی بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں لکھا۔	......
مکتوب نمبر(۲۱)	۷۶
شیخ محمد مکی کی طرف۔ درجات ولائیت خصوصاً ولایت محمدی اور نسبت نقشبندیہ کی	

مضمون	صفحہ
بلندی اور ان کے دوام حضور کے بیان میں۔	......
فنا اور موت کے بغیر جو موت جسمانی سے قبل ہے۔ جناب قدس جل و علا تک رسائی میسر نہیں آ سکتی اور نہ باطل انہوں نے نجات مل سکتی ہے۔ اور نہ حقیقت اسلام اور کمال ایمان نصیب ہو سکتا ہے۔ اور یہ فنا ولایت میں قدم اوّل ہے۔	۷۷
ولایت کے کئی درجے ہیں۔ اور ہر نبی کے قدم پر ایک مخصوص ولایت ہے۔	......
اعلیٰ ترین ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔	......
بلا اعتبار شے دیگر تجلی ذات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تمام حجابات کا اٹھنا اور وصل عریان اور وجد حقیقی یہاں متحقق اور اس نادر الوجود مقام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل پیروی والوں کو حصہ وافر حاصل ہے۔ یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ کے نزدیک برقی ہے۔ الخ۔	......
مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی کا دائمی حضور ان بزرگوں کے نزدیک ابتداء انتہا میں درج ہے۔	......
اس معاملہ میں ان بزرگوں کی اقتداء صحابہ کرام سے ہے۔ جس طرح ولایت محمدی تمام انبیاء کرام کی ولایتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء کی ولایتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے۔	۷۸
دوسرے سلسلے والوں کے بعض اکابر کو	

مضمون	صفحہ
یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ولایت صدیقیہ سے اخذ کرے۔	۷۸
اس طریقہ علیہ کے بعض کمالات کے اظہار کی غرض وغایت۔	......
مکتوب نمبر(۲۲)	۷۹
شیخ عبدالمجید کی طرف۔	......
روح اور نفس کے تعلق اور عروج ونزول اور فناو بقاروحی وجسدی اور مقام دعوت کے بیان میں اور فانی اور مخلوق کی طرف لوٹائے گئے۔	......
اولیاء کرام کے درمیان فرق اور خداتعالیٰ کے نور کو ظلمت اور لامکانی کو مکانی کے ساتھ جمع کرنے کا بیان۔ اور ان دونوں کے درمیان دوستی کا پیدا کرنا اور اس کا نتیجہ۔	......
اس نور کا اپنے مقام اصلی کو بھول جانا اور اس کا نتیجہ۔	......
اس نور کا اپنے مقام اصلی کی طرف رجوع کرنا اور اس کا ثمرہ اور ظلمت کا اس نور کے تابع ہونا۔	۸۰
اس نور کا مطلوب حقیقی میں مستغرق ہونے کے بعد اپنے ظلمانی متعلق کو بھول جان۔	......
فنا کے بعد بقا کے حصول اور اسم ولایت کے اطلاق و استعمال کے جواز کی صورت میں یا تو استغراق تمام ہوتا ہے۔ یا دعوت وارشاد کے لیے مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔	......
روح کے لیے نہ داہنا ہے اور نہ بایاں۔ لیکن داہنا اس کے حلال کے زیادہ لائق اور انسب ہے۔	
نور وظلمت سے مراد۔	۸۰
سوال باوجود بقا وشعور اور توجہ و اختلاط الخ۔	۸۰

مضمون	صفحہ
اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور حواس وغیرہ اس کی تفصیل ہیں۔	......
جاننا چاہیے کہ مستغرقین ارباب سکر سے ہیں الخ۔	۸۱
مکتوب نمبر(۲۳)	......
خان خاناں کی طرف۔	......
شیخ ناقص سے اخذ طریقہ سے منع کرنے کے بیان میں۔	......
خداوند تعالیٰ حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات عطا کرے۔	......
اے برادر دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	......
جاننا چاہیے کہ بیج کا ضائع کرنا دو طرح ہے الخ۔	
تو شیخ کامل اس طالب کی تربیت کرنے کے وقت الخ۔	۸۲
صحبت کامل کبریت احمر ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کا کلمہ شفا ہے۔	......
تتمہ۔ کفریہ لقب رکھنے سے روکنے کے بیان میں۔	۸۳
مسلمانوں کو اہل کفر سے دشمنی رکھنے کا حکم ہے۔	
بعض مشائخ کی عبارات میں غلبہ سکر کے باعث مدح کفر میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ وہ ظاہر پر محمول نہیں۔	......
کفر حقیقت نقص ہے۔	
ہوش والوں کو مستوں کی تقلید روا نہیں ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہے کہ اسی موسم میں وہ چیز موزوں ہوتی ہے۔	......
لقب کفریہ کے تبدیل کرنے کا حکم	......
مواضع تہمت سے بچنے کا حکم	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۴)	۸۴
محمد قلیج خان کی طرف۔ اس بیان میں کہ صوفی کائن و بائن ہوتا ہے۔	......
اور اس امر کے بیان میں کہ دل ایک سے زیادہ اشیاء سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔	......
اور یہ کہ محبت ذاتی کا ظہور الخ۔	......
مقربین و ابرار کی عبادت کے درمیان فرق اس امر کی تشریح اور اثبات۔	......
بندہ اور رب تعالیٰ کے درمیان حجاب صرف نفس ہے۔	......
محبت ذاتی موجود ہونے کی صورت میں محبوب کا انعام اور اس کی طرف سے تکلیف دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔	۸۵
ابرار حق تعالیٰ کی عبادت، خوف عذاب اور طمع ثواب کے لیے کرتے ہیں۔	......
ابرار کی نیکیاں مقربین کی نسبت سیئات میں داخل ہیں۔	......
بعض مقربین بھی عبادت خوف عذاب اور امید ثواب کے لیے کرتے ہیں لیکن الخ	......
ایسے لوگوں کو کمالات نبوت سے بھی حصہ حاصل ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۵)	۸۶
خواجہ جہان کو لکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں	۸۶
تمام کمالات روح و سر وغیرہ حضور کی متابعت سے وابستہ ہیں۔	۸۶
شیخ سلطان کے دو لڑکوں کے لیے سفارش۔	۸۶

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۶)	۸۶
حاجی محمد لاہوری کی طرف۔ اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔	......
حدیث قدسی الا طال شوق الابرار کا معنی۔	
اجرار سے کون لوگ مراد ہیں۔	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی **ھکذا کنا و لکن قست قلوبنا**	۸۷
اپنے شیخ قدس سرہٗ کے اس قول کا نقل کرنا کہ واصل منتہی کو بھی کبھی گزشتہ شوق کی تمنی ہوتی ہے۔	......
رفع شوق کا دوسرا مقام۔	
واصل کے شوق کی طرف رجوع نہ کرنے پر سوال اور اس کا جواب۔	......
سیر تفصیلی کی نہایت کسی کے لیے متصور نہیں۔	......
بیان عدم تصور توقع در حق منتہی واصل جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے۔	۸۸
سالک لوگ سیر تفصیلی میں ہمیشہ تجلیات صفاتیہ میں بند رہتے ہیں۔	......
حق تعالیٰ کی طرف مشتاق ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب۔	......
مکتوب نمبر (۲۷)	......
خواجہ عمک کو لکھا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا میں۔	......
اس سلسلہ کے اکابر کے اس قول سے مراد کہ ہماری نسبت تمام کی نسبت سے فائق ہے۔	۸۹
یادداشت کے معنی۔ تجلی ذاتی کا معنی اور حضور بے غیبت کے معنی۔	......
یہ نسبت نہایت ہی نایاب ہے۔	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۸)	۹۰
خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا۔	......
حال کی بلندی کے بیان میں ایسے الفاظ سے جو تنزل وتبعد کا وہم ڈالتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۹)	......
شیخ نظام تھانیسری کی طرف۔	......
ادائے فرائض کی ترغیب اور سنن و مستحبات کی رعایت اور اس امر کے بیان میں کہ فرائض کے سامنے ادائے نوافل کو کم اہمیت دی جائے اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے اور وضو کا مستعمل پانی پینے سے روکنے اور مریدوں کے پیروں کو سجدہ کرنے سے روکنے وغیرہ کے بیان میں۔	۹۱
ادائے فرائض میں سنت و مستحب کی رعایت کرنا ہزار رسالہ نوافل سے بہتر ہے۔	......
منقول ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو دیکھا ایک شخص کو نماز میں نہ پایا الخ۔	......
آداب کی رعایت اور مکروہات سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو۔ ذکر وفکر اور مراقبہ وتوجہ سے کئی مرتبے بہتر ہے۔	......
بطور زکوۃ ایک ٹکہ صدقہ کرنا پہاڑوں برابر صدقہ کرنے سے کئی درجے زیادہ بہتر ہے۔	......
نماز عشاء نصف شب اخیر وادا کرنا اور اسے نماز تہجد کا ذریعہ بنانا بہت ناپسندیدہ ہے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔	......

مضمون	صفحہ
شوافع کے نزدیک رات کے نصف آخر میں ادا کرنا جائز ہی نہیں۔	......
صرف وتر کی تاخیر سے بھی قیام لیل اور بیداری وقت سحر میسر آسکتی ہے۔	......
عشاء کی جو نمازیں رات کے نصف اخیر میں ادا کی ہیں انہیں قضا کرلیں۔	......
امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستحب رہ جانے کی بناپر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں	......
وضو کا مستعمل پانی امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کے پینے سے منع کیا ہے۔	۹۲
وضو کے بچے ہوئے پانی کو شفا کہا گیا ہے وہ اگر کسی کو دیا جائے تو جائز ہے۔	......
بعض دوستوں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے وضو کا مستعمل پانی صرف پئیں ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا الخ۔	......
مریدوں کے اپنے پیروں کو سجدہ کرنے کی مذمت و شناعت۔ اور اس سے سختی سے روکنا۔	......
صوفیاء کے علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج وثمرات ہیں۔ اعمال کی درستی کے بغیر احوال کا حصہ نہیں مل سکتا الخ۔	......
جس طرح مجالس اہل سلسلہ میں کتب تصوف پڑھی جاتی ہیں کتب فقہ بھی پڑھی جانی چاہئیں۔	......
تصوف جبکہ احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آسکتا اگر اس کی کتابوں کا مطالعہ نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔	......
....	

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۰)	۹۳
شیخ نظام تھانیسری کو لکھا۔ شہود آفاقی اور انفسی وغیرہ کے بیان میں۔	......
اس کی جناب کبریا اس سے بلند تر ہے کہ مجھ جیسا اس کا کچھ بیان کر سکے۔ چون بے چوں کے متعلق کیا اظہار خیال کر سکتا ہے۔	۹۴
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں	۹۵
تجلی صوری جیسی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ الخ۔	......
وجود عدم کی تعریف اکابر نقشبندیہ کے نزدیک وبقا جو فنا اتم کے بعد ہے۔ زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔	......
وہ فنا اور بقاء جو زوال پذیر ہے احوال اور تلونیات میں سے ہے۔	......
انسان کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف ادا کرنا ہے۔	......
عشق ومحبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں	......
مراتب ولایت کی نہایت مقام عبدیت ہے۔	......
اس کے اوپر کوئی مقام نہیں الخ۔	......
حضرت خواجہ نقشبند کا اس شخص کو جواب دینا جس نے دریافت کیا تھا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے۔	......
بعض زائد امور دوران راہ سامنے آتے ہیں نہایت پر پہنچ کر وہ سب غبار کی طرح اڑ جاتے ہیں۔	۹۶
جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے	

مضمون	صفحہ
یہ علوم وحی سے اخذ کیے اولیاء کرام نے وہی علوم بذریعہ الہام اخذ کیے۔	......
علماء دین نے یہ علوم شرائع سے بطریق اجمال اخذ کیے ہیں۔	۹۷
مکتوب نمبر (۳۱)	......
شیخ صوفی کی طرف لکھا۔ توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور قرب ومعیت ذاتی کے بیان میں اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
مسئلہ توحید وجودی کی تحقیق۔	
فقیر اس توحید کے مشرب سے از روئے علم حصہ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔	......
حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کا حضرت خواجہ محمد الباقی کی خدمت میں حاضر ہونا۔	......
حضرت شیخ قدس سرہٗ پر از روئے حال اس توحید کا منکشف ہونا اور اس مقام کے علوم ومعارف ودقائق کا ظہور۔	۹۸
شیخ محی الدین عربی کے دقائق معارف کو ظاہر کرنا۔ الخ۔	......
اس توحید میں سکر وقت اور غلبہ حال کا بیان یہ حال مدت دراز تک رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے نکالا اور ترقی عطا کی۔	۹۹
نسبت احاطہ اور سریان اور قرب ومعیت ذاتی کا پوشیدہ ہو جانا۔	......
حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی شے سے اتحاد نہیں رکھتا۔	......
انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔	......
تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے	

مضمون	صفحہ
تعین ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں الخ	
توحید وجودی کے منافی علوم و معارف کے ظہور کے وقت فقیر کو اضطراب تام لاحق تھا الخ	۱۰۰
اس مبحث کو ایک مثال سے واضح کرنا۔	......
توحید وجودی کے قول کے اسباب دو وجوہ۔	......
سبب اوّل و ثانی کا بیان۔	......
تیسرے سبب کا بیان۔	......
توحید کی قسم ثالث کا بیان جو پہلی دونوں سے اعلیٰ ہے۔	......
خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔	
اس خطا پر کوئی عتاب و ملامت نہیں۔ بلکہ ایک درجہ ثواب ہے۔	......
مجتہد کی تقلید کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں۔	......
اور خطا کی صورت میں ایک درجہ ثواب پاتے ہیں۔	......
اور اہل کشف کی تقلید کرنے والے معذور ہیں اور خطا کی صورت میں ثواب سے محروم ہیں۔	......
الہام دوسرے کے حق میں حجت نہیں لیکن مجتہد کا قول دوسرے پر حجت ہے۔	......
اہل کشف کی تقلید خطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید خطا کی صورت میں بھی جائز بلکہ واجب ہے۔	......
کائنات کے آئینوں میں بعض سالکوں کا شہود الخ۔	۱۰۱
کثرت میں وحدت کے شہود اور احدیت کے کثرت میں شہود کا بیان۔	......
لامکانی کو مکان سے باہر تلاش کرنا چاہیے	......
جو کچھ آفاق اور انفس میں دکھائی دیتا ہے وہ اس کے نشانات ہیں۔	......

مضمون	صفحہ
مشائخ نقشبندیہ و غیر نقشبندیہ کی ان عبارات کا جواب جو وحدت وجود اور قرب و معیت ذاتی میں صریح ہیں	......
سوال ۔ جب نفس الامر میں وجود متعدد ہیں۔ الخ۔	......
سوال مذکور کا جواب اور اس کی وضاحت	......
وحدت الوجود کا قبول کرنا کشف کی بنا پر تھا اور اگر اس کا انکار ہے تو وہ الہام کی بنا پر ہے۔	......
سوال مذکور کا ایک دوسرا جواب	......
مکتوب نمبر (۳۲)	۱۰۲
مرزا حسام الدین کی طرف لکھا۔ اس کمال کے بیان میں جو صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے۔	......
اور اولیاء کرام میں سے کم ہی لوگ اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت امام مہدی میں یہ کمال بروجہ اتم ظہور کر گیا۔	۱۰۲
اس بات کا بیان کہ فن کا کمال بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتا ہے۔	......
پیر کی نسبت اگر ایک ہی حال پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ دانش مند مرید کو چاہیے کہ اُسے کامل کرے۔	......
آپ نے پیر دستگیر کی نسبت کے دریافت نہ ہونے کے متعلق پوچھا تھا الخ۔	۱۰۳
ہر مقام الگ اپنے علوم و معارف رکھتا ہے۔	......
صحابہ کرام کا مقام ہر دو جہت سے الگ تھا۔	......
ابتداء میں اس نسبت کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت کے ساتھ مخصوص تھا۔	......
عام دوستوں کی لغزشوں سے عموماً اور شیخ الہداد کی لغزشوں سے خصوصاً درگزر کرنا۔	......

مضمون	صفحہ
عارضی باتوں سے ہم پیر ہونے کی نسبت اور علاقہ محبت ٹوٹ نہیں جاتا۔	۱۰۴
معانی اور درگزر اس صورت میں ہے کہ وہ جماعت ان چیزوں کو خود بھی برا جانے۔	......
شیخ الہداد کو خلافت اور جانشین بنانے کا بیان اور اس کی تفصیل۔	......
اس تبلیغ کا بیان جو سفارت محض کی جنس سے ہے الخ۔	......
فن کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔	۱۰۵
وہ نسبت فقر جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق کے زمانہ میں نہیں تھی۔ واقعات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ یہ محض خیالات ہیں۔	......
بعض اہل نسبت کی نسبت سلب کرنے کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (۴۲)	۱۰۶
ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
علماء سوء کی مذمت کے بیان مین جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کے حصول کو دنیا کا بذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور علماء زہاد کی مدح میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔	......
دین کی تائید و تقویت بعض اوقات اہل فجور اور ارباب فتور سے بھی ہو جاتی ہے۔	......
یہ علم ان کے حق مضر ہے جنہوں نے اس کو کمینی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔	
دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار ہے۔	......
ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ دیکھا	۱۰۷

مضمون	صفحہ
تو اس کا راز دریافت کیا۔ الخ	......
بلاشبہ اس زمانہ میں جو سستی اور مداہنت امور دین میں ہو رہی ہے۔ وہ علماء سوء کی وجہ سے ہے۔	......
وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں وہی علماء آخرت اور وارث انبیاء ہیں۔	......
کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کا خون شہداء کے مقابلے میں وزن کریں گے تو ان کے خون سے ان کی سیاہی زیادہ وزن رکھے گی۔	....
''علماء کا سونا بھی عبادت ہے'' یہ علماء آخرت کے حق میں ہے اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے الخ۔	......
مشائخ کی ایک جماعت نے حقانی نیتوں کے تحت اہل دنیا کی بظاہر صورت اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا سے فارغ اور آزاد ہیں۔	۱۰۸
حضرت خواجہ نقشبند یہ رحمۃ اللہ علیہ کا بازار منیٰ میں ایک تاجر کو دیکھنا۔ الخ	......
مکتوب نمبر (۴۳)	
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
ممکن حد تک عالم امر کے جواہر خمسہ کا تفصیلی بیان۔	......
فلسفی کہ شریعت سے بے بہرہ ہے عالم امر کی حقیقت سے بالکل نابینا ہے۔ وہ جو جواہر خمسہ ثابت کرتا ہے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔	...... ۱۰۹
عقل اور نفس کا حال جسے فلاسفہ مجردات میں شمار کرتے ہیں۔	......
عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور	

مضمون	صفحہ
اس کی انتہا مقام اخفی پر ہے الخ	۱۰۹
ان جواہر خمسہ سے واقف ہونا اور ان کے حقائق سے مطلع ہونا حضور علیہ السلام کے کامل تابعین کو نصیب ہوتا ہے۔	......
عالم صغیر یعنی انسان میں ان تمام چیزوں کا نمونہ موجود ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔	......
عالم کبیر کے ان جواہر کا مبدء عرش مجید ہے جس طرح انسان کا دل ہے اسی لیے دل کو عرش اللہ کہتے ہیں۔	......
عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان عرش برزخ ہے۔	......
عالم صغیر میں قلب دونوں عالموں کے درمیان برزخ ہے۔	
ان جواہر خمسہ سے واقفیت کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔	......
جس شخص کی نظر مرتبہ وجوب تک پہنچ جاتی ہے اسے ان جواہر خمسہ کے اصول بھی نظر آ جاتے ہیں۔	......
عالم امر کے حقائق ظاہر کرنے سے منع کرنے کا سبب جواہر خمسہ مقدسہ کا کچھ قدرے بیان۔	......
ان بلند جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہوتی ہے۔ اور قلب کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں اور وہ دائرہ ذات میں داخل ہیں۔	۱۱۰
تجلیات ذاتیہ کی تعریف۔	

مکتوب نمبر (۳۵)

مضمون	صفحہ
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
محبت ذاتی کے بیان میں۔ اس مقام میں انعام وایلام برابر ہے۔	......
سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ ہے تاکہ آلہٰ باطلہ کی عبادت سے نجات میسر آئے۔	......
مقربین تعذیب سے بھی اسی طرح لذت گیر ہوتے ہیں جس طرح انعام سے۔ اگر بہشت کی طلب ہے تو اس وجہ سے کہ وہ محل رضا ہے۔	....
جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ ان بزرگوں کو دل و جان سے مرغوب ہے اور عین مطلوب۔ اخلاص کی حقیقت اس مقام پر میسر آتی ہے۔	...... ۱۱۱
محبت ذاتی کا بیان جس کے بغیر معاملہ خرابی میں ہے۔	......

مکتوب نمبر (۳۶)

مضمون	صفحہ
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
اس بیان میں کہ شریعت تمام اخروی اور دینوی سعادتوں کی کفیل ہے۔	......
شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، اخلاص جب تک یہ موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہو سکتا۔	۱۱۲
طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیا ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔	......
تینوں قسم کی تجلیات سے گزار کر ہزاروں میں سے ایک کو اخلاص اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔	......
کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کرتے ہیں۔ اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ الخ	...... ۱۱۳

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۷)	۱۱۳
شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
اتباع سنت سینہ کی تحریض و ترغیب کے بیان میں۔	......
ان بزرگوں کا طریقہ کبریت احمر ہے۔	......
مدت دراز تک علوم و معارف اور احوال و مقامات بارش کی مانند برستے رہے الخ	......
اب سنتوں میں سے کسی ایک سنت کے احیا اور زندہ کرنے کی ہی صرف آرزو ہے۔	......
اپنے باطن کو خواجگان نقشبند کی نسبت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو سنن ظاہرہ کی متابعت سے آراستہ رکھنا چاہیے۔	......
پانچوں نمازیں اوّل وقت میں ادا کریں۔ سوائے موسم سرما کی عشاء کے۔	......
مکتوب نمبر (۳۸)	۱۱۴
یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
واجب تعالیٰ کی ذات محبت میں گرفتاری کے بیان میں جو اسماء و صفات کے اعتبار اور شیون و اعتبارات سے منزہ ہے۔	......
اور نارسیدہ جماعت کی مذمت میں متکلمین کے قول لا ہو ولا غیر کا معنیٰ اس ذات کو سلوب کے علاوہ کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے۔	......
فارسی زبان میں خدا تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شے کا ترجمہ	......
علمِ شہود اور معرفت کے لیے اس ذات سبحانہٗ کی طرف کوئی راہ نہیں۔	......
جو کچھ بھی لوگ جانتے یا دیکھتے یا پہچانتے ہیں وہ سب غیر خدا ہے اس کی نفی لازم ہے۔	......
یہ نفی اولاً تقلیداً اور آخر میں جا کر تحقیقاً	......
جن ارباب سلوک نے نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر لیا ہے ارباب تقلید کئی مرتبے ان سے بہتر ہیں۔	......
ان کا مقتداء غیر صحیح کشف ہے۔	......
یہ جماعت فی الحقیقت ذات کی منکر ہے۔	......
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول ما عبدناک حق عبادتک ولکن عرفناک حق معرفتک کا معنی	......
عام و خاص اور مبتدی و منتہی کے درمیان فرق۔	۱۱۵
معرفت میں منتہی لوگوں کے قدموں کی ایک دوسرے پر فضیلت۔	......
میں چاہتا تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی کو لکھوں۔	......
بلند ہمت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ سفلی مرتبوں کی طرف توجہ کرے۔	......
بندہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسی کی طرف سے لکھتا ہے۔ اگرچہ کچھ نہیں کہتا۔	......
شہود ذاتی جو بعض اکابر کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا محال ہے۔	۱۱۶
الفاظ ہو الظاہر ہو الباطن سے توحید وجودی نہ سمجھنے کا بیان۔ اور اس معنی میں علماء کے ساتھ موافقت۔	......
جو کچھ ان لوگوں پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کوشاں رہیں۔	......

مضمون	صفحہ
فنا اور محبت ذاتی کے بغیر اخلاص میسر نہیں آ سکتا۔	......
مقامات عشرہ کو حاصل کرنے چاہیئے۔	١١٧
فنا وہی چیز ہے مگر اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
بعض حضرات کو ریاضات و مجاہدات اور کسب مقدمات کے بغیر بھی حقیقت فنا سے مشرف کر دیا جاتا ہے۔ پھر نہایۃ النہایات پر روک دیتے ہیں یا تکمیل کی خاطر عالم کی طرف واپس کرتے ہیں۔	......
کیا وہ علماء اور صلحاء جو فنا سے مشرف نہیں ترک اخلاص سے گناہ گار ہونگے۔ اس شبہ کا جواب۔	١١٧
مکتوب نمبر (۳۹)	......
یہ مکتوب بھی شیخ چتری کو لکھا۔ کام کا دارو مدار قلب کی اصلاح پر ہے۔ صوری اعمال اور رسمی عبادات سے حقیقت معاملہ کشف نہیں ہوتی۔	......
دل کی سلامتی اور اعمال صالحہ دونوں درکار ہیں	......

مضمون	صفحہ
قلبی احوال اعمال صالحہ کے بغیر میسر نہیں آ سکتے۔ بغیر اعمال صالحہ دل کی درستی کا دعویٰ ملحد لوگ کرتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۴۰)	١١٨
یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں منازل جذبہ وسلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر وسلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔	......
شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت تیسرے جزو کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں اصل بات یہی ہے لیکن ہر ایک کی سمجھ یہاں نہیں پہنچتی اکثر لوگ خواب و خیال میں آرام کر رہے ہیں۔ کمالات شریعت کو کیا جانیں۔	......
و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی الہ و صحبہ اجمعین۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین۔ آمین۔	......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(از حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

امام ربانی مجددِ الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی' نقشبندی سرہندی قدس سرہ' السامی۔ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے مکتوبات شریف' کتب تصوف میں نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ نے ان کو مجددانہ شان اور مجتہدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ اور ان میں بیان فرمودہ اسرار و معارف کو ملاحظہ کر کے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ اس فن میں درجۂ امامت و مقامِ اجتہاد[1] پر فائز ہیں۔

مکتوبات قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے' جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت پر مشتمل ہیں۔ اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیہ خام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔ علماءِ سو کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان عظیم پہنچ رہا تھا' اس پر اظہار تاسف کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں' ان کے دفعیہ کے لیے امراء علماء اور صوفیہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں' ان سے اجتناب اور بدعت کو محو کر کے سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ غیر مقلد شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے ملحدانہ خیالات اور ناپاک عزائم کے اثراتِ بد' روافض' خوارج' نواصب و دیگر فرق باطلہ کے بُرے عقائد کے مفاسد و مضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔ تفضیلیہ کو اہل سنت و جماعت سے خارج بتایا گیا ہے۔ عقائد اہل سنت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضرت اہل بیت' شیخین' حسنین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کا سبق دیا گیا ہے۔ غرض کہ سینکڑوں مسائل شریعت و طریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے۔ جو طریقت مخالفِ شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔[2]

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ والغفران کی تصانیف اور علوم و معارف کے مختلف مدارج ہیں۔ اور مکتوبات شریف میں بھی یہ مدارج موجود ہیں' جو مکاتیب تبلیغی اور دعوتی ہیں' وہ عام فہم ہیں اور جو مسائل تصوف پر لکھے گئے

---

[1] مسائل تصوف میں۔ [2] حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت و عظمت' مرتب

ہیں، ان میں سے بعض بہت زیادہ دقیق ہیں............اس سلسلے میں شیخ بدر الدین سرہندی [۳] رحمہ اللہ کا تبصرہ نہایت بصیرت افروز ہے وھو ہذا:

''واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے، ان کی چند قسمیں ہیں:۔

......ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قُدِس سرہ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے، اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوئے تھے۔ ......دوسری قسم وہ ہے کہ اُن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا، دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا، اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں، جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو محرمان راز و کاملین اصحاب تھے، بیان کیا۔ اور ان کے اظہار کے وقت خلوتِ خاص ہوتی تھی اور دروازے بند کر لیے جاتے تھے، اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آ جاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کیے جاتے تھے۔ مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل بہ نیت افادۂ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کیے گئے۔

رسائل و مکاتیب و دفاتر ثلثہ وافر البرکات ان ہی اسرارِ قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور ہر معرفت دل کے ہی پورے طور پر واضح ہو سکتی ہے، جبکہ اکبری دور کے ملحدانہ عقائد اور ماحول سے کما حقہ، واقفیت حاصل کر لی جائے اس موضوع پر محب محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب استاذ شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقی کتاب ''دین الٰہی اور اس کا پس منظر'' جو حال ہی میں دہلی اور لاہور سے شائع ہوئی ہے کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ فاضل مؤلف نے اس دور کے متجددین بالخصوص شیخ محمد اکرام کے مجدد صاحب پر اعتراضات کے شافی جوابات دے دیے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ اور دین اسلام کی بڑی خدمت کی ہے جزاہ اللہ۔۱۲

بیماروں کے لیے شفا اور مجبوروں کے لیے وصال ہے۔'' [۴]

---

[۳] شیخ بدر الدین سرہندی خلیفہ حضرت شیخ مجدد کے حالات کے لیے (ا) حضرات القدس دفتر دوم اور روضۃ القیوم ملاحظہ ہو۔

[۴] حضرات القدس مترجم اردو دفتر دوم ص ۱۰۸۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

> نیز آپ کے رسائل مثل "مبداء و معاد" اور "معارف لدنیہ" کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن ہیں...... اور رسالہ "مکاشفات غیبیہ" رسالہ "اثبات النبوت" رسالہ "آداب المریدین" "شرح رباعیات حضرت خواجہ" "تعلیقات عوارف" اور "رسالہ دررد شیعہ" وغیرہ بھی اسرارِ قسم چہارم میں سے ہیں۔"

اس کے بعد قسم چہارم کی پُر معارف تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علو شان اور ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

> "بہ ملحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق، آں جناب قُدس سرہ کے علوِ شان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامتِ ساطعہ اور آیہ قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الٰہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیانیاں آں جناب قُدس سرہ نے کی ہیں۔ اکابر علماء و مشائخ اس کے شیفتہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان، غیب و بیان، اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلفہ و تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ و جمع بین التشبیہ والتنزیہہ، و تنزیہہ صرفہ اور خفا باقی اطلاق و محال تعینات و تجلی برقی و دوامی و معاملہ وراء تجلی، سکر و صحو و علوم وراثت و غیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلی و تدنّی و محبت و خلّت اور درجاتِ سبعہ متابعت وحدِ صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماوراء آفاق و انفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقل مندوں پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے وہ علو مقال، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں...... اور جب خلوت میں زبانِ الہام ترجمان سے بیان کرتے تھے تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا۔ گویا مرقومات "قال" ہیں۔ اور ملفوظات "حال" دیبان معرفت ہیں اور یہ اتقاء نسبت و اعطا نعمت ہیں۔" [5]

شیخ بدرالدینؒ کے بیان بالا کے مطابق خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی مکتوبات کو قسم چہارم کے اسرار و معارف میں شمار کیا ہے [6]...... حقیقت یہ ہے ولایت کے بلند درجات "بقاباللہ" اور "ظہور من اللہ" پر فائز شخص جس کی پرواز

---

[5] حضرات القدس دفتر دوم۔ ص ۱۰۹۔

[6] زبدۃ المقامات فارسی مطبوعہ نولکشور۔ ص ۱۲۴

ہمیشہ بلند رہتی ہو۔ اور ہر آن اس پر حقائق الٰہیہ منکشف رہتے ہوں، وہ اپنے مقام سے ارادۃً خواہ کتنا بھی نزول کر کے اسرار ورموز بیان کرے، وہ پھر بھی علماء ظاہر اور ابتدائی مدارج کے صوفیہ کے فہم وادراک سے بالا ہوں گے۔ اگرچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکتوبات اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں بیشتر وہ مکاتیب بھی شامل ہیں، جن میں تیسری قسم کے اسرار ومعارف مندرج ہیں۔ جیسا کہ تیسری قسم کے معارف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

> ”مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابتِ سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔“

اس قسم کے دقیق اور عسیر الفہم مکاتیب کے بارے میں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:۔

> ”فہمیدن تدقیقاتِ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت مشکل است کسیکہ در علوم ظاہریہ ید طولانی داشتہ باشد وسلوک ومقاماتِ مخصوصۂ آں جناب ہم بوجہ لائق نمودہ، البتہ اور امنا سبتے بہ فہم آں معارف پیدا خواہد شد وِالّا فلا...... این فقیر مکتوباتِ قدسی آیاتِ ایشاں را از جناب شاہ صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ متوفی ۱۲۴۰ھ) خواندہ وسال ہا در خدمتِ ایشاں حل مواضع مغلقۂ آں نمودہ وشنیدہ وبعد وفاتِ ایشاں تا ایں دم کہ قریب چہل سال شدہ گاہے درس ومطالعہ آں موقوف نہ داشتہ، فی الجملہ قدرت درحلِ آں بدست آوردہ است از دیگراں چہ گوید۔“ [۷]

مکتوبات کی تعداد اور ترتیب وتدوین کی کیفیت

پہلا دفتر ”دار المعرفت ۱۰۲۵“ کے تاریخی نام سے موسوم ہے، اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید[۸] بدخشی طالقانی رحمہ اللہ مرید حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔ مکتوب ۱۱۳ میں حضرت شیخ مجدد کا ارشاد نقل ہے کہ اس دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور ۳۱۳ کے عدد کی رعایت کریں، کیونکہ پیغمبرانِ مرسل، صحابۂ اہل بدر کی تعداد کے مطابق ہے اور دفتر دوم کے دیباچے میں تحریر ہے:۔

> ”چوں جلد اوّل مکتوبات بہ عددِ سہ صد وسیزدہ ۳۱۳ مکتوب رسید حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ برہمیں عدد ختم کنند کہ موافق عدد پیغمبران مرسل است صلوٰتُ اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا

---

[۷] مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ مولفہ شاہ محمد مظہر مجددی مطبوعہ ۱۲۸۲ھ دراکمل المطابع دہلی۔ ص ۱۳۶۔

[۸] ان کے نام کے ساتھ ”جدید“ اس لیے لکھتے ہیں کہ ان کے ہم نام ایک اور بزرگ ان سے قبل حضرت شیخ کے مرید ہو چکے تھے۔ فرق وامتیاز کی خاطر مرید سابق کو ”قدیم“ اور ان کو ”جدید“ لکھتے ہیں طالقان ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔

وَعَلَیْہِم ونیز موافقِ عدد اہل بدر است رضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِیْنَ تبرکاً و تیمناً بر آں عدد ختم نمودہ آمد۔"

مکتوب ۳۱۳ میں جو خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کے نام ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے بعد صاحبزادہ محمد صادق علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۰۲۵ھ فرزند اکبر حضرت مجدد قدس سرہٗ کے وہ تین عریضے' جو انہوں نے حضرت مجدد کی خدمت عالیہ میں لکھے تھے' وہ بھی شامل کر دیے جائیں۔ تاکہ ان عرائض کے پڑھنے والے صاحبزادہ محمد صادق کے حق میں دعائے خیر کریں۔ حضرت کے ارشاد گرامی کے مطابق دفتر اوّل کے آخر مین یہ تین عریضے بھی شامل کر دیے گئے۔

دوسرا دفتر جس کا تاریخی نام "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہے۔ اس میں اسماء حسنٰی کے مطابق کل ۹۹ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کے جامع خواجہ عبدالحی ابن خواجہ چاکر حصاری (رحمہا اللہ) ہیں۔ جناب مرتب دیباچہ دفتر دوم میں لکھتے ہیں کہ اس دفتر کی تدوین و ترتیب کا کام میں نے حضرت خواجہ محمد معصوم (متوفی ۱۰۷۹ھ) کے حکم سے کیا ہے...... دفتر سوم کے دیباچے میں لکھا ہے:۔

"چوں آں جلد بہ نود و نہ مکتوب رسید کہ مطابق اسماء حسنی است برہماں ختم شد در سالے (سال) کہ تاریخ آں از "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہویدا است"

تیسرا دفتر "معرفت الحقائق" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری رحمہ اللہ مرید حضرات امام ربانی قدس سرہ ہیں۔ انہوں نے اس دفتر کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں رہ کر مدوّن کیا۔ اس کے دیباچے میں لکھا ہے کہ مطابق عددِ سُورِ قرآنی ۱۱۴ مکتوبات ہیں سال اتمام جلد ثالث لفظ "ثالث" ۱۰۳۱ سے برآمد کیا ہے۔ مگر واقعۃً اس دفتر میں ۱۲۴ مکاتیب ہیں۔ اور بعض نسخوں میں کم ہیں مطبع نولکشور ۱۱۳ کے چھپے ایڈیشن میں صرف ۱۲۲ ہیں۔ اور ایک میں ۱۲۳۔

اس دفتر کے مکتوب ۱۱۵ کے حاشیہ میں حضرت مولانا نور احمد مرحوم محشی مکتوبات لکھتے ہیں:

"بداں کہ در خطبۂ ایں جلد مصرح ست کہ جملہ مکاتیب ایں جلد یک صد و چہاردہ اند مطابق عددِ سورِ قرآنی' پس این نہ مکاتیب اخیرۂ ایں جلد شاید بعد ازاں بمعرضِ تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ فافہم واللہ اعلم۔" [۹]

پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے:۔

"بداں کہ ایں مکتوب در بعضے نسخ خطیہ یافتہ شد فالحقناہ وجعلناہٗ خاتمۃ المکاتیب و حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نسبت بایں مکتوب فرمودہ اند کہ آں مکتوب داخل جلد ہائے مکتوباتِ

---

[۹] دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۱۵۔ ص ۱۰۴ طبع امرت سر۔

فارسی آیات نہ شدہ۔" [۱۰]

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب ۱۲۴ حقیقتِ کعبہ کے اسرار کے بیان میں ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے بھی اسی مضمون کا ایک خط مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام لکھا ہے۔ اس میں اپنے گرامی کے مذکورہ بالا مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:۔

> "حضرت ایشانِ ما...... قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبحَانَہ، بِسِرِّہِ الْاَقْدَس ۔ در مکتوبیکہ داخل سہ جلد
> مکتوبات نیست نوشتہ اند......" [۱۱]

حضرت مولانا نور احمد نے حضرت خواجہ کے اس ارشاد سے یہ اخذ کیا ہے کہ یہی مکتوب خاتمۃ المکاتیب ہے جو شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ لیکن سمجھنا یہ چاہیے کہ دفتر سوم کے جو ۱۲۴ مکتوبات ہیں ان میں یہ شامل نہیں۔

دفتر سوم کے ساتھ ملحق ہونے والے مکاتیب کے بارے میں دفتر سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کا بیان بہت واضح ہے۔ وھو ہذا

> "بعد از اتمامے جلد ثالث و مجوری [۱۲] بندہ از آستان بعضے مکاتیب دیگر کہ شروع دفتر چہارم
> بود بہ ظہور آمدہ بود و ہنوز بہ چہاردہ ۱۴ مکتوب نہ رسیدہ کہ آں ماہ چہاردہ آسمانِ قطبیت رو
> در نقاب مغرب تُراب کشیدہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہُ الْاَنْوَرَ وَ نَوَّرَ مَضْجَعَہُ المعطر
> بحرمۃ سیّد البشر و الصلوۃ و السلام علیہِ وَ عَلٰی الہٖ و اصحابِہٖ احبّائِہٖ الٰی
> یوم المحشر ناچار آں مکتوب را داخل جلدِ ثالث نمودہ شد۔" [۱۳]

خواجہ محمد ہاشم کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہے کہ تین مکتوب اور بھی ہیں، جو مکتوبات کے اکثر خطی نسخوں میں شامل نہیں ہو سکے واللہ اعلم بالصواب...... اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ کی زندگی میں مکتوبات کے تین دفتروں کو محفوظ کیا گیا۔ بعد میں معرضِ تسوید میں آنے والے مکاتیب کو اُس اہتمام کے ساتھ جملہ خطی نسخوں کے آخر میں شامل نہیں کرایا جا سکا وگرنہ کسی نسخہ میں کم اور کسی میں زیادہ کا معاملہ نظر نہ آتا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ اور صاحب "روضۃ القیومیہ" خواجہ کمال الدین محمد احسان اللہ کے بیاناتِ جو آئندہ اوراق پر نقل ہوں گے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خاتمۃ المکاتیب وہ مکتوب ہے جو امرت سر والے ایڈیشن اور پیشِ نظر ترجمہ میں نمبر ۱۲۳ بنام نور محمد تہاری ہے۔ مگر نور احمدؒ نے مکتوب ۱۲۴ کو جو انہیں بعد میں ملا

---

[۱۰] دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۲۴۔ ص ۱۴۶ طبع امرت سر

[۱۱] مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ ۱۸۸۷ء در مطبع نظامی کانپور مکتوب ۲۴ ص ۴۱

[۱۲] دفتر سوم کی تکمیل کے بعد یہ سرہند شریف سے چلے گئے تھے۔

[۱۳] زبدۃ المقامات مطبوعہ نولکشور لکھنو ص ۲۴۱

خاتمۃ المکاتیب قرار دیا ہے۔ یہ تقدم و تاخر بے اہتمامی کی دلیل ہے۔

ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کی کل تعداد ۵۳۶ ہے۔ پہلے دفتر کے بیس مکتوبات وہ ہیں جو حضرت شیخ مجدد نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی خدمت میں ارسال کیے دو مکتوب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نام ہیں اور ان کے بیٹے مولانا نور الحق کے نام ایک طویل مکتوب ہے۔ ایک جہانگیر بادشاہ کے نام لکھا ہوا ہے۔ دو مکتوب کسی معتقد خاتون اور ایک ہردے رام ہندو کے نام ہے۔ جہانگیر کے دربار کے ممتاز اُمراء و اراکین کے نام بہت زیادہ خطوط ہیں، جن میں سے خان خاناں، خانِ اعظم، خانِ جہاں، مرزا داراب خاں، قلیچ خاں، خواجۂ جہان، لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امراء میں سے سب سے زیادہ خطوط نواب سیّد فرید بخاری کے نام ہیں۔ بقیہ اپنے فرزندانِ گرامی قدر، مریدین، معتقدین، معاصر علماء اور مشائخ کو لکھے ہوئے ہیں۔

مکتوبات مختصر مضامین پر مشتمل بھی ہیں اور اکثر بے حد طویل مباحث کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ یہ طویل مکتوبات رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت مجدد کے اندازِ تحریر اور زورِ بیان کا یہ عالم ہے کہ فیضانِ نسبتِ فاروقی کے دھارے بہ رہے ہیں۔ ہر ایک سطر سے عیاں ہوتا ہے کہ رگِ فاروقی جنبش میں اور غیرتِ ایمانی جوش میں ہے۔

استدراک

جناب ملک حسن علی صاحب بی۔ اے جامعی نے لکھا ہے:

> ”آخری مکتوب ۱۲۳ جو نور محمد تہاری کے نام ہے، بعض مبصرین [۱۳] اسے جعلی اور مصنوعی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس مضمون اور مکتوب کی بعض باتیں خلاف شرع اور خلاف مشرب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔“ [۱۴]

ملک صاحب جو علامہ ابن تیمیہ کی تعلیمات کے عاشق صادق ہیں، نے محض اپنے ذاتی خیالات و معتقدات کی بنا پر اس پُر حقائق و معارف مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت لکھ دیا ہے۔ ملک صاحب کو یہ مکتوب اس لیے خلاف شریعت نظر آیا کہ اس میں مدراج ولایت بیان کرتے ہوئے حضرات آئمہ ان حضرات کے بعد حضرت

---

[۱۳] راقم نے ملک صاحب کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ اُن ”مبصرین“ کے نام بتایئے، جنہوں نے اس مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت قرار دیا ہے؟ ملک صاحب نے جواب میں لکھا کہ ”مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی کتاب تعلیمات امام اہل سنت میں یہ تحقیق پیش کی ہے۔“...... ایک مولوی کریم بخش ”مبصرین“ ہو گئے یا للعجب!

[۱۴] تعلیمات مجددیہ۔ ص ۴۸۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ مقام و منصب عطا ہوا۔ اور تا ایں دم تمام واصلین و کاملین کو ان ہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے۔ اور شیخ مجدد رحمہ اللہ حضرت شاہ جیلان قدس سرہ کے نائب مناب ہیں۔ یہ حقائق حضرت غوثِ اعظم رحمہ اللہ علیہ کی بیت

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(ترجمہ: پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب انتہائی بلندیوں پر ہے۔ اور کبھی غروب نہ ہوگا۔)

کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کے "نظریہ مخدومیت"[15] اور "توحید خالص" کے قائل شخص کو ایسی باتیں ضرور خلاف شرع نظر آئیں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کو جملہ سلاسل کے اولیاء اللہ اور علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ اور تمام مشائخ سلسلۂ مجددیہ نے شیخ مجدد قدس سرہٗ کے اس کلام کو دل و جان سے مانا ہے۔ اور کسی نے بھی حضرت کے اس خط کو جعلی اور خلاف شریعت قرار نہیں دیا صاحب "روضۃ القیومیہ" اور حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ نے اس مکتوب کے ظہور میں آنے کا سبب بتایا ہے۔ پہلے "روضۃ القیومیہ" کی تصریح ملاحظہ ہو:۔

"ایام مرض (وفات) میں ایک روز آں حضرت نے فرمایا کہ آج حضرت غوث الاعظم تشریف فرما ہو کر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے اس شعر:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

کے معنوں کی بابت حیران ہیں.......... اگر آپ اس کا حال لکھیں تو آپ کو اس مرض سے

---

[15] شیخ ابن تیمیہ حرانی کے "نظریہ مخدومیت" پر علامہ مناظر احسن گیلانی نے خوب تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "مقالات احسانی" مطبوعہ کراچی۔ اس نظریہ کے تحت حضرت شیخ مجدد کے اکثر وہ نظریات جن کی بنیاد کشف و مشاہدے پر ہے غلط ٹھہرتے ہیں۔ اور ان کی کرامات و خوارق عادات جو ان کے خلفاء نے بیان کی ہیں وہ بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور دیگر تحقیقات بھی علامہ کی "نکھری ہوئی توحید" کے معیار پر ہرگز پوری نہیں اترتیں۔ چنانچہ علامہ مسعود عالم ندوی نے جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے صاف لکھا ہے:۔

> "تصوف و سلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کے ہاں بھی کمزور محسوس ہوتی ہے۔"

دیباچہ مکاتیب سید سلیمان ندوی بنام مسعود عالم ندوی مطبوعہ لاہور ص ۱۲) حق یہ ہے کہ مسعود عالم ندوی صاحب نے جملہ مقلدان ابن تیمیہ کے ضمیر کی ترجمانی کر دی ہے۔ اور جب یہ معیار قائم کر لیا گیا ہے تو حضرت مجدد کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟

بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوشش من انداز قدت را می شناسم۔

> صحت ہو جائے گی۔ چونکہ حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ کو لقائے پروردگار کا شوق بہت تھا۔ اس لیے بہ کثرتِ شوق آپ آب دیدہ ہوئے۔ اور یہ دعا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الاَعْلٰی بار بار پڑھتے اور فرماتے کہ طبیب کہہ دے کہ تم لاعلاج ہو تو میں بہت سا روپیہ راہ خدا میں صرف کروں۔ مرضِ موت میں آں حضرت نے قیوم ثانی معصوم زمانی کو وصیّت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح کر دی۔ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے آنجناب کی اس وصیّت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات کی تیسری جلد میں داخل کر دیا چنانچہ اس جلد کے اخیر میں درج ہے۔ جو مکتوب شیخ نور محمد تہاری کے نام ہے۔........ اس کے بعد آں حضرت کو چند روز کے لیے صحت ظاہری نصیب ہوئی جو صحت میں بھی حاصل نہ تھی۔" [۱۶]

اب حضرات خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے اپنے بیان پر غور کیا جائے۔ وھو ہذا:۔

> در ایام نقاہت مرض پیشین می فرمودند کہ من مستغرق کمالاتِ اہل بیت رسول ﷺ و دراں ضعفہا با کمال استبشار بیان می فرمودند کہ مرا در باغ اہل بیت سر دادہ اند و بہ عجائب و غرائب آں موطن مشرف می سازند و شطری ازاں در معرض اظہار نیز آوردند و بعضے خصائص و کمالاتِ حضرت امیر را کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ دیدۂ فکر و وہم اندیشہ ازاں خیرہ و در راہ است' مشروح ساختند و ہم چنیں کمالاتِ سائر دوازدہ ائمہ را فرمودند' باریں تقریب کمالات و خصائص حضرات شیخین و حضرت ذی النورین را بیان نمودند و نسبت و منزلت ہر کدام ازیں خلفائے اربعہ و اہل بیت را بآں سرور علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام مشروح ساختند و بعضے از خدمات شائستہ خود را کہ بوقوع آمدہ نیز درمیان آوردند و قدرے از کمالات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی را ہم بیان کردند' چنانچہ در مرض اخیر ایں ذرہ حقیر را وصیّت بہ نوشتن بعضے ازیں اسرار کہ قابل اظہار بود نمودند۔ چنانچہ ایں فقیر بہ مقتضائے وصیّت در ایام عزای آں حضرت بحسب فہم قاصر خویش با چشم گریاں و دلِ ریش موجہ روضۂ منورہ نشستہ آں دُرہائے ناسُفتہ را در سلک نظم (یعنی ترتیب دادہ) کشید و داخل مکتوبات قدسی آیاتِ آں حضرت گردانید۔ چنانچہ ختم مکتوبات بہ ہماں مرقومات مقرر گشت۔" [۱۷]

مؤلف روضۃ القیومیہ کی صراحت اور خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی شہادت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ

---

[۱۶] روضۃ القیومیہ۔

[۱۷] مکتوبات خواجہ محمد معصوم مکتوب ۱۹۳۔ ص ۳۷۷ (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)

اس مکتوب شریف کے معارف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بیان فرمودہ ہیں اور خواجہ محمد معصوم نے حسب وصیت ان کو مرتب کر کے مکتوبات کے آخر میں شامل کر دیا تھا۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ مکتوب بالکل آخری ہے۔ لہٰذا اسے سب سے آخر میں درج ہونا چاہیے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کا یہ کلام اس وقت کا ہے جبکہ آپ کے مدارج علیہا عین نقطۂ عروج پر تھے............ اس خط کو جو نور محمد تہاری[۱۸] کے نام لکھا گیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت غوث اعظم کی مذکورہ صدر بیت کے معنی دریافت کیے ہوں گے۔ لہٰذا ان ہی کو مکتوب الیہ قرار دے دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے کسی اور جگہ ان معارف کو بیان کیا ہے یا نہیں؟

"مکاشفات[۱۹] غیبیہ" مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مرتبہ خواجہ محمد ہاشم کشمی، جس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ "معارف آں اوراق از علوم سابقہ اند" .... اس کے مکاشفہ ۱۶ کے اندر مشروح ہے:

> "باید دانست کہ واصلانِ ذات ازیں بزرگواران کو بہ 'افراد' ملقب اند نیز اقل قلیل اند و اکابر صحابہ و ائمہ اثنا عشر از اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بایں دولت فائض اند و از اکابر اولیاء اللہ قطب غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس بایں دولت ممتاز اند و دریں مقام شانِ خاص دارند کہ اولیاء دیگر ازاں خصوصیت قلیل النصیب اند ہمیں امتیاز فضلے باعثِ علو شان ایشاں شدہ است۔ فرمودہ اند قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کلّ ولی اللّٰہ...... اگرچہ دیگراں را ہم فضائل و کرامات بسیار است لمّا قرب ایشاں بآں خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است، در عروج بآں کیفیت کسے بہ ایشاں نمی رسد، با اصحاب و آئمہ اثنا عشر دریں باب مشارک اند...... ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ [۲۰]

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے اس مکاشفہ کے نقل کیے جانے کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس مسئلے میں چند اور بزرگوں کے حوالے اور آراء نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ اجماعی

---

[۱۸] شیخ نور محمد کے حالات روضۃ القیومیہ میں بایں الفاظ مرقوم ہیں! "آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں، سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ تیسری جلد کا آخری مکتوب آپ کے نام لکھا گیا ہے، جس میں مرض موت کے وقت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کی جو شرح بیان فرمائی، مندرج ہے۔" (ص ۳۳۹) بعض مکتوبات میں آپ کے نام کے ساتھ "تہاری" لکھا ہے۔ مگر روضۃ القیومیہ مترجم اور بعض دوسری کتابوں میں "بہاری" تحریر ہے۔ بہاری صحیح معلوم ہوتا ہے۔

[۱۹] سب کتابوں میں "مکاشفات غیبیہ" نام لکھا ہے۔ مگر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کا خیال ہے۔ "عینیہ" صحیح ہے۔

[۲۰] مکاشفات غیبیہ (عینیہ) شائع کردہ ادارہ مجددیہ کراچی۔ ص ۴۰۔

مسئلہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نامور خلیفہ اور بانی سلسلہ آدمیہ حضرت سیّد آدم بنوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۳ھ) نے اپنی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں وہی کچھ لکھا ہے جو اُن کے مرشد نے ارشاد فرمایا ہے۔ [۲۱]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے "القالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ" میں اپنے مشاہدے کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے حضرت شاہ صاحب کے کلام کی تائید و تشریح اس طرح کی ہے:۔

"آں چہ حضرت شیخ در قطبیت آئمہ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی قطب صمدانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در شرح بیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نوشتہ این ست بیت:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

وفقیر آن را در "شمشیر برہنہ" (تصنیف قاضی صاحب) نوشتہ" [۲۲]

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیشوا شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) نے حضرت شیخ مجدد کے اس مکتوب کا خلاصہ شیخ مجدد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [۲۳]

عارف باللہ شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکارپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۹۵ھ کے مکاتیب میں مکتوب ہفتم ہشتم و چہل و نہم اسی مسئلے پر ہیں اور ہر مکتوب ایک رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ [۲۴]

حاجی فضل اللہ نقشبندی قندہاری قدس سرہٗ الباری (متوفی ۱۲۴۸ھ) نے اپنی تالیف "عمدۃ المقامات" (فارسی) میں حضرت شیخ مجدد کے زیر بحث مکتوب کی عبارت نقل کر کے اس مسئلے کو موکد کیا ہے۔ [۲۵]

---

[۲۱] خلاصۃ المعارف بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ نقشبندی شکارپوری۔ ص ۲۰۵.....خلاصۃ المعارف ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کے مخلوطات بھی کمیاب ہیں۔ اس کی پہلی قسم (جلد) میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس کے ۱۲۴ اوراق ہیں۔ محولہ بالا مضمون دوسری قسم (جلد) میں مسطور ہے۔ جیسا کہ پہلی قسم کے ورق ۱۳۲ پر لکھا ہے:۔

"بیان ایں چہار ولایت در باب دوم در فصل دوم در قول ثانی از قسم ثانی ایں کتاب واضح و مفصل شدہ است۔"

خلاصۃ المعارف کا ایک قلمی نسخہ ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب ۳۴۱۲/ ۴۰۷ ف میں بھی موجود ہے۔ مگر میں یہ نسخہ اس وقت دیکھ نہیں سکا۔

[۲۲] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محترم پروفیسر محمد ایوب قادری ایم۔ اے شائع کردہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد..... ص ۶۵-۴۹۔

[۲۳] درالمعارف فارسی (ملفوظات شاہ غلام علی) مرتبہ شاہ رؤف احمد شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ گجرات ضلع مظفر گڑھ۔ صفحہ ۲۳۱۔ اور شاہ صاحب نے اسی مکتوب کا خلاصہ رسائل سبع سیارہ میں اپنے قلم سے نقل کیا ہے۔

[۲۴] مکتوبات شاہ فقیر اللہ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

[۲۵] عمدۃ المقامات شائع کردہ خانقاہ مجددیہ ٹنڈو سائیں داد (حیدر آباد) مطبوعہ ۱۳۵۵ھ ص ۱۴۰۔

اس مسئلے پر نقشبندی صوفیہ کی متعدد تحریریں اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ جن کے حوالے طوالت کا باعث ہوں گے۔ لہٰذا ذیل میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات نقل کر دینے کافی سمجھتا ہوں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفّی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں:۔

”صوفیۂ اہل سنت بر قطعیت دوازدہ امام صلوٰۃ اللہ علیہم متفق اند۔“ [۲۶]

یہ ملحوظ رہے کہ جس طرح اہل رفض نے حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات اور تعلیمات کو اپنی کتابوں میں بالکل غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے آئمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کو تبدیل کر دیا ہوا ہے۔ اور لاتعداد من گھڑت روایتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہوئی ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت ان کے دعویٰ حب اہل بیت اور ان کی وضعی روایات کے پس منظر سے پورے طور پر واقف ہونے کے بنا پر ان کر کان نہیں دھرتے اور اہل بیت رسول (ﷺ) اور اولاد علی رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں...... یہ بھی واضح رہے کہ صوفیہ کے عقائد پر تاریخ اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے مشاہدات و مکاشفات کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور حصولِ فیوض اور وصولِ مقام قرب ان کے مدنظر رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفّی ۱۲۳۹ھ) کا محدثانہ و صوفیانہ ارشاد ملاحظہ ہو:۔

”نیز آئمہ پسین مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا ہمہ مقتدایانِ و پیشوایان اہل سنت بودہ اند کہ علماء ایشاں مثل زہری و امام ابوحنیفہ و امام مالک تلمذ از انجاب کردہ اند و صوفیۂ آں وقت مثل معروف کرخی وغیرہ از انجاب فیض اندوختہ و مشائخ طریقت سلسلۂ آنحضرات را سلسلۃ الذہب نامیدہ و محدثین اہل سنت زاں بزرگواراں در ہر فن خصوصاً در تفسیر و سلوک دفتر دفتر احادیث روایت کردہ......“ [۲۷]

مندرجہ بالا ارشاداتِ اولیاء و علماء جملہ اہل سنت کا عقیدہ ہیں۔ البتہ نواصب کے لیۓ ضرور خلافِ شریعت ہیں۔

مکتوبات کی مقبولیت

فارسی زبان میں تصوف کی سب سے پہلی مستند کتاب حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفّی قریب [۲۸] بہ ۴۹۰ھ) کی ”کشف المحجوب“ ہے اور اس کو جو مقبولیت و شہرت

---

[۲۶] مقاماتِ مظہری مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ مطبع احمد دہلی ۱۲۶۹ھ۔ ص ۱۲۷

[۲۷] تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع حسنی دہلی ۱۲۷۱ھ۔ ص ۲۸۱

حاصل ہوئی، وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے ۵۳۵ سال بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی کتاب مجموعہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کو وہی مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ اوّل الذکر تصنیف منیف پاک وہند کے اولین مبلغ وداعی اسلام پر دار دشدہ رموز واسرار طریقت وحقیقت ومعرفت کا بیش بہا گنجینہ ہے تو ثانی الذکر یہاں کے مجدد اسلام کے بیان فرمودہ حقائق شریعت وطریقت کا بہترین مجموعہ اور دقائق وغوامض حقیقت ومعرفت کا نہایت اعلیٰ خزینہ ہے...... پاک وہند ماوراء النہر اور دیار عرب کے علماء وفضلاء اور اصفیاء عُرفا نے اسے مرشد طریق قرار دیا۔ قریباً پونے تین سو سال تک طالبانِ حق اس کے خطی نسخوں سے مستفید ومستفیض ہوتے رہے اور دل دادگان تصوف ومعرفت اور سالکانِ ہویت بحتہ اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔ چنانچہ اس کے خطی نسخے بہت جلد عالم اسلام میں پھیل گئے تھے۔

مطابع وجود میں آگئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا۔ اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۸ھ) مرید ومجاز شیخ العرفا حضرت ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرت سر سے طبع وشائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ۲۹

مکاتیب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر عربی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ کتب خانہ اوقات بغداد شریف میں دو عربی ترجموں کے خطی نسخے موجود ہیں:۔

۱۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ۔ لاحمد النقشبندی الفاروقی ۹۷۷۲ = ۲۱x۱۴س

مؤلفہ الشیخ یونس النقشبندی۔

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین...... و بعد فیقول اسیر الذنوب سمی صاحب الحوت...... طالما کنت اطلب مجلدات رسائل غوث المحققین......

۲۸۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کا سال وصال عام طور پر ۴۶۵ھ مشہور ہے لیکن کشف المحجوب کی عبارتیں اس کے خلاف شہادتیں پیش کرتی ہیں۔ اس مسئلے میں عبدالحی جیبی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ طبقات صوفیہ امالی خواجہ عبداللہ انصاریؒ مطبوعہ افغانستان۔

۲۹۔ مولانا نور احمد کے مصحح ومحشیٰ یہ مکتوبات ۱۹۶۴ء میں دوبارہ نور کمپنی انارکلی لاہور نے چھاپ دیئے ہیں ان کے شروع میں مولانا کے حالات زندگی وخدمات علمی کا اجمالی تعارف۔ میرا لکھا ہوا موجود ہے میں نے مولانا کے حالات پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جو آں مرحوم کے فرزند مخدومی مولانا محمد سلیمان کی عدم توجہ کی بنا پر حلیہ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

۳۰۔ الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف صفحہ ۱۳۶۔
تالیف محمد اسعد طلس مطبوعۃ العانی بغداد ۱۳۷۲/۱۹۵۳ منشورات مدیریۃ الاوقاف العامۃ بغداد

احمد النقشبندی...... ولما ظفرت و بعد مدة ۳۰

۲۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی ۴۷۵۲_۲۸x۱۸ س م۔

انشأها الشیخ احمد النقشبندی الاحراری.

رسائل بعث بها الی بعض الصوفیه. اولها مکتوب فی بیان احوال تناسب اسم الظاهر و الظهور قسم خاص من التوحید و بیان عروجات وقعت...... کتبهٗ الی مرشد الکبیر ...... الشیخ محمد بن الباقی النقشبندی الاحراری ۳۱

(۳) تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد مکی کا ہے۔ اس ترجمے کی مقبولیت اور اس کے اثرات پر علامہ مناظر احسن گیلانی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

> ”سلسلہ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ خالدیہ سلسلہ کے نام سے عراق و شام عرب خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہے۔ نیز آپ کے ”مکاتیب طیبہ“ خود براہ راست اُن ممالک میں بکثرت پڑھے گئے اور پڑھے جاتے ہیں، جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ ان تک آپ کے مکتوبات عربی اور اُردو زبانوں میں پہنچائے گئے۔ غالباً روس کے رہنے والے ملا مراد جو مہاجر ہو کر بالآخر مکہ معظمہ میں رہ پڑے تھے، انہوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اور مصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک پھیل گیا۔ یہ خداداد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث و تفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسی معتدبہ کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں ”مکتوبات“ کے مضامین نقل کیے گئے ہیں خصوصاً عصر جدید کی مشہور تفسیر ”روح المعانی“ جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم خلیفۂ ترکی کے عہد میں لکھی گئی، اس میں علامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے۔ کہ جہاں بھی ذکر کا موقع میسر آئے، وہاں ”قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں، اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔“ ۳۲

پھر اُردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر

۳۱۔ ایضاً۔ ص ۱۴۸، ۱۴۹

۳۲۔ مضمون ”ہزارہ دوم یا الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ“ مشمولہ تذکرہ مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ کتب خانہ الفرقان لکھنؤ ۱۹۵۹ء ص ۲۸۔

بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم نے کی، اس ترجمے کا پہلا حصہ "الطاف رحمانی ترجمہ اُردو مکتوبات امام ربانی" کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی نے ۱۳۱۴ھ میں طبع کیا، جو صرف پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرت سر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا، پہلا حصہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے ۱۷ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریحی حواشی پر مشتمل تھا، جو روز بازار اسٹیم پریس امرت سر میں ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا...... "گنجینہ انوار رحمانی اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی" کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۳۰ھ میں چھاپا تھا۔ مگر یہ کام بھی یہیں رُک گیا......... مکمل مکتوبات شریف کا اُردو ترجمہ پیش کرنے کا سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجدّدی کے حصے میں آئی۔ ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ والے کی قومی دکان لاہور سے دوبار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی اُردو انتخاب اور خلاصے شائع کیے۔ اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی مرحوم (متوفی ۱۳۷۰ھ) کا ہے۔ انہوں نے "دُرلا ثانی" کا نام سے مکمل مکتوبات کی اُردو تلخیص کی جسے "اعلیٰ کتاب خانہ" کراچی نے "انتخاب مکتوبات" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں دوبارہ شائع کیا۔ غرض کہ علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

مکتوبات کی ایک غیر مطبوعہ فارسی شرح "ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات" درود جلد از مولوی ضیاء الدین، اچکزئی (متوفی شصت سال قبل) شارح کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نواز د ضلع قندھار کے پاس محفوظ ہے۔[۳۳] .... مولانا شمس الدین[۳۴] رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) تاجر کتب نادرہ لاہور کے ذاتی کتب خانے میں، دو ایسی کتابیں میں نے دیکھی تھیں، جن میں مکتوبات قدسی آیات کی روایات کی تخریج کی گئی ہے۔ ان دو میں سے ایک کا نام "تشئید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات امام ربانی" حافظے میں محفوظ رہ گیا ہے۔

بایں ہمہ ابھی مزید کام کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ مجدد کے کشوف اور متشابہہ کلام پر اعتراضات کے سلسلے میں خاص طور پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر نقشبندی بزرگوں نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر تحقیق سے زیادہ عقیدت سے کام لیا گیا ہے۔ [۳۵] عزیزی محمد اقبال مجدّدی سلمہ اللہ مکتوب الیہم

---

[۳۳] مکتوب حاجی عبدالغنی قندھاری بنام راقم الحروف۔

[۳۴] مولانا شمس الدین نور اللہ مرقدہ کو حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی تعلیمات سے عشق تھا۔ انہوں نے تصوف اور بالخصوص سلسلہ مجددیہ کی نادر و نایاب کتابوں کو بڑے شوق سے جمع کیا تھا۔ اگر مولانا اس وقت زندہ ہوتے تو میں ان کے کتب خانے سے کماحقہٗ فائدہ اُٹھاتا۔ وَكَمْ حَسَرَاتٍ فِیْ بُطُوْنِ الْمَقَابِر۔

حضرات کے حالاتِ زندگی جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلد از جلد اپنی اس تحقیقی کتاب کو منظرِ عام پر لا سکیں۔

ان کی یہ پیشکش خاصے کی چیز ہوگی۔ اِن شاءاللہ...... حضرت مجدّد الف ثانی نے بڑی فراخ دلی سے اپنی بعض ابتدائی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ مثلاً دفتر اوّل حصہ سوم کے مکتوب ۲۰۹ میں مبداء و معاد کی ایک عبادت سے رجوع کا اعلان کیا ہے۔ [۳۶] اسی طرح اور مکاتیب میں بھی بعض کشفی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ ان رجوع نمودہ عبارات کی نشان دہی کی ضرورت ہے۔ اور بعض کشفی مشاہدات آخر عمر میں

---

[۳۵] چند مکتوبات کی بعض عبارتوں پر اعتراضات کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نا کافی سمجھ کر براہ راست معترضین کی کتب کو دیکھنے کی کوشش کی۔ معارج الولایت (قلمی) مخزونہ دانش گاہ پنجاب نسخہ ذخیرہ آذر ورق ۵۸۶ ب، بعد میں معاندانہ اور گستاخانہ انداز میں جو کچھ جمع کیا گیا ہے، وہ دیکھا۔ اور فہرست مخطوطات کتب خانہ آصفیہ کے ذریعے سید محمد برزنجی اور ابو علی حسن بن علی عجمی مکی کے رسائل کے بے ہودہ مضامین سے آگاہی حاصل کی تو اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر سینکڑوں صفحات لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ مقدمہ ان مباحث کی طوالت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا۔ اس موقع پر برزنجی کی تحریرات کی حقیقت واضح کرنے کے لیے فہرست مذکور میں درج، ملخصِ رسالہ ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

> "در سال یک ہزار و نود و سہ ہجری در شہر جماد یلاآ خراز ہندوستان...... خیالات شیخ احمد سرہندی بطور استفتاء و در یار عرب رسید کہ اُو دعویٰ رسالت کردہ است" (فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ حصہ دوم مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی۔ مطبوعہ دار الطابع سرکار عالی حیدر آباد ۱۲۷۵ھ ص ۳۶۳، ۳۶۴)

نوٹ: یہ فہرست فارسی میں لکھی گئی ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ برزنجی کے رسالے کا ردّ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے "الکلام المنجی فی ایراد البرزنجی" کے نام سے لکھا تھا۔ برزنجی نے ایک نہیں، دس رسالے لکھے تھے۔ اور یہ علامہ کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ برزنجی کے آخری دو سائل ۱۰۹۳ھ میں معرضِ تسوید میں آئے اور علامہ ۱۰۶۷ھ میں وفات پا چکے تھے۔

حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت شیخ مجدّد سے عارضی طور پر کچھ اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ جو جلد ہی رفع ہو گئے۔ اس پر بھی مفصل گفتگو کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بعد متجدین شیخ عبدالحقؒ کے عقیدت مند ہونے کے باوجود اس مخلصانہ اور برادرانہ "اختلاف" کو "خلاف" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ شیخ اور مجدد صاحب ہم عقیدہ اور پیر بھائی تھے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے "حیات شیخ عبدالحق" میں شیخ کا وہ رسالہ جس میں مجدد صاحب پر تنقید کی گئی ہے۔ معارج الولایت سے لے کر شامل کیا ہے۔ اس کا متن مخدوش ہے۔ محققین کو شیخ عبدالحق کا وہ رسالہ تلاش کرنا چاہیے۔ جو اغلاط سے پاک ہو۔

[۳۶] رجوع کی قوت صرف عظیم انسانوں میں ہوتی ہے۔ چھوٹے آدمی رجوع کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدّد کا رجوع کرنا جہانگیر سے ٹکر لینے سے زیادہ ہمت کا کام ہے۔

ابتدائی مشاہدات سے قدرے مختلف یا واضح ہو گئے ہیں، اس پر بھی کام ہونا ضروری ہے اور یہ تبدیلی خیالات اُن کے مدراج عالیہ میں ہر دم عروج و ترقی کی بنا پر ہے۔

اُردو ترجمے کی ضرورت

حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے محشّٰی مکتوبات کی اشاعت ثانی سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے۔ مگر اُردو ترجمے کے نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات علمیہ اور معارف لدنیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔

اکبری دور کی پیدا کردہ بداعتقادیوں اور بداعمالیوں اور ہمارے زمانے کے دینی اور اعتقادی فتنوں میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس زمانے کے ''لصوصِ دین'' [۳۷] اکبری دور کے ''لصوص دین'' کے زلہ ربا اور خوشہ چین ہیں۔ اُس وقت اگر تارکِ تقلید ملا مبارک اور اس کے ملحد و زندیق بیٹے ابوالفضل اور فیضی دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے تو آج ان کے شاگرد ان رشید دین کے نام پر دین میں تحریفات کرنے میں کوشاں ہیں۔ مسٹر غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور کانگرسی ملاؤں کے ممدوح و مربی مسٹر مسعود سابق ناظم محکمہ اوقاف کی مکروہ تحریروں اور کارنیوالوں سے اہل حق کے دل مجروح ہیں اور اسی قبیل کے لصوص دین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ شیخ محمد اکرم جو سر سید کے مکتبہ فکر سے متعلق ہیں، نے بھی اپنی کتابوں کے ذریعے اہل حق کو بدنام کرنے کی پوری سعی کی ہے۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود [۳۸]

مکتوبات قدسی آیات میں ہر دو اور ہر ایک کے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے تعلیمات و ہدایات موجود ہیں۔ جس دور میں یہ لکھے گئے تھے وہ چونکہ ہمارے دَور سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لیے ان میں خاص طور پر ہمارے لیے فوز و فلاح کی تعلیم موجود ہے۔ اس بے دینی والحاد کے دور میں جب کہ بداعتقاد لوگ گمراہ کن لٹریچر بہ کثرت پھیلا چکے اور پھیلا رہے ہیں...... مجدد اعظم کی تحریریں بلاشبہ تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔

---

[۳۷] لصوص ''لص'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی ڈاکو اور چور کے ہیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں...... طالب علمان بے باک و آزاد (خیال علماء) از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند اجتناب از صحبت ایں ہا نیز از ضروریات دین است'' (دفتر اوّل مکتوب ۲۱۲) بددینوں سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر کہنے والے حضرت شیخ مجدد کے اس ارشاد پر غور کریں۔

[۳۸] ان ہی لوگوں میں سے ایک پروفیسر محمد حبیب ہیں۔ جو ہندوستان میں ان کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

مقام صد شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی زید علمہ ومجدہ نے فارسی سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے مکمل مکتوبات شریف کا ترجمہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔

فاضل مترجم نے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۲ھ) ساکن حضرت کیلیانوالہ خلیفہ ارشد شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفّٰی ۱۳۴۸ھ) سے روحانی فیض پایا ہے۔ ظاہری علوم کے بھی باہر ہیں۔ دار العلوم نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ چھ سات سال سے دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں۔ اولیاء کرام کی ان پر خصوصی توجہ ہے۔ کئی برس تک مسجد شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہٗ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اب حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی مسجد مبارک میں امامت وخطابت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے انہیں والہانہ عقیدت ہے۔ تعلیمات صوفیہ علیہ بالخصوص افادات مجددیہ کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا نور احمد کے محشّٰی مکتوبات دوبارہ ان ہی کی تحریک ومساعی سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت وجانفشانی سے ان کی کاپیاں اور پروف پڑھے اور پلیٹیں بھی دیکھیں...... حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی تصانیف بدایۃ الہدایہ اور منہاج العابدین کے انہوں نے ترجمے کیے ہیں، جو طبع ہوکر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا قابل ذکر ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب ملک حسن علی صاحب جامعی کی کتاب ''تعلیمات مجددیہ'' کے جواب میں ''مسلک امام ربانی'' لکھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ دو ہزار کا ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہوگیا۔ اب یہ کتاب دوبارہ مع اضافات کے آرہی ہے۔ [۳۹]

جناب فاضل مترجم کی علمی کاوشوں اور روحانی نسبتوں کے ذکر کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ قارئین کرام کو اطمینان ہو جائے کہ مترجم حضرت امام ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے قوی نسبت رکھنے کی وجہ کلام مجدد کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے علم اور نسبت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ جناب مترجم ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

اس عظیم وقیم کتاب کی طباعت کے لیے بھی کسی بہت اچھے ادارے کی ضرورت تھی۔ یہ فضل ایزدی یہ مسئلہ بھی از خود حل ہوگیا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کو پہلی بار چھاپنے کا شرف حاصل ہوا اس کے بعد اب اس کی

---

[۲۶] ملک صاحب مسلکاً غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے مجدد صاحبؒ کے نام پر علامہ ابن تیمیہ کا پروپیگنڈا کرنے کے لیے ''تعلیمات مجددیہ'' لکھی ہے۔

پبلی کیشنز پروگیسو بکس اُردو بازار لاہور کے حصے میں آئی ہیں اس کے مالک چوہدری غلام رسول اس کو بہ صد ذوق و شوق چھاپ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم کی یہ کوشش مقبولیت دوام کا درجہ حاصل کرے اور قارئین کو عمل کی توفیق ملے۔ جناب ناشر بھی جزائے خیر سے نوازے جائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

یہاں عزیزی محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ آں عزیز نے کئی نایاب کتابیں اپنے کتب خانے سے لا کر مجھے دیں۔ اور بعض حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی...... جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمين، اضعاف ما حمده، جميع خلقه كما يحبّ ربّنا و يرضى، والصّلوٰة والسلام علٰى من ارسله، رحمة للعالمين، كلما ذكره الذاكرون و كما غفل عن ذكره الغافلون كما ينبغي له و يَحرىٰ وعلٰى اٰله و اصحابه البررة التقىّ و النُقىّ.

تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیۓ، ان تمام تعریفوں سے دُگنی جو اس کی سب مخلوق نے کی ہیں۔ ایسی تعریفیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں اور درود وسلام اس ہستی پر جسے اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جب تک ذکر کرنیوالے اس کے ذکر میں مصروف رہیں اور جب تک غافل لوگ اس کے ذکر سے غافل رہیں۔ ایسا درود وسلام جو آپ کی ذات کے لائق ومناسب ہے۔ اور آپ کی آل واصحاب پر جو نیک اور متقی اور پاک ہیں

☆☆☆☆

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات قدسی آیات کا دفتر اوّل ہے۔ وہ امام ربانی جو محققین کے غوث، عارفین کے قطب، ولایت محمدیہ کی برہان، شریعت مصطفوی کی دلیل و حجت، اسلام اور مسلمانوں کے شیخ ہیں۔ یعنی ہمارے شیخ اور امام الشیخ احمد فاروق نقشبندی اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے۔ جسے یہ حقیر قلیل البضاعۃ اس درگاہ کے خاک نشینوں میں سے کمترین خاک نشین یار محمد جدید بدخشی طالقانی جمع کر کے اس امید پر احاطہ تحریر میں لایا کہ اس سے طالبان حق جل وعلا کو نفع پہنچے۔ اللہ سبحانہ، و تعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کی درخواست ہے۔

مکتوبات اوّل

ان حالات کے بیان میں جو اسم مبارک اَلظَّاھِرُ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی قسم خاص کے ظہور اور اُن عروجات کے بیان میں جو مُحَدّد (عرش) سے اوپر واقع ہوئے۔ اور بہشت کے درجات کے انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے بیان میں اپنے پیرو مرشد کو لکھا جو بزرگ' کامل' کرنے والے' درجات ولایت تک پہنچانے والے' اس طریقے کی ہدایت کرنے والے جس میں ابتداء انتہاء میں درج ہے' پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و امام الشیخ محمد الباقی نقشبندی' احراری قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس۔ اور اللہ انہیں ان کی آرزو کے اقصیٰ مقام تک پہنچائے۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد حضور کی خامت میں عرض اور حسب حکم مبارک گستاخی کرتا ہے اور اپنے احوال پریشان بیان کرتا ہے کہ دورانِ راہ وہ ذات اسم الظاہر میں اس قدر متجلی ہوئی کہ خاص خاص تجلی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں' بلکہ ان کے الگ الگ اجزاء میں ظہور فرمایا۔ اور اس وقت میں اس گروہ مستورات کا اس قدر مطیع و منقاد ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس انقیاد و اطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصی لطائف اور حُسن و جمال کے عجیب و غریب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور مظہر میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح پگھلا ہوا محسوس کرتا تھا۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ ظہور ہوا۔ وہ لطافت اور حسن جو لذیذ اور پُرتکلف کھانے میں تھی اس کے ماسوا میں نہ تھی۔ اور میٹھے پانی اور غیر میٹھے پانی میں بھی ایسا ہی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں اپنے اپنے درجات کے مطابق خصوصی کمال کا ظہور تھا۔ اس تجلی کی خصوصیات کو تحریر میں نہیں لا سکتا۔ اور اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔ لیکن ان تجلیات کے دوران رفیق اعلیٰ (محبوب حقیقی) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور ان تجلیات کی طرف اپنی وسعت کے مطابق توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کوئی چارہ نہیں پاتا تھا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی خدا تعالیٰ کی نسبت تنزیہی سے کوئی مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت تنزیہی کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا' اس تجلی سے مشرف فرمایا۔ میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل کج نظری میں مبتلا نہیں ہے۔ بلکہ تمام معلومات اور ظہورات سے اعراض کیے ہوئے ہے۔ اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے۔ کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات خفا اور پوشیدگی میں چلی گئیں۔ اور وہی حیرت و نادانی کی حالت قائم اور موجود رہی۔ اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہو گئیں گویا وہ کبھی مذکور بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد

ایک خاص فنا رونمائی ہوئی۔ اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علمی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس فنا میں گم ہوگیا۔ اور نفسانیت و انانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے۔ اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو لائق ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا۔ بالجملہ کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر ظاہر و رونما ہوئے۔ خدا سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔

عرش پر بہت سے عروجات واقع ہوئے۔

مرتبہ اوّل: مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دار خلد (جنت) نیچے محسوس ہوتی تھی۔ اس دوران دل میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا تو ان کے مقامات نظر پڑے اور ان اشخاص کو بھی ان کے تفاوت درجات کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

مرتبہ دوم: پھر ایک اور عروج واقع ہوا۔ جس میں مشائخ عظام' آئمہ اہل بیت' خلفاء راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا مقام خاص اسی طرح اپنے اپنے درجات کے مطابق تمام باقی انبیاء و رُسل اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات عرش سے اوپر مشہور ہوئے۔

اور عرش سے اوپر اس مقدار میں عروج واقع ہوا کہ مرکز خاک سے عرش تک یا اس سے کچھ نیچے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتہی ہوا۔ اور اس مقام سے اوپر کچھ مشائخ تھے بلکہ اسی مقام میں یا ذرا اوپر جیسے شیخ معروف کرخی' اور شیخ ابو سعید خراز۔ اور باقی کچھ مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی مقامات رکھتے تھے۔ نیچے تو شیخ علاؤ الدولہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ جیسے مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی تھے' اور ان سے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور باقی انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے الگ ایک طرف تھے۔ اسی طرح بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی علیحدہ ایک طرف کو تھے' علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضور سرور کائنات علیہ السلام کے مقام کو سب سے فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔ واللّٰہ سبحانہ اعل بحقائق الامور کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو بہتر جانتا ہے۔)

اور میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات چاہنے کے بغیر بھی واقع ہوتا ہے۔ اور بعض دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں' اور بعض عروجوں پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ بعض حالات لکھوں اور کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت کے وقت یاد آئیں' لیکن یاد نہیں آتے۔ اس لیے کہ یہ بات حقیر محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو استغفار کا موقعہ ہے' کچھ لکھنے کا نہیں۔ اس عریضہ کی تحریر کے دوران بعض باتیں یاد تھیں' آخر حافظے نے وفا نہ کی اور کچھ نہ لکھ

سکا۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک و استغراق کا غلبہ ہے اور تمام مقامات جذبہ سے اوپر قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا' اب باوجود صفات کے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے کو خالی محض پاتا ہے۔ بلکہ وہ نور جس سے صفات قائم ہیں اسے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے الگ ایک طرف پاتا ہے۔ دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتر ہو رہے ہیں۔ دوسری عرضداشت میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر (۲)

ترقیوں کے حصول اور عنایات خداوندی جل سلطانہ پر فخر کرنے کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کو لکھا۔

عراضداشت۔ کمترین بندگانِ احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف کر سکتا۔ لاچار اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تسلی دی۔ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے مسلسل اور متواتر جو عنایاتِ خداوندی اس ناچیز پر فائض اور وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے۔

من آن خاکم کہ ابرِ نو بہاری   کنداز لطف برمن قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم   چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں وہ خاک ہوں کہ موسم بہار کا بادل اپنے لطف و کرم سے مجھ پر برس رہا ہے۔ سبزے کی طرح میرے جسم پر اگر سو زبانیں بھی اُگ آئیں پھر بھی میں اس کی مہربانیوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس قسم کے حالات کا اظہار گستاخی کا وہم ڈالتا ہے' اور اس سے فخر و مباحات کا احساس ہوتا ہے۔

وے چوں شاہ مرا برداشت از خاک   سزد گر بگدزانم سراز افلاک

لیکن جب شاہ مجھے سے اوپر اُٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔

عالم صحو و بقا کی ابتداء اواخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقاء خاص سے ہر لحہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ فائض کر رہے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان و شہود سے جو اس مقام بقا کے مناسب ہے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہِ رمضان مبارک کی چھ تاریخ کو ایک ایسے بقا اور احسان سے مشرف فرمایا گیا ہے جس کے متعلق بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت

استعداد اسی مقام تک تھی۔ اور وہ وصل جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ جذبہ کی جہت اب تمام ہو چکی ہے اور سیر فی اللہ جو اس مقام جذبہ کے مناسب ہے، اس کے آغاز کا وقوع ہو چکا ہے۔ جس قدر فنا اکمل ہو گی اس پر بقا بھی ویسی ہی مرتب ہو گی۔ اور جس قدر بقا اکمل ہو گی، حالت صحو بھی زیادہ حاصل ہو گی۔ اور جس قدر حالت صحو زیادہ ہو گی، اسی قدر علوم کا افاضہ بھی شریعت غرا کے مطابق زیادہ ہو گا۔ کیونکہ کامل صحو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراسر شریعت اور عقائد ہیں، جو ذات وصفات کے بیان میں ہیں۔ اور ان علوم کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائض و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شرعیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور مجمل مفصل ہو جاتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

یعنی اگر ان کی شرح کی جائے تو بے حد ہو جائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا معاملہ گستاخی تک پہنچ جائے۔ مصرع۔

بندہ باید کہ حد خود داند
بندے کو چاہیے کہ حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۳)

بعض دوستوں کے مقام مخصوص میں بند ہو جانے اور بعض کے ترقی کر کے تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھا:

عرضداشت: جو دوست یہاں ہیں نیز وہ دوست جو وہاں ہیں ایک مقام میں محبوس و بند ہو چکے ہیں۔ ان کے ان مقامات سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو چکا ہے۔ وہ قوت مجذ رت جو اس مقام کے مناسب ہے بندہ اپنے اندر نہیں پاتا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے ترقی عطا کرے۔ اس کمینہ کے خویشوں میں سے ایک شخص اس مقام سے گزر چکا ہے اور تجلیات ذاتی کی ابتداء تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ اس حقیر کے قدم پر قدم رکھ رہا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی پر امید ہے۔

وہاں کے کچھ دوست مقربین کے راستہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے موافق حال طریقہ ابرار رہے۔ تاہم جس قدر ان کو دولت یقین حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اسی طریقہ پر ان کو حکم فرمانا چاہیے۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند
ہر ایک کو اس کے مناسب حال کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے وہ مخفی نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہ کی۔

اس عرضداشت کی تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں یوں دیکھا گویا بڑے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دروازہ حیرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس دروازے کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ کو اور تجھے (حضرت مجدد قدس سرہٗ کو) دیکھتا ہوں۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن پاؤں میری موافقت نہیں کرتے۔

مکتوب نمبر (۴)

عظیم القدر ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور حقیقت محمدیہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے بذریعہ خط مبارک اُس بلند آستانہ کے خادموں کے متعلق بندہ کچھ اطلاع اور واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر وقت منتظر ہے۔

ماہ رمضان مبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ اور حقیقت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ظل اوّل ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ۔ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

اس بات کا مصداق ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے۔ جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہِ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہِ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور اس کی برکات وخیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا، امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں

اور ہیں' اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تا کہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہوا' اور حقیقت محمدیہ علیٰ مظہر ہا الصلوات والتسلیمات کہ اس سے عبارت ہے وہ قابلیت ذات نہیں جو صفات سے متصف ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ عزّ سلطانہٗ کی ذات کی قابلیت مراد ہے جو اعتبار علمی کے ساتھ ملحوظ ہے اور جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی سے متعلق ہے۔ یہی حقیقت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ باقی رہی اتصاف کی قابلیت جو خانہ صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حقیقت ہے۔ یہی قابلیت بعض اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل اختیار کر چکی ہے حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گو ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس سے آمیزش نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں حائل نہیں۔ اور محمدی المشرب جماعت کی حقیقتیں ذات عزّ شانہ کی قابلیات ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض ان کمالات سے متعلق ہے۔ اور محمدی قابلیت ذات واجب تعالیٰ اور ان قابلیات متعددہ کے درمیان برزخ و پردہ ہے۔ اور ان بعض کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس۔ اور اس خانہ صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے۔ تو ضروری طور پر اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نہیں ہو سکتی۔ تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی علیٰ مظہر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ کو علی مظہر ہا الصلوٰۃ والسلام جو صرف ایک اعتبار ہے' اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات میں نظر سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اور اتصاف کی قابلیت بھی اگرچہ ایک اعتبار ہے۔ لیکن برزخیت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتفاع غیر ممکن ہو چکا ہے۔ لہٰذا ضروری طور پر یہ اتصاف دائماً بیچ میں حائل رہتا ہے۔

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت اور ظلیت کی جامعیت ہے' بہت وارد اور فائض ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کاغذ پر لکھ لیے جاتے ہیں۔ قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں (مقام قطبیت اور مقام فردیّت) کے حصول کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق و امتیاز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو جسے تعین اوّل بھی کہتے ہیں ذات سے زائد نہیں مانتے۔ اور اس قابلیت کے شہود کو ہی تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن حق بات وہی ہے جو میں نے بیان کی اور جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حق کو حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

جس رسالے کی تحریر کا بندہ کو حکم ہوا تھا اس کے مکمل کرنے کی توفیق میسر نہیں آ سکی اور جتنی لکھ چکا تھا اتنی ہی تحریرات پڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس توقف میں خدا تعالیٰ جل سلطانہٗ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۵)

خواجہ برہان الدین کی سفارش کے سلسلہ میں جو آپ کے مخلصوں میں تھے اور کچھ دوسرے حالات کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی طریقت کے بارے میں لکھ کر ارسال خدمت کیا ہے' آپ کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ ابھی مسودہ ہے۔ خواجہ بُرہان آپ کی طرف جلد ہی چل پڑے' نقل مسودہ کی فرصت نہ مل سکی۔ اس امر کا احتمال ہے بعض دوسرے علوم بھی اس سے لاحق کر دیے جائیں۔ ایک روز رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل سُست میں گزرا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں' تا کہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق بعض مزید علوم کا فیضان و ورود ہوا۔ بہر حال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہو سکی۔ اگر اس مسودہ کو تکملہ تصور کر لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور اگر بعض مناسب کو منتخب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔ زیادہ جرأت ادب سے دور ہے۔

خواجہ برہان نے اس مدت میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی ان کو حصہ مل چکا ہے۔ صوبہ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا وقت پراگندہ اور مشوش ہو گیا ہے۔ ملازمت کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ جو حکم بھی فرمائیں گے مبارک ہو گا۔

مکتوب نمبر (۶)

جذبہ اور سلوک کے حصول کے بیان ہیں' اور جمال وجلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کے فائق اور اعلیٰ ہونے کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہٗ نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے اور جمال وجلال دونوں صفتوں کی

تربیت کے ساتھ نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے۔ رسالہ قدسیہ (مصنفہ حضرت خواجہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض حواشی کی اس عبارت کو اپنے مفہوم صریح سے بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک موہوم معنی پر حمل کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے' اس میں تاویل وانحراف کی گنجائش نہیں۔ اور اس تربیت کی علامت یہ ہے کہ مجھے محبت ذاتی سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا ماسوی اللہ کو بھول جانے کا نام ہے تو جب تک تمام علوم سینہ سے دور نہ ہو جائیں اور انسان جہل مطلق سے موصوف نہ ہو جائے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔ اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے اس کے زوال کا امکان نہیں۔ اور یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور حاصل ہو جائے۔ غایۃ درجہ یہ بات ہے کہ بقا سے پہلے محض جہالت ہوتی ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ عین نادانی میں شعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں شہود حاصل ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ حق الیقین کا مقام ہے' جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو اس جہالت سے پہلے حاصل ہوا ہوتا ہے وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر علم ہے تو اپنے میں ہے۔ اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے اندر ہے۔ اور اگر معرفت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے ہی اندر ہے۔ جب تک نظر باہر ہے' بے نتیجہ ہے۔ اگر چہ اپنے اندر ہی نظر ہو اِدھر اُدھر سے نظر کو بالکل منقطع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبندہ قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کو اپنے وجود میں حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بھی صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ شہود' معرفت اور حیرت' یہ سب چیزیں صرف نفس میں ہیں' باہر کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان تینوں سے باہر ہے چاہے اپنے اندر ہی ہو فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا' تو بقا سے کیسے حصہ پا سکتا ہے۔ فنا اور بقا کا نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے۔ بقا فنا کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہٰذا بعض اہل اللہ فنا اور بقا سے موصوف ہونے کے باوجود باہر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن ان حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام سے فائق ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند   نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ہر آئینہ رکھنے والا سکندری کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر سر تراشنے والا قلندری ہی جانتا ہے۔

جب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں سے صدیوں کے بعد صرف ایک یا دو کو اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلاسل میں تو اس نسبت کے حصول کا تناسب بہت ہی کم ہے' یہ نسبت دراصل حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی نسبت ہے۔ اور نسبت کو تمام و کمال تک پہنچانے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین المعروف نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اس

دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند
یہ ایک عظیم دولت ہے۔ اب دیکھیے یہ کسے عطا ہوتی ہے

عجیب بات ہے، پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی، فرحت و سرور کا باعث تھی۔ اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور جس قدر سامان دنیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کہ آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے، تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تھوڑا سا ضرور لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم و حزن محسوس ہوتا ہے، اگرچہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہ الٰہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اُدْعُوْنِی کی بجا آوری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مقصود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سُکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحو میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز، محتاجی اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود رفع بلا و مصیبت نہیں تھی، دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی ہے تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز و محتاجی، خوف و غم کے تحت تھیں، صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔

بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کر جاتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۷)

اپنے بعض عجیب و غریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا، یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یوں گزرا کہ تمام عالم عنصریات و فلکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اور جبکہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیاء تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سمیت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ مکمل بیگانگی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی اور اس میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو

نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے' اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا کہ اس کو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ لحہ بہ لحہ نیچے چلا گیا' اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تحیۃ الوضو کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں۔ لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے میں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میرا سر اس مقام کے برابر ہوا۔ پھر بتدریج اوپر بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل نام کا مقام ہے۔ کہ تمام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک پورا نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ مل سکتا۔ اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بُرے اخلاق و عادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شدائد کو دور کرنے کی غرض سے توجہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرضی خدا تعالیٰ معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے یا یہ شرط نہیں؟ رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار) سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی جاننا شرط نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ حالانکہ مجھے توجہ کرنا اچھا بھی نہیں لگتا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کہ حضور میسر آ جانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اول

سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔ اور اپنا کام نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

چوتھی گذارش یہ ہے کہ حضرت خواجہ (عبید اللہ احرار قدس سرہٗ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گذارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار کرتے ہیں لیکن غذا میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدرے استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کاہلی کے باعث بالکلیہ طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں' ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے۔ کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سے زیادہ طویل سلسلہ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مکتوب نمبر (۸)

ان حالات کے بیان میں بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام' احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائز اور وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے' مجھے اوّل حال ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ میسر آ چکا ہے۔ پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے اور اس ضمن میں انواع و اقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ ان مقامات و معارف کی صریحاً تصدیق قوم کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اجمالی اشارات و رموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علوم و معارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم و معارف ظاہر شریعت' اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق و مطابق ہیں' روش شریعت کے ظاہر سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتے' اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔ فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا

قدرت فعل کے ساتھ بخشتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضاء کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنۃ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اس سلسلہ عالی کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرخیؒ، امام داؤد طائیؒ، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسراہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم و معارف کا حاصل و خلاصہ بعد اور بیگانی ہے۔ علاج معالجہ سے کام گزر چکا ہے۔ جب تک پردے لٹکے ہوئے تھے، انہیں اُٹھانے کے لیے سعی اور اہتمام کی گنجائش تھی۔ اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے۔

فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ!

اب نہ تو اس کا کوئی معالج ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کمال بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل و اتصال رکھا ہوا ہے۔ وہی کتاب یوسف زلیخا کا ایک بیت مناسب حال ہے۔

دراگندہ دف ایں آواز دوست
کز و بردست دف کوباں بود پوست

دف نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے۔ مگر اس دوست کی طرف سے دف بجانے والے کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پوست اور چمڑے کے اور کوئی شے نہیں۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے اور مشہور کیا ہے۔ ع

"خلق را روے کے نماید او" (وہ مخلوق کو کب چہرہ دکھاتا ہے)
ما للتراب و رب الارباب یعنی "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

فقیر خود کو بندۂ مخلوق بے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کو خالق اور قادر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا اور مانتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ماسوا اللہ کو اس کا عین اور مرآۃ بننے کی کہاں گنجائش ہے۔ ع

در کدام آئینہ در آید او
وہ کس آئینہ میں آ سکتا ہے

فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات و صفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل

اور ناچیز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات و مجاہدات کے باوجود چوں کہ ذات و صفات سے متعلق عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال و نورانیت بھی نہیں رکھتے۔ علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو۔ نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ اور یہ فقیر معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس سے جدا اور نہ محیط اور نہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیاء یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو مؤثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقۃ اثر نہیں جانتا۔ جیسا کہ حکماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی

ان شاء فعل فان لم یشاء لم یفعل اگر چاہے کرے اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا۔ کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قضا و قدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر مانتا ہے۔ تو مالک کو اس بات کا مل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔ اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ مختار ہے جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری امور میں سے ہے اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرأت اور گستاخی کی ہے۔ ؏

بندہ باید کہ حدِ خود داند
بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۹)

ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

بدقسمت، سیاہ رُو، کوتاہی میں مبتلا، بدخو، وقت و حال کے مغرور اور وصل وکمال کے قریب خوردہ کی عرضداشت، جس کا ہر کام مولیٰ کریم کی نافرمانی ہے۔ اور اس کا سارا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک ہے، اپنے ظاہر کو آراستہ کر رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی نظارہ گاہ باطن کو خراب اور ویران کر رکھا ہے۔ اس کی ہمت نے ظاہر آرائی پر ہی کفایت کر رکھی ہے اور باطن ہمیشہ اس راستے سے رسوائی میں مبتلا ہے۔ اس کا قال حال کے منافی ہے، اور حال خواب وخیال پر مبنی ہے۔ اس خواب وخیال سے کیا حاصل ہو سکتا ہے اور ایسے قال وحال سے کیا عقدہ کشائی ہو سکتی ہے۔ بے نصیبی اور خسارہ نقد وقت ہے۔ غباوت وضلالت ہاتھ میں ہے فساد وشرارت کا مبداء، اور ظلم ومعصیت کا منشا ہے۔ مختصر یہ کہ مجسمہ عیوب اور مجمع ذنوب ہے۔ اس کی نیکیاں لعنت ورد اور اس کی حسنات طعن ودفع کر دینے کے لائق ہیں۔

رُبَّ قاری القران والقران یلعنه،	بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مضمون اس کے حق میں گواہ عادل ہے۔

وکم من صائم لیس له من صیامه الظماء والجوع.	کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ سے سوا پیاس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

اس حدیث کا مضمون بھی اس کے حال پر شاہد صادق ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس کا یہ حال ہو، اور یہ مرتبہ اور یہ کمال اور یہ درجہ ہو۔ اس کا استغفار کرنا بھی اس کے گناہوں کی طرح گناہ ہے، بلکہ ان سے بدتر ہے اور اس کی توبہ اس کے دوسرے معاصی کی طرح سراسر معصیت ہے۔ بلکہ ان سے قبیح تر۔ قبیح جو فعل کرتا ہے وہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ ناچیز اس کا مصداق بن چکا ہے۔ ع

ز گندم جو ز جو گندم نیاید
گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہو سکتی

اس ناکارہ کا مرض ذاتی ہے، علاج پذیر نہیں، اور اس کی بیماری اصلی (پختہ) ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ جو چیز خلقت اور ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است
حبشی سے سیاہی دور نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ اس کا طبعی رنگ ہے

کیا کیا جائے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

ان سب خرابیوں کے باوجود اتنی بات ضروری ہے کہ خیر محض کے ساتھ ساتھ شر محض بھی چاہیے، تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ خیر وکمال کے ساتھ شر ونقص بھی چاہیے حسن وجمال کے

لیے آئینہ درکار ہے اور آئینہ نئے کے مقالب ہوتا ہے۔ لہٰذا خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ تو ہر وہ شے جس میں نقص و شرارت زیادہ ہوگی وہ خیر و کمال کی نمائندگی بھی زیادہ کرے گی۔ عجیب کاروبار ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال ک محل بن گیا۔ اسی وجہ سے مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں اتم و اکمل ہے۔ محبوبوں کو ہی اس مقام سے مشرف کرتے ہیں اور محب ذوق شہود سے لذت لیتے ہیں۔ بندگی میں لذات اور اس سے اُنس محبوبوں کے ساتھ خاص ہے۔ محبوں کا اُنس محبوب کے مشاہدہ سے ہے مگر محبوبوں کو محبوب کی بندگی میں انس نصیب ہوتا ہے۔ اس اُنس میں سے اُس دولت (دید تصور) تک پہنچاتے ہیں اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہین۔ اس میدان میں یکہ دوڑانے والے شہسوار سرور دنیا و دین اور سید اوّلین و آخرین حبیب ربّ العالمین ہیں **علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا**. آپ کے علاوہ جسے چاہتے ہیں کہ اپنے فضل سے نوازیں تو اسے یہ دولت حضور کی کمال متابعت کی برکت سے عطا کرتے ہیں۔ اس کمال سے اسے موصوف کر دیتے ہیں اور اس متابعت کے ذریعہ بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔ (صوفی میں کمال شر کے پائے جانے سے مراد) شر و نقص کا علم ذوقی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ شر و نقص سے متصف بھی ہوتا ہے۔ اس علم والا متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ یہ علم ذوقی بھی اُس تخلق کے ثمرات میں سے ہے۔ ورنہ شرارت و نقص کی وہاں کیا گنجائش ہے۔ اس سے صرف علمی تعلق ہوتا ہے۔ یہ علم خیر محض کے شہودِ تام کے واسطہ سے ہے۔ جو اس تمام خیر کے پہلو میں شر محض دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر نیچے اُتر آنے کے بعد ہوتا ہے اسے یاد رکھو۔ ایسا شخص جب تک اپنے آپ کو زمین پر نہیں مارے گا اور اس کا کام یہاں تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مالک و مولیٰ جل شانہٗ کے کمال سے بے نصیب رہے گا۔ تو وہ شخص کیونکر بے نصیب نہیں رہیگا جو اپنے آپ کو عین مولیٰ خیال کرے اور اپنی صفات کو اس کی صفات تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ یہ تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں کج روی کا راستہ ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ

وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ ان لوگوں سے الگ رہو جو اس کے نام میں الحاد کی رہ چلتے ہیں۔

میں داخل ہین یہ بات نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک سے مقدم ہے وہ محبوبوں میں سے ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ محبوبیت کے لیے جذبے کا مقدم ہونا شرط ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جذب محبوبیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس قسم کی محبوبیت عارضی ہے ذاتی نہیں۔ محبوبیت ذاتی بلاغت ہے۔ جس طرح ہر منتہی کو آخر کار جذبہ میسر آ جاتا ہے۔ لیکن یہ مجہول کے زمرہ میں ہی رہتا ہے (محبوبین کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا) عارضی طور پر اس میں محبوبیت کے معنی پیدا ہو جاتے

ہیں۔ اور محبوبیت ذاتی کے لیے یہ معنی کافی نہیں اور وہ معنی عارضی تزکیہ اور تصفیہ ہے بعض مبتدی حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث اگرچہ بعض امور میں ہی اتباع ہو کسی حد تک اس معنی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی کو ہونا ضروری ہے اور بس۔ محبوبوں میں اس معنی (محبوبیت ذاتی فضلی) کا ظہور بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسب ذاتی اور اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسبت ذاتی اور اس اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس اسم کی آنحضرت ﷺ کے اس اسم کے ساتھ مناسبت کی بنا پر ہے جو آپ کا رب ہے۔ اس وجہ سے یہ خصوصیت اس میں پیدا ہوئی ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ واللّٰہ سبحانہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب واللّٰہ یحق الحق وھو یھدی السبیل.

مکتوبات نمبر (۱۰)

قُرب وبُعد کے حصول اور فرقؔ ووصلؔ بمعنی غیر مشہور اور اس سے مناسب بعض علوم کے بیان میں...... یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے اس بلند آستانہ کے خادموں کے حالات سے کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔ منتظر ہے۔

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز
چوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

کوئی عجب نہیں کہ اگر جان عزیز زندہ ہو جائے جب اس جدا شدہ دوست کا پیغام پہنچے۔

بندہ جانتا ہے کہ حاضر درگاہ ہونے کی دولت ونعمت کے لائق نہیں۔ ع

ایں بسکہ رسد ز دور بانگِ جرسم
یہ کافی ہے کہ دور ہی سے جرس (گھنٹی) کی آواز آتی رہے

عجیب کاروبار ہے۔ نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے اور غایت فراق کو وصل وملاقات کہا جاتا ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں قرب ووصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دونھا
قلل الجبال و دونھن خیوف

سعاد (معشوقہ) کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی

بلند چوٹیاں اور ان چوٹیوں تک پہنچنے سے پہلے دشوار گزار نشیب و فراز واقع ہیں۔ تو حزن ابدی اور فکر دائمی دامن گیر ہو چکا ہے۔

مراد کو بھی آخر الامر مرید کے ارادہ سے مرید ہونا پڑتا ہے۔ اور محبوب کو بھی محب کی محبت میں محب بننا پڑ ہے۔ دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوات اکملہا و من التحیات افضلہا مرادیت اور محبوبیت کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کے حال کی یوں خبر آئی ہے کہ:

كان رسول الله صلى الله عليه و سلم متواصل الحزن دائم الفكر	حضور ﷺ ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا:

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ	کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی مجھے پہنچائی گئی ہے۔

محب لوگ تو محبت کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کے لیے اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ بڑا دراز ہے۔ ع

قصّة العشق لا انفصَام لَها
قصہ عشق ختم نہیں ہو سکتا

اس عرضداشت کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ شیخ اللہ بخش قدرے جذب و محبت رکھتا ہے۔ مجبور کر کے یہ چند کلمات آپ کے خادموں کی طرف لکھوائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اول کچھ مخصوص ارادوں کا اظہار کیا مگر میری طرف سے ان کے متعلق عدم دلچسپی محسوس کر کے اب صرف ملاقات پر راضی ہو گیا ہے۔ اور یہ چند کلمات لکھوائے۔

زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱)

بعض مکاشفات، اپنے قصور دیکھنے کے مقام کے حصول اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے اور شیخ ابو سعید ابو الخیر کے اس کلام "عین نمی ماند اثر کجا ماند" کے راز کے ظاہر ہونے اور بعض دوستوں کے حالات کے بیان میں ...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جس مقام میں ناچیز نے اپنے آپ کو پہلے دیکھا تھا آپ کے

حکم عالی کے مطابق جب دوبارہ اس کا ملاحظہ کیا تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عبور اس مقام میں دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اس مقام میں قیام و استقرار نہ تھا اس وجہ سے پہلی دفعہ نظر نہ پڑے۔ جس طرح آئمہ اہل بیت میں سے سوائے امامین کریمین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس میں استقرار نہ رکھتے تھے۔

اور وہ جو پہلی دفعہ اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب نہ پایا' یہ بے مناسبتی دو طرح کی ہے۔

ایک تو یہ کہ طریقہ میں سے کسی طریقہ کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہوتی ہے۔ جب اس طرف راستہ دکھا دیتے ہیں تو وہ بے مناسبتی ایک طرف کو ہٹ جاتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے بے مناسبتی مطلق کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی قابل زوال نہیں ہے۔ اور وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں صرف دو ہیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ یعنی نظر میں ان دو طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک تو اپنے نقص اور قصور کو دیکھنا اور خیرات اور نیک کاموں میں اپنے آپ کو متہم اور عیب ناک تصور کرنا ہے۔

دوسرا اس شیخ کامل مکمل مجذوب کی صحبت ہے جس نے سلوک مکمل کر لیا ہو۔

حضرت حق سبحانہ' وتعالیٰ نے آپ کی عنایت و مہربانی کی طفیل پہلا راستہ بقدر استعداد عنایت فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی عمل اعمال خیر میں سے واقع نہیں ہوتا مگر ناچیز اپنے آپ کو اس میں متہم اور عیب ناک تصور کرتا ہے۔ جب تک کسی طرح سے اپنے آپ پر تہمت اور عیب نہیں رکھتا بے قرار اور بے آرام رہتا ہے۔ اپنے خیال میں میں یہ جانتا ہے کہ اپنے سے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے کے قابل ہو۔ اور ایسا جانتا ہے کہ نیکیوں کا اعمال نامہ اعمال خیر سے خالی ہے' اور انہیں لکھنے والے کراماً کاتبین معطل اور بے کار ہیں۔ خدائے جل وعلا کے لائق ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ جہاں میں ہے حتّٰی کہ کافر فرنگ اور ملحد زندیق' سب کو اپنے سے کئی اعتبار سے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدترین خیال کرتا ہے۔ اور جذبے کی جہت سے اگرچہ سیر الی اللہ مکمل اور تمام ہو چکی ہے لیکن اس کے بعض لوازم اور توابع باقی تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو سیر فی اللہ کے مرکز کے مقام میں واقع ہوئی ہے تمام اور مکمل ہو گئے ہیں۔ اور اس فنا کے حالات اس سے پہلی عرضداشت میں تفصیلاً لکھ دیے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اس فنا کو نہایت کام جو کہا ہے اس سے مراد وہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادے کی فنا بھی اسی فنا کے شعبوں میں سے ہو۔

ہیچکس را تا نگر دو او فنا   نیست راہ در بارگاہ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ خداوندی کی طرف اسے راستہ نہیں مل سکتا۔ اور اس مقام سے

مناسبت نہ رکھنے والے دو گروہ بھی نظر میں ہیں:

ایک جماعت اس مقام کی طرف متوجہ اور وصول کے راستے کی متلاشی ہے۔ اور ایک گروہ اس مقام کی طرف کچھ التفات اور توجہ نہیں رکھتا۔ اس مقام تک وصول کے طریقوں میں سے طریقہ دوم آپ کی توجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور مناسب بھی اسی طریقہ سے محسوس کرتا ہے چونکہ آپ کی جانب سے مامور تھا اس لیے تعمیل حکم کے طور پر بعض امور کے بیان میں جرأت و گستاخی کی ہے۔ ورنہ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم
میں وہی پُرانا احمد ہوں جو تھا

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اوپر نیچے ظاہر ہوئے۔ عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اسی طرح اوپر دو اور مقام بھی جن کا ابھی ذکر ہوگا۔ اور اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام اور گذرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا سوائے حضرت رسالت خاتمیت کے مقام کے علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت ہی نورانی تھا۔ ایسا نورانی مقام کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے کچھ بلند تھا۔ جس طرح چبوترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام مقام محبوبیت ہے۔ اور یہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ میں نے اس کے پرتو سے اپنے آپ کو بھی رنگین اور منقش پایا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا کی طرح یا قطعہ بادل کی طرح آفاق میں منتشر دیکھا اور بعض کناروں کو پکڑے ہوئے پایا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ (شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں اپنے آپ کو ان کے مقابل پاتے ہیں۔ اس کیفیت کے مطابق جو عرض کی گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ تلقین و ارشاد کو ترک کر دینا اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ بات اچھی بھی کیسے لگ سکتی ہے

جس طرح سارا عالم گرداب ضلالت و گمراہی میں غرق ہو رہا ہو۔ ایک شخص اگر اپنے اندر انہیں نکالنے کی قوت و طاقت رکھتا ہو تو کیسے بری الذمہ تصور کر سکتا ہے۔ اگر چہ دوسرے کاموں کی بھی مشغولیت ہے مگر وعظ و ارشاد میں مشغول رہنا بھی ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن شرط یہ کہ دوران عمل جو وساوس و خطرات پیش آتے ہیں ان سے تو یہ واستغفار لازم رکھے۔ اس شرط کے ملحوظ رکھنے سے رضا کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو ملحوظ رکھنے کی صورت میں رضا میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نیچے تہ میں ہی کھڑا رہتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہما کے بارے میں اس شرط کے لحاظ کے بغیر ہی پسندیدگی ہے۔ اور اس (مجدد صاحب) کم درجہ حال کا عمل اس شرط کے لحاظ کے بغیر داخل ہوتا ہے اور کبھی نیچے تہ میں کھڑا رہتا ہے۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نفحات الانس (مصنفہ مولانا جامی قدس سرہٗ) میں حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ ”عین نمی ماند اثر کجا ماند“ (عین باقی نہیں رہتی تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے) لَا تُبۡقِیۡ وَلَا تَذَرُ۔ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ بات پہلی نظر میں تو مشکل محسوس ہوئی۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے متبعین اس بات پر ہیں کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے زائل ہو جانا محال ہے۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لیے علم کے بجائے جہل لازم آئے گا۔ اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہا جائے گا۔ اسی طور پر یہ بات ذہن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کے کام کے مفہوم کا عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس کلام کو راز بھی منکشف کر دیا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر۔ اور میں نے اپنے اندر بھی یہی معنی پایا، اور کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ اس معرفت کا مقام بھی دکھائی دیا۔

یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان میں بھی اونچا ہے۔ یہ دو باتیں باہم مختلف اور متناقض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنا طوالت اور رنج ملال کا باعث ہے۔

اور حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام اور ہمیشگی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا بھی پتہ چلا کہ بات سے کیا مراد ہے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اور اپنے اندر بھی یہ کیفیت دائماً محسوس کرتا ہے۔ اگر چہ یہ بات نوادرات سے ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ کتاب دیکھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی۔ ہاں اکابر کے مقامات و مراتب عالیہ اگر کسی جگہ درج ہوں تو انہیں دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مشائخ متقدمین کے حالات بڑے مرغوب ہیں۔ حقائق و معارف سے متعلق کتابیں علی الخصوص توحید اور تنزلات مراتب سے متعلق مضامین کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ بندہ اپنے آپ کو اس باب میں حضرت شیخ علاؤ الدولۃ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت پاتا ہے۔ اور اس

مسئلہ میں ذوق و حال کے اندر شیخ مذکور علیہ الرحمۃ سے متفق ہے لیکن سلسلہ میں سابق علم اس کام کی طرف اور اس بارہ میں شدت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض کے دفع کرنے کی توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض فوت شدگانہ جو عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں کے حالات بھی ظاہر ہوئے۔ ان کے عالم برزخ کے آلام و شدائد کے رفع کرنے کے لیے توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر قدرت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج کل میں کسی ایک کام پر بھی اپنے آپ کو جمع اور حاضر نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو کچھ سختیاں فقیر پر گزری ہیں اور مجھے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کا ناحق خرابی و بربادی میں ڈالا ہے اور جلاوطن کیا ہے۔ اس کے باوجود دل پر اس سے ذرا سا غبار یا بے چینی تک محسوس نہیں ہوئی۔ دل میں ان کے متعلق برائی کا گزرنا تو بہت دور ہے۔

بعض دوستوں نے اس مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے لیکن اب تک انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا۔ ان کے کچھ حالات بھی عرض خدمت کیے ہیں۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جذبہ کے پہلو کی تکمیل کے بعد انہیں دولتِ سلوک سے بھی مشرف کرے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے۔ نقطۂ فوق تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات سے آزار دیتا ہے۔ خرابی اور قباحت کو محسوس نہیں کرتا تو بے اختیار اس کا کام توقف اور رکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے دوست بھی جو آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ان کا کام بھی توقف میں پڑا رہتا ہے۔ اس بارے میں حیران ہے کہ میری طرف سے کوئی ارادہ توقف نہیں' بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بے اختیار کام میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ قرب کا راستہ بہت قریب ہے۔

مولانا معہود نیچے کے نقطے تک نیچے پہنچ چکے ہیں۔ جذبہ کے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے' اور اس مقام کی برزخیت تک پہنچ گئے ہیں' اور فوق کو بھی من وجہ نہایت تک لے گئے ہیں۔ پہلے تو صفات کو بلکہ میں نور کو جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے سے جدا محسوس کیا اور اپنے آپ کو شیخ فانی پایا پھر صفت کو ذات سے جدا دیکھا اور احدیت کی اس دید کے ذریعے مقام پر پہنچے۔ اب میرے حال اور اپنے حال کو اس قدر گم کر چکا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا خیال کو ابطن بطون (مرتبہ وحدت صرفہ) کی طرف توجہ کر لیا ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہیں رکھتا۔

اور سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ کے ذریعہ آخری نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور ان کا سر آخری نقطہ تک پہنچ چکا ہے۔ اسی طرح صفات کو ذات سے جدا دیکھا۔ لیکن ذات احد کو ہر جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محظوظ ہوتا ہے۔

اسی طرح یہاں جعفر بھی آخری نقطہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور بہت شوق و ولولہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی شاہ

حسین کے قریب ہے۔ دوسرے دوستوں میں بھی فرق وتفاوت ظاہر ہوتا ہے۔

میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں۔ شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے۔ اور شیخ ناگوری بھی نقطہ فوق کے نیچے آچکا ہے۔ لیکن ابھی کافی مسافت در پیش ہے۔ اور اس جگہ کے دوستوں میں سے اس وقت تک آٹھ یا نو بلکہ دس افراد نقطہ فوق کے نیچے آچکے ہیں۔ بعض نقطہ سے واصل ہو چکے ہیں اور نزول کی طرف رُخ کرتے ہیں اور کچھ قریب ہیں اور کچھ ابھی دور ہیں۔

میاں شیخ مزمل اپنے کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے۔ اور مطلق کو تمام جگہوں میں پاتا ہے۔ اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

مولانا معہود کے متعلق ایسا خیال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر لوگوں کو تعلیم دینا شروع کر دیں تو یہ ایک پسندیدہ بات ہے لیکن وہی اجازت جو مقام جذبہ سے مناسب رکھتی ہے۔ اگرچہ بعض امور ابھی رہتے ہیں ان کا استفادہ اور حصول ہونا چاہیے۔ لیکن اس نے جانے میں جلدی کی توقف نہ کیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں آ رہا ہے۔ جو مناسب جانیں اس کا حکم فرما دیں۔ اس کمینہ کے ظلم میں جو کچھ تھا عرض کر دیا ہے۔ اصل حکم آپ کا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز یہاں رہے۔ قدرے حضور اور جمعیت قلب پیدا کر لی تھی۔ آخرکار اسباب معاش کی قلت کی بنا پر یہاں رہنے میں اپنا خاطر جمع نہ رکھ سکے اور فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف میلان رکھتا ہے۔ قدرے حضور جمعیت قلب اسے بھی حاصل ہے بعض رکاوٹوں کے باعث خاص ترقی نہیں کر سکا۔ زیادہ گفتگو گستاخی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حدِ خود داند!

غلام کو اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے

اس عراضداشت کے بعد ایک اور کیفیت رونما ہوئی۔ اور ایک حال پیش آیا تحریرا جس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ اس جگہ ارادے کی فنا متحقق ہوئی۔ جس طرح سابقاً مرادوں سے ارادے کا تعلق برطرف تھا ایسا ہی ہوا۔ مگر اصل ارادہ ابھی باقی تھا۔ جیسا کہ عراضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اب ارادے کی بھی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ اب نہ تو کوئی مراد ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی دکھائی دی۔ اور بعض علوم جو اس مقام سے مناسبت رکھتے تھے۔ وہ بھی فائض اور وارد ہوئے۔ ان علوم کے دقیق اور مشکل ہونے کے باعث چونکہ انہیں تحریر میں لانا مشکل تھا اس لیے اشب قلم کی باگ ان علوم سے پھیر لی ہے۔ اس فنا کے تحقق اور علوم عطا کیے جانے کے وقت ایک خاص نظر وحدت سے اوپر بھی پہنچی۔ اگرچہ یہ بات طے شدہ کہ وحدت سے اوپر کوئی نظر نہیں جا سکتی۔ بلکہ اس سے اوپر کوئی نسبت نہیں لیکن بندہ کو جو کچھ پیش آتا ہے عرض خدمت کرتا ہے۔ اور جب تک یقین نہ ہوا لکھنے کی جرأت نہ کی۔

اور اس مقام کی صورت کو وحدت سے اوپر اس طرح دیکھتا ہے جس طرح آگرہ دہلی سے آگے ہے۔ اور اس راہ میں کچھ شک وشبہ نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے اور اس سے اوپر کوئی شے اور نہ کوئی مقام جسے حقیقت کے عنوان سے جان سکے، یا حق کو اس سے اوپر تصور کرے۔ حیرت وجہل پورے طور پر موجود ہیں اور اس دید سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ سب تناقض در تناقض ہے۔ معاملہ گفتگو میں نہیں آ سکتا اور حال بے شبہ متحقق اور موجود ہے۔ میں اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں اور قول، فعل، خیال اور نظر میں سے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

نیز اس وقت یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبل ازیں میں جو صفات کا فنا جانتا تھا وہ درحقیقت صفات کا فنا نہیں بلکہ خصوصیات صفات اور مابہ الامتیاز کی فنا تھی جو وحدت میں مندرج تھی، اور خصوصیات زائل ہو جاتی ہیں۔ اب اصل صفات ایک دوسری میں خلط اور درج ہو کر ایک طرف ہو گئی ہیں۔ اب احدیت کے غلبہ نے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور وہ تمیز جو مرتبہ علم اجمالی یا تفصیلی میں حاصل تھی، باقی نہیں رہی۔ اور نظر مکمل طور پر خارج پر آ چکی ہے۔ اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اور وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اب علم حال کے مطابق ہو چکا ہے۔ پہلے اس مضمون کا صرف علم تھا، حال نہیں تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ درستی یا خرابی پر متنبہ فرمائیں گے۔

دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ جس طرح مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل میں حصہ ہے اسی طرح یہاں کے اور دوستوں کا حصہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ **وَاللّٰہ سُبْحَانَہ اعلمُ بحقیقۃ الحال**۔

مکتوب نمبر (۱۲)

مقام فنا و بقا کے حصول اور ہر شے کے وجہ خاص کے ساتھ حصول اور سیر فی اللہ کی حقیقت اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد درگاہِ عالی میں عرض کرتا ہے کہ اپنی تقصیرات کیا عرض کرے۔ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم**۔

وہ علوم جو مقام فنا اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنی میں ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں۔ اور محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کے اور علوم۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم وضروریات بھی دکھاتے ہیں۔ اور کم ہی ایسے شے باقی رہی ہے جس کا اولیاء اللہ نے نشان بتلایا ہے اور جو انہیں راہ میں پیش آتی ہے مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ جو مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا سبب ہی مقبول ہوتا ہے۔ اور جس طرح ذوات اشیاء کو مجعول ومخلوق جانتا ہے۔ ان کی اصل قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی مصنوع ومخلوق ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیت کے تابع

نہیں۔ اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شے اس پر حاکم ہو۔ زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ وباید کہ حد خود داند
بندے کو چاہیے کہ اپنی حد میں رہے

مکتوب نمبر (۱۳)

راہ عرفان کی بے نہایتی اور علوم حقیقت کے علوم شریعت کے مطابق ہونے کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد عرض کرتا ہے' اس راہ کی بے نہایتی پر آہ ہزار آہ۔ اس جلدی سے سیر اور اس قدر واردات اور عنایات! نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔

تعرج الملٰئکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة	چڑھتے ہیں ملائکہ اور روح اس کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

اس آیت میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہوگئی تو:

هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمة'	وہی ذات ہے جو ناامیدی کے بعد بارش برساتی ہے اور اپنی رحمت بکھیر دیتی ہے۔

تو اس نے کام بنادیا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔ رشد و ہدایت کے طالبوں نے پھر غلو اور زور دینا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا قدرے ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو رشد و تکمیل کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار کے باعث بتقاضائے مروت و حیا کچھ نہیں کہتا۔ مسئلہ توحید وجودی میں جیسا کہ سابقاً متوقف و متردد تھا جیسا کہ مکرر عرض کیا جا چکا ہے اور افعال و صفات کو اصل سے ملاتا تھا۔ جب حقیقت حال معلوم ہوگئی وہ توقف اور تردد اب ختم ہو گیا ہے اور ہمہ از دست کا پلہ بھاری ہو چکا ہے۔ یافت اور کمال کو اس میں بہت پایا ہے۔ مقولہ ہمہ اوست اور افعال و صفات کو اور رنگ میں معلوم کیا ہے۔ ہر ایک ایک سے گزار کر آگے اوپر کی طرف لے گئے ہیں۔ اور ہر طرح کا شبہ بالکلیہ زائل ہو گیا ہے۔ تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر ظاہر شریعت سے مخالف نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں' یہ بات یا تو سہو و فراموشی کے باعث ہے یا سکر کی بنا پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالف نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے' اور جمع اور توجیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقۃً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے

مطابق پاتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان صرف اسی قدر فرق وتفاوت ہے کہ علماء دلیل اور علم سے جانتے ہیں' اور یہ بزرگ اسی شے کو کشف وذوق سے پالیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی:۔

یضیق صدری ولا ینطلق لسانی   میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے' اور میری زبان نہیں چلتی

نقد وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ بعض احوال کو لکھ کر رکھنے کی توفیق نہیں پاتا' اور آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو۔ اس محروم جدا ماندہ کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں ہی نہ چھوڑ دیں۔

ایں سخن راچوں تو مبدأ بودۂ   گر فزوں گردد تو اش افزودۂ

اس بات کا محل آغاز آپ ہی بنے ہیں۔ لہٰذا یہ اگر دراز ہوجائے تو اس کے دراز کرنے والے آپ ہی ہیں زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند
بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

مکتوب نمبر (۱۴)

ان واقعات کے حاصل ہونے میں جو دوران راہ پیش آئے ہیں اور بعض طالبوں کے حالات کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام' احمد کی عراضداشت یہ ہے کہ وہ تجلیات جو مخلوقات کے مراتب میں ظاہر ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ گزشتہ عرضداشت میں عرض کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد مرتبہ' وجوب جو تمام صفات کا جامع ہے' ظاہر ہوا اور بدصورت سیاہ رنگ عورت کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قد مرد کی شکل میں نمودار ہوا' جو کشادہ اور چھوٹی دیوار پر کھڑا ہو۔ اور یہ دونوں تجلیات حقانیت کے عنوان میں ظاہر ہوئیں بخلاف پہلی تجلیات کے' کہ وہ دوسرے عنوان میں ظاہر ہوئیں۔

اسی اثناء میں موت کی آرزو پیدا ہوئی اور یوں نظر میں آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو تمام زمین کا احاطہ کیئے ہوئے دریا کے کنارے کھڑا ہے' اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں پھینک دے۔ لیکن ایسا بھی محسوس کیا کہ اسے پیچھے سے مضبوط رسی سے باندھا ہوا ہے کہ دریا میں گر نہیں سکتا۔ اور وہ رسیاں بدن عنصری کے

ساتھ تعلق سے عبارت ہے۔ اور میں نے آرزو کی کہ رسیاں ٹوٹ جائیں اور ایک خاص کیفیت بھی رونما ہوئی کہ اس وقت ذوق کے طور پر جانا کہ سوائے حق سبحانہ کے کوئی حاجت نہیں رہی۔ اس کے بعد صفات کلیہ وجوبیہ جو اپنے جائے نزول اور مظاہر خصوصیات کے اعتبار سے ظاہر تھیں نظر پڑیں۔

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیۃ الوجوبیہ کے عنوان کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت صفات کو اصل کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا کچھ معنی نہیں تھا۔ مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے۔ اور حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پائی جانے والی صفات سب کو ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔ اس وقت شرک خفی کے بعض باریک اور دقیق اقسام سے بھی خلاصی اور نجات میسر آ گئی۔ اس وقت نہ عرض رہا نہ فرش۔ نہ زمان رہا نہ مکان' اور نہ ہی جہات اور حدود۔ اگر سالہا غور کرتا رہوں تو بھی یہ بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا اور مخلوق ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے کی شکل میں جسے کسی شخص نے پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔ اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا۔ لیکن یہ حقانیت کے عنوان سے متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔ میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا اور اس تعین کے کپڑے کو اپنے سے الگ دیکھا۔ اور وہ نور جو اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ ایک گھڑی بعد وہ نور نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت ہی باقی رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے' تا کہ اس کی صحت وسقم معلوم ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علمیہ ہے۔ جس طرح وجوب اور امکان کے درمیان واسطہ۔ کہ اس کی ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔ اور وہ پوست (چمڑا) جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اس پوست کے آخر پر جو دیکھا' تو اس سے اس برزخ (واسطے) تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان برزخ اور واسطہ محسوس کیا۔ لیکن ظاہراً وہ آفاق کی نظر سے تھا اور یہ انفس کی نظر سے اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا بوقت تحریر یاد نہ رہا۔ اسے ذہن میں رکھیں۔

جو کچھ دائما اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو حیرت اور نادانی ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شعبدے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں' اور ان کی صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے۔ اور بعض واقعات کے بیان سے عاجز

ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس مناسبت سے عرضداشتوں میں گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس بات کا امیدوار ہے کہ آپ کی بلند توجہات سے کمینے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

بے عنایت حق و خاصانِ حق! مگر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگان خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا نامہ عمل سیاہ ہی ہے

شیخ عبدالقادر نیازی کا بیٹا شیخ طٰہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیازمندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہراً وہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے' ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تو واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے آنے سے پیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور و استغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی بھی توحید وجودی کے انوار و مکاشفات کے راستے پر نہیں چل رہا۔

ملاّ قاسم علی ملا مودود محمد اور عبدالمومن مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فوق تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ملاّ قاسم علی ارشاد و تکمیل کے لیے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے متعلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ نور ابھی نقطہ تک پہنچا نہیں' اسکے نزدیک ہے ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملاّ عبدالہادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے' اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق جل شانہ' کو میں اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالبوں اور سعادت مندوں پر فائض اور وارد ہو رہی ہے۔ اور اس کمینے کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں۔ ع

مرا ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم
میں تو وہی پرانا احمد ہوں جو کہ تھا

آپ نے ایک روز واقعات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب قدس

سرہٗ) میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس (مجدد صاحب قدس سرہ) کی محبوبیت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری امید ہے۔ اور یہ جرأت اور گستاخی اسی بنا پر ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں جو ہبوط اور نزول سے مناسب رکھتے ہیں۔ نیز بعض مخفی اسرار کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی' جو پانے والا بھی ہے اور نہ پانے والا بھی اور رجوع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے آپ ہی کو پایا۔ اس کے بعد اس کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو پھر بھی بجائے اپنے مطلوب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کر چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پاتا ہے اور اس کو گم کرنے کے باوجود اس کا متلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواہاں نہیں۔ علم کے لحاظ سے حاضر' پانے والا اور رجوع کرنے والا ہے' اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل و علا) کی طرف لے گئے تھے۔ اب دلوں کے پھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔

روح کے نفس سے نجات پا جانے اور اطمینان کے بعد نفس کے نکل جانے کے باوجود غالب آنے والے انوار سے اس کی روح و نفس دونوں جہتوں کا جامع کر دیا گیا ہے' اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اوپر کی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والا۔ اس واسطہ برزخیت کے حصول کی وجہ سے مجھے اوپر سے فیض لینے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے کا مرتبہ بھی عطا کر دیا گیا ہے۔ عین فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے۔ اور عین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے۔

؎ گر بگویم شرح ایں بیحد ور نویسم بس قلمہا بشکند

اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر لکھنے لگوں تو کتنی ہی قلمیں ٹوٹ جائیں۔

بعد ازیں عرض کرتا ہوں کہ دست چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ جو مقلب قلب یعنی واجب تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اوپر سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ وراست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقف کار لوگوں پر ظاہر و واضح ہے۔ اور سلوک نا مکمل کردہ مجذوب اصحاب قلب ہیں۔ مقلب قلوب (حق تعالیٰ) تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی امتیازی اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی امتیازی حیثیتوں میں ہماری اس بحث میں انجذاب کی سبقت اور بقا خاص ہے۔ جو اس مقام کے مناسب علوم و معارف کا منشا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ' سلوک' فنا و بقا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم و حقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اِن شاء اللہ جلد ہی ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہو گا۔

ایک عزیز جو مقام فوق میں رکا ہوا تھا نیچے مقام جذبہ میں آ چکا ہے۔ لیکن عالم (جہان) کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فوق کی طرف ہی توجہ رکھتا ہے چونکہ اوپر کی طرف عروج بے اختیار تھا اس لیے وہ بالطبع مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اوپر سے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ بہت کم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سرمایہ جو توجہ بلا اختیار اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی باقی ہے جذبہ کی نسبت میں جسم میں روح اور ظلمت میں نور کی طرح ہے۔ لیکن یہ جذبہ حالی حضرات خواجگان قدس اسراہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آباء کرام کی طرف سے ملا ہے اور اس میں انہیں خاص شان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ میں بعض طالبوں کو جو دکھائی دیا کہ حضرت خواجہ احرار اس طرح دکھائی دیے کہ اس عزیز متوقف (رُکے ہوئے) نے کھایا ہے' اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام ادارہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں رُخ ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور سکر دائمی ہمیشہ اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے منافی ہیں۔ اور کچھ دوسرے مقامات سلوک کے منافی نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد منافی سلوک ہے۔

اس عریضہ کی تحریر کے دوران بندہ اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض دقائق ظاہر ہوئے۔ جب

تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سُبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے آ چکا ہے۔ البتہ مکمل طور پر مقام جذبہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے جوڑ اور بے ربط کلمات کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل دخول میسر آ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کو وہ عزیز مکمل طور پر نیچے لے آئے گا۔

مکتوب نمبر (۱۶)

عروج ونزول وغیرہ کے رات کے بیان میں.......... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر الطلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤالدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچائے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت وشرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض متممات ومکملات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ دے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ بعد کو جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصائح لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکات ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اور کمال کرم ومہربانی سے اسے بوسہ دے رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی اور نادر الوجود تھی۔ اور حضور اقدس ﷺ والتحیۃ کے روبرو کھڑی تھی۔ یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔ ع

با کریماں کار ہا دشوار نیست
کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں

جس روز سے بندہ ملازمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی طرف رغبت کے سبب مقام ارشاد سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ چند بار یہ ارادہ اور قصد بھی کیا کہ کسی گوشہ میں الگ بیٹھ رہے۔ ہم نشینی کرنے والے لوگ ببر اور شیر کی طرح نظر آتے تھے۔ عزلت اور گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔ لیکن استخارہ اس کے موافق نہ آیا۔

مدارج قرب میں عروج انتہاء کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے۔ جس کی کوئی حد و غایت نہیں' یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ ہر دن وہ نئی شان و حالت میں ہے۔ تمام مشائخ کرام الا ماشاء اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

بداں درگاہِ والا دست بردست   گلے بردند زیں دہلیزۂ پست

اس پست دہلیز سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام کی روحانیات کی وساطت و مدد کا شمار کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل کے تمام مقامات سے ظل کے مقامات کی طرح گزار کر لے گئے۔ عنایات ربانی کے متعلق کیا لکھے۔ جو بھی مقبول و منظور ہوا' بلا علت و بلا سبب ہی منظور و مقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح تحریر میں لائے۔

ذوالحجہ شریف کے مہینہ میں مدارج نزول کی طرف مقام قلب تک نیچے آنا ہوا۔ یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی تک مکمل اور پورا کرنے والی چیزیں جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں' مزید درکار ہیں۔ دیکھیے کب میسر ہوں۔ معاملہ آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ مریدوں کو اگر عمر نوح بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں اور نہیں یہ میسر نہ آ سکے۔ بلکہ یہ وجوہ اور طریقے مراد لوگوں کے ساتھ خاص ہیں۔ مریدوں کے لیے ان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ افراد کا انتہائی عروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ بہت سے لوگ ادھر گزر نہیں سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

مراتب تکمیل و ارشاد میں توقف اور رکنے کی وجہ یہ ہے۔ اور نورانیت کا حاصل نہ ہونا غیب کی ظلمت کے نور کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور کسی بنا پر نہیں۔ لوگ اپنے خیالات میں بہت کچھ پکاتے رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

ناقص انسان پختہ شخص کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بات ختم کرنی چاہیے۔ والسلام۔

اس قسم کے ظنی امور میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اس جماعت کو فرما دیں کہ اس خستہ دل سے اپنے خیالات کی نظر پوشیدہ کر لیں۔ نظر دوڑانے کی جگہیں اور بہت ہیں۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید   با گم شدگان سخن مگوئید

میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو۔   اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو

غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیص کرنا بہت ہی

نا مناسب ہے' بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں نزول کرنا در حقیقت یہ مقام فرق میں آنا ہے' جو مقام ارشاد ہے۔ اس جگہ مقام فرق سے مراد نفس کا روح اور روح کا نفس سے جدا ہونا ہے۔ اس کے بعد کہ نفس روح کے نور میں داخل اور جمع تھا۔ جمع اور فرق کے بیان میں جو مفہوم اس سے زائد ہو وہ سکر کی وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ کو مخلوق سے جدا دیکھنا جسے اہل سکر مقام فرق خیال کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ روح کو حق خیال کرتے ہیں اور روح کو نفس سے جدا اور الگ دیکھنے کو حق تعالیٰ کا دیکھنا خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق سے پاک و منزہ ہے۔

ارباب جذبہ کے اکثر علوم کا یہی حال ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں حقیقت معاملہ مفقود و معدوم ہے اور معاملہ سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دوسرے رسالہ میں ارباب جذبہ اور سلوک کے علوم اور ان دونوں کی حقیقت بہ تفصیل تحریر کر دی گئی ہے' آپ کی نظر مبارک سے ان شاء اللہ تعالیٰ گزرے گا۔

مکتوب نمبر (۱۷)

بعض ایسے حالات کے بیان میں جو عروج و نزول سے تعلق رکھتے اس کے علاوہ۔ کچھ اور باتوں کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

ادنیٰ ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ عزیز جو ایک عرصہ سے رُکا ہوا تھا' تحریر کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اسے اس مقام سے قدرے عروج حاصل ہوا ہے۔ اور بہت نیچے لائے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر نزول نہیں کیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس مقام کے نیچے تھے انہوں نے بھی عروج حاصل کر کے اسی مقام فوق کے راستے نزول کی طرف رُخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت بھی ظاہر ہو گی عرض خدمت کر دی جائے گی۔

اگر صاحب معاملہ اپنے انکشاف حال کے بعد کچھ لکھے تو درستی کے بہت قریب ہے۔

چونکہ اس قضیہ نزول کا ظہور فوری تھا اور اس حقیر کو جُلاب لینے کی وجہ سے لاغری اور ضعف طاری تھا۔ آخر کار اس نزول کو اختیار نہ کر سکا۔ امید ہے کہ اِن شاء اللہ اس کا ظہور بھی ہو جائے گا۔

مکتوب نمبر (۱۸)

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کے تین مراتب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے زائد ہے۔ وغیر ذالک کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام پر تقصیر احمد عبدالاحد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب تک احوال و واردات رُخ دکھاتے رہے

تو ان کے عرض کرنے کی گستاخی اور جرأت کرتا رہا۔ جب خدا تعالیٰ سبحانہٗ نے آپ کی بلند توجہات سے احوال کی غلامی سے آزادی عطا کی اور تلوین کے بعد تمکین سے مشرف فرمایا...... تو حاصل کار یہ ہے کہ سوائے حیرت و پریشانی کے کچھ ہاتھ میں نہیں آیا۔ اور وصل سے فصل کے سوا اور قرب سے بُعد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کسی بات میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر عریضے ارسال کرنے میں توقف و رکاوٹ ہو گئی۔ اور صرف روزہ مرہ کی خبریں لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دل پر انجماد دوسری اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام میں سرگرمی نہیں ہے اور بے کار لوگوں کی طرح کوئی کام نہیں کر سکتا۔

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے
وز ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

میں بالکل ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی بہت ہی کم ہوں، ہیچ اور ہیچ سے بھی کم شخص سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

اصل بات کی طرف آتا ہوں:۔

عجب بات ہے کہ اب حق الیقین سے مجھے مشرف کیا گیا ہے کہ اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب اور پردہ نہیں ہیں۔ اور فنا اور بقا اس مقام میں جمع ہیں۔ یہ ناچیز عین حیرت اور بے نشانی میں علم و شعور سے متصف ہے۔ اور عین غیبت حضور کا حکم رکھتی ہے۔ علم و معرفت کے باوجود جہل و نادانی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں ہوا۔ ع

عجب انیست کہ من واصل و سرگردانم
تعجب تو یہ ہے کہ میں واصل بھی ہوں اور سرگرداں بھی

خدا تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے کراں سے مدارج کمالات میں ترقیات عطا فرما دی ہیں۔

مقام ولایت سے اور مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری تجلی ذاتی کے سامنے۔ بلکہ ان دو نسبتوں میں بُعد و فاصلہ ان دو تجلیوں کے بعد و فاصلہ سے کئی مرتبہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس کے سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف صریح صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع

کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تضرع اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر جس قدر بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ آخر الامر حقیقت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مقام کا حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے لیکن اس کا واسطہ بننا محل تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔ وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ منازل عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولۃ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں فوق عالم الوجود عالم ملک الودود یعنی عالم وجود سے اوپر ملک الودود (حق تعالیٰ) کا عالم ہے۔ صدیقیت کا مقام مقامات بقا میں سے ہے جس کا رُخ عالم کی طرف ہے۔ اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے۔ قرب کا مقام مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کا رُخ صرف تنزیہہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اس کا تعلق ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ استادِ ازل گفت میگویم

مجھے طوطی کی طرح آئینے کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے۔ جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہ کہو میں وہ کہتا ہوں۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لیے ضروریہ کشفیہ کر دیا گیا ہے۔ علماء شریعت کے اصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔ انہیں علوم اجمالیہ کو تفصیلی کر دیا گیا ہے اور نظریت (محتاج غور و فکر) سے ضروریت و بداہت کی طرف لایا گیا ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی معرفت کی شکل اختیار کر لے اور علوم استدلالی کشفی ہو جائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہو جائیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ راہ سلوک میں بہت سے علوم و معارف رونما ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے جب تک نہایۃ النہایۃ تک جو مقام صدیقیت ہے کوئی نہ پہنچے ان علوم سے حصہ نہیں پا سکتا۔ کاش! میں جان لیتا کہ بعض اہل اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ انہیں یہ مقام شریف حاصل ہو چکا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہیں اس مقام کے علوم و معارف سے کوئی مناسبت نہیں۔ تو وہ کس طرح اس کے قائل ہیں۔ اور ہر علم والے سے اوپر علم والا موجود ہے۔

اور مجھے مسئلہ قضاء قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا ہے کہ روش شرع سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتا۔ اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں آتی۔ اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے شائبہ تک سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور اس طرح ظاہر و باہر ہے جیسے چودھوین رات کا چاند۔

تعجب کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہونے کے باوجود اسے کیوں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اگر مخالفت کا شائبہ ہوتا تو البتہ اخفا اور پوشیدگی مناسب تھی۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔

کرا زہرہ آنکہ زبیم تو کشاید زباں جذبہ تسلیم تو

کس کی طاقت وقدرت ہے کہ تیرے خوف و ہیبت کے باعث تسلیم کے سوا اعتراض کی زبان کھولے۔

علوم و معارف موسلا دھار بارش کی طرح برسا رہے ہیں قوت مدرکہ ان کے اُٹھانے سے عاجز ہے قوت مدرکہ تو محض تعبیر ہے۔ ورنہ بادشاہ کی عطاؤں کو بارشوں کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔

پہلے پہلے یہ شوق تھا کہ ان علوم غریبہ کو قید کتابت میں لے آئے۔ لیکن توفیق نہ مل سکی اور اس راہ میں بوجھ محسوس کیا۔ آخر الامر تسلی دی گئی کہ ان علوم کے افاضہ سے مقصود حصول ملکہ ہے' یاد کرنا مقصود نہیں۔ جس طرح طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کرلیں۔ صرف ونحو وغیرہ علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ان علوم میں سے کچھ علوم عرض کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے

اس کلام کا ابتدائی حصہ تو تنزیہہ محض کے اثبات کے لیے ہے' جیسا کہ خود ظاہر ہے۔ اور ھو السمیع البصیر کے الفاظ تنزیہہ کی تکمیل واتمام کے لیے ہیں۔

اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوت سمع و بصر عالم کے ساتھ ثبوت مماثلت کا وہم ڈالتا ہے۔ اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے مخلوقات سے سمع و بصر کی نفی فرمادی یعنی صرف وہی ذات جل شانہ' سمیع و بصیر ہے۔ وہ سمع و بصر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اس کا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں۔ مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمع و بصر پیدا کرتا ہے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔ اور یہ بھی عادتِ الٰہی کے جاری ہونے کے مطابق ہے۔ بغیر اس کے کہ مخلوقات کی صفات کی اس میں تاثیر ہو۔ اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا شدہ ہے۔ لہٰذا جس طرح مخلوق کی ذوات جماد محض

ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد محض ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد محض ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت محض اپنی قدرت سے پتھر میں صفت کلام پیدا کر دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقہ پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفت کلام موجود ہے۔ جس طرح پتھر جماد محض ہے اسی طرح یہ صفت اگر فرض کر لی جائے تو وہ بھی جماد محض ہی ہے۔ حروف و آواز کے پیدا ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات چونکہ زیادہ ظاہر تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی خصوصیت سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفت علم پیدا فرمائی' اس کے بعد اس کی معلوم کی طرف توجہ پیدا فرمائی۔ اس کے بعد معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا فرمایا۔ اس کے بعد معلوم کو اس پر منکشف کر دیا۔ پھر اس میں صفت علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کا انکشاف میں کیا دخل ہے۔

اسی طرح پہلے صفت سمع پیدا فرمائی' پھر کان لگانا' پھر مسموع کی طرف توجہ' پھر سننا' پھر مسموع شے کا ادراک۔

اسی طرح پہلے بصر کو پیدا فرمایا' پھر پتلی کا گھمانا' پھر دکھائی دینے والی چیز کی طرف توجہ۔ اس کے بعد دیکھنا پیدا فرمایا۔ پھر اس دیکھی جانے والی شے کا ادراک۔ علی ہذا القیاس۔

سمیع و بصیر درحقیقت وہ ذات ہے جس کے سماع اور رویت کا مبدأ یہ دو صفات ہوں اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں تو مخلوق میں کوئی درحقیقت سمیع و بصیر میں نہیں۔

اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ مخلوق کی صفات بھی اس کی ذوات کی طرح جماد محض ہیں۔ تو آیہ کریمہ کے آخری الفاظ سے مقصود مخلوقات کی صفات کی بالکلیہ نفی ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ ان کی بھی صفات ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت ہیں تاکہ تشبیہ و تنزیہ کا اجتماع لازم آئے بلکہ تمام آیۃ کریمہ مکمل طور پر تنزیہ کے اثبات اور تشبیہ کی نفی کے لیے ہے۔

علم اوّل یعنی ان کی صفات کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اثبات اور ان کی ذوات کو جماد محض جاننا اور ذوات کو برتالے اور کوزے کی طرح تصور کرنا کہ ان سے پانی صرف ظاہر ہوا ہے مقام ولایت سے مناسب رکھنے والے علوم میں سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح جاننا اور ان کو مکمل طور پر بے علم جاننا جب کہ وارد ہوا ہے:۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ تو بھی میت ہے اور وہ بھی مردے ہیں۔

یہ علم ثانی مقام شہادت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں ہے۔

اس جگہ بھی کچھ فرق دونوں مقاموں کے درمیان سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور ایک گھونٹ بڑے سمندر پر دلالت کرتا ہے۔ ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کا اچھا ہونا اس کے موسم بہار کے اچھا ہونے کی وجہ سے ہے

اسی طرح اس بلند مقام والے افعال مخلوقات کو بھی میت اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے افعال کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہیں' اور ان افعال کا فاعل حق سبحانہٗ کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پتھر کو حرکت دے اور اس کو جنبش میں لائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شخص جنبش و حرکت میں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا یہ شخص پتھر میں حرکت کا موجد ہے اور حرکت پتھر میں ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح پتھر جماد محض ہے اس کی حرکت بھی جماد محض ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اس پتھر کی حرکت سے ہلاک ہو جائے تو یہ نہیں کہتے کہ اس پتھر نے ہلاک کیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے ہلاک کیا ہے۔ اور علمائے شریعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کا قول اس علم کے موافق ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے افعال کا صدور اگرچہ ارادہ اور اختیار سے ہے مگر ان کا مفعول حق تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع ہے اور ان کے افعال کو اس کی مصنوعیت و مخلوقیت میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال محض چند حرکات ہیں۔ مخلوق و مجعول کی مجعولیت میں ان کی قطعاً کوئی تاثیر نہیں اس پر اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس صورت میں افعال مخلوقات کو ثواب و عذاب کا باعث قرار دینا غیر معقول بات ہے۔ یہ تو بالکل اس طرح ہوا جیسے پتھر کو کسی امر کا مکلف قرار دیں اور اس کے فعل پر اس کی مدح یا مذمت کریں۔

اس شبہ کے ازالے کے لیے میں کہتا ہوں کہ پتھر اور مکلفین میں فرق ہے۔ کیونکہ مدار تکلیف قدرت و ارادہ ہے۔ اور پتھر میں کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن چونکہ مکلفین میں بھی ارادہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حصول مراد میں ان کے ارادے کی کوئی تاثیر نہیں تو وہ ارادہ بھی میت کی طرح ہے۔ اس نے صرف اتنا کام کیا کہ ارادہ کے موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حسب عادت اس شے کو پیدا فرما دیا۔ اور اگر قدرت کو کسی قدر مؤثر مان بھی لیں جیسا کہ علماء ماوراء النہر شکر اللہ سَعْیَھُمْ نے فرمایا ہے جب بھی ان میں تاثیر تو خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ جس طرح بھی اس نے پیدا کی ہے۔ تو اس کی تاثیر بھی بالکل بلا اختیار ہے تو اس کی تاثیر بھی جماد کی طرح ہے۔

مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کسی کی حرکت دینے سے اوپر سے نیچے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ پتھر کسی حیوان کو لگا اور اسے ہلاک کر دیا۔ تو وہ شخص جس طرح اُس حیوان کو جماد جانتا ہے بالکل اسی طرح اس کی حرکت کو بھی

جماد ہی جانتا ہے اور اس سے جو اثر مرتب ہوا ہے یعنی ہلاک کرنا اسے بھی جماد ہی جانتا ہے۔ لہٰذا ذوات' صفات اور افعال مخلوقات سب کے سب جماد محضہ اور اموات صرفہ ہیں پس وہی ذات حی و قیوم اور سمیع و بصیر ہے۔ اور علیم و خبیر اور اپنے ارادے کے مطابق جو چاہے کرنیوالی ہے۔ آپ فرمادیں:

> "اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اگرچہ اتنے ہی اور سمندر مدد کو لائے جائیں۔"

بہت گستاخی کر دی ہے اور بے حد جرأت واقع ہو گئی ہے۔ کیا یہ بات کی اچھائی نے جو جمیل مطلق (حق تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ سخن اور سلسلہ کلام جس قدر روانہ ہو جائے اچھی ہی ہے۔ اور یہ فقیر اس ذات کی طرف سے جو کچھ کہتا ہے بہت خوب دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے آپ کے لیئے کچھ مناسبت نہیں پاتا کہ اس کی طرف سے بات کرے یا اس کا نام زبان پر لائے ۔

ہزار بار بشستم دہن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن مرا نمے شاید

میں نے ہزار بار اپنا منہ مشک و گلاب سے دھولیا۔ پھر بھی میں تیرا نام لینے کے لائق نہیں۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

عنایت اور توجہ کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کے متعلق کیا عرض کرے۔ اپنے اندر جو عنایات' بھی پاتا ہے' آپ کی توجہ عالی سے ہی پاتا ہے۔ ورنہ۔ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میں وہی پرانا احمد ہوں جو تھا

میاں شاہ حسین توحید وجودی کا راستہ رکھتا ہے اور اس میں خط اٹھاتا ہے۔ دل میں آتا ہے اسے نکال کر حیرت کی طرف لایا جائے' جو مقصود ہے۔

محمد صادق بچپن کی وجہ سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر کسی سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقیات حاصل کرے۔ دامن پہاڑ کی سیر میں ہمراہ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقام حیرت میں غوطہ لگا چکا ہے۔ اور حیرت میں فقیر کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے۔ شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے۔ بہت ترقی کر چکا ہے۔

اس فقیر کے خویشوں میں سے ایک نوجوان ہے جس کا حال بہت اچھا ہے۔ تجلیات برقیہ کے نزدیک ہے اور پوری طرح مستعد ہے۔

مکتوب نمبر (۱۹)

بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا:

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک شخص لشکر سے آیا ہے۔ اس نے بتایا ہے دہلی اور سرہند کے وظیفہ لینے والے فقراء کے وظائف کی مقدار جو فصل خریف سے تعلق رکھتی ہے' اس بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تحقیق حق کے بعد مستحقین تک پہنچا دیں۔ اس بنا پر یہ گستاخی کی جا رہی ہے کہ فصل لانے کے ہزار ٹکے شیخ ابوالحسن حافظ اور صاحب علم کے لیے اور ہزار ٹکے شیخ شاہ محمد حافظ کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات زندہ اور قائم ہیں۔ ان کے بارے میں میں کوئی شبہ نہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے۔ جو با اعتماد ہے اگر اس خبر کو سچ تسلیم کر لیں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عریضہ لانے والے کے حوالے کر دیں۔ یہ دونوں حضرات اس وقت سرہند میں ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر ترین خادم کی عرضداشت حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکوحہ اور دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں تحریر کردہ عریضہ کے اندر اس بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آ چکی ہو تو مولانا علی کو فرما دیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض وکالۃً اور اصالۃً آ چکے ہیں۔ اگر مبلغات نہ آئے ہوں تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں' ان کے پروانجات کی تصحیح فرما دیں...... زیادہ گستاخی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱)

درجاتِ ولایت خاص کر ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے بارے میں۔ نیز طریقہ نقشبندیہ علیہ قدس سرہم کی مدح و ثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے تمام سلاسل سے افضل ہونے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ شیخ محمد مکی ولد حاجی قاری موسیٰ لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف و لطیف اس عبد ضعیف و نحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے تمہارے کام آسان کرے' تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے عذر قبول کرے محترمہ سید البشر جو بصر کے

کجی سے پاک ومطہر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

میرے بھائیو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حسّی موت سے پہلے ہے جسے اہل اللہ کے ہاں فنا سے تعبیر کرتے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصول میسر نہیں آ سکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق رکھنے والے معبودان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے الٰہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اس وقت تک حقیقتِ اسلام اور کمال ایمان میسر آ سکتا ہے۔ تو مقبول بندوں کے گروہ اور اوتاد کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اطوار ولایت میں یہ فنا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سب سے پہلا کمال ہے جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے' اوّل ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتداء سے اس کی انتہاء کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا
میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست
سال کی خوبی اس کی بہار کی خوبی کی وجہ سے ہے

اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون واعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ "یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے' اور علم وعین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع وپیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے۔ یعنی حضرت ذات جل سلطانہٗ سے تمام حجابات کا اُٹھ جانا۔ بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے' پھر اسماء وصفات کے پردے لٹکا دیے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بجلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات

غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا ان اکابر کا کمال کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملین کے طریقہ میں ابتداء انتہاء میں درج ہے۔ اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کاملین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوئی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خراز نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات (مولانا جامی قدس سرہٗ) نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ نقشبندیہ عالیہ کے ان بعض کمالات کے اظہار سے مقصود طالبانِ فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت دلانا ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

شرح او حیف است با اہل جہاں ہمچوں رازِ عشق باید درنہاں
لیک گفتم وصف او تا رہ برند پیش ازاں کز فوت او حسرت خورند

اس کی شرح اہل جہان کے سامنے کرنا ظلم و ستم ہے۔ جس طرح رازِ عشق پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس لیے بیان کر دی ہے تا کہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔

آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیروکار ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان وجہ تعلق اور ان کے عروج ونزول اور فنا جسدی وروحی اور ان دونوں کے بقا اور مقام دعوت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی مستعلک اور مستغرق شدہ اور دعوت کی طرف رجوع کرنے والے اولیاء کرام کے درمیان فرق کے بیان میں...... شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے نور وظلمت کو جمع کر دیا۔ اور لامکانی جہت سے مبرا کو ممکن شے کے ساتھ جو جہت میں موجود ہے ملا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محبوب بنا دیا' اور نور کو ظلمت پر عاشق کر دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا' تا کہ اس طرح نور کی جلاء میں مزید نورانیت پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ پڑوس کے باعث نور کی صفائی درجہ کمال کو پہنچ جائے جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اوّلاً شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں۔ تا کہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو۔ اور کثافت طینی کے تعلق سے اس کی رونق دوبالا ہو۔

تو اس نور کو پہلے جو شہود قدسی حاصل تھا یہ اس کو بھول گیا۔ بلکہ اپنے معشوق ظلمانی میں استغراق اور ہیکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توابع وجود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی کے باعث اصحاب مشئمہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی محاورت اور پڑوس کی وجہ سے اصحاب میمنہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی استغراق کی تنگی میں پڑا رہا' اور فضا اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس' کیونکہ اسے مقصود میسر نہ آ سکا اور اپنی استعداد کا جوہر ضائع کر دیا۔ تو دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اور اگر نیکی اس کی طرف سبقت کر کے آ گئی۔ اور اعلیٰ درجے کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اُٹھا لیا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا پا لیا اور یہ کہتے ہوئے اُلٹے پاؤں لوٹ آیا۔

الیک یا منیتی حجی و معتمری ان حج قوم الیٰ ترب و الحجار

اے میری آرزو! میرا حج اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگر چہ دوسرے لوگ خاک اور پتھروں کی عمارت کی طرف حج کو جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ پر مطلوب مقدس کے مشاہدہ میں دوبارہ استغراق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب انور میں درج ہو جاتی ہے۔ جب یہ استغراق اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے ظلماتی متعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شخص اپنے نفس اور اس نے توابع وجود سے بھی کلیۃً بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور الانوار کے مشاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے اور پردوں کے پیچھے کے مطلوب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو

فنا جسمانی اور روحانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے فنا کے بعد اس مشہود کے ساتھ بقا میں حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو جہتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو بالکلیہ دائماً مشہور میں استغراق و استہلاک ہو جاتا ہے' یا مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت نور اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلاصی پا جاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحاب یمین اس کے حال و کمال کے زیادہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جہت خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمین و شمال یمن و برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیسا کہ واجب تعالیٰ عز شانہ کی شان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمین ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقام عبادت اور ادائے طاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور نور لا مکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جہت سے مقید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاء مستہلکین (ذات حق میں مستغرق) کو بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ بھی اپنے بنی نوع سے خلط ملط اور میل جول رکھتے ہیں پھر استہلاک اور عالم قدس کی طرف دائماً بالکلیہ توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاء مستہلکین اور دعوت و ارشاد کے لیے رجوع کردہ اولیاء کرام کے درمیان کیا فرق ہوا؟

تو ہم اس شبہ کو جواب میں کہتے ہیں کہ استہلاک اور بالکلیہ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبارت ہے' جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اور جہاں اور اس جیسی چیزوں کا شعور حواس' قویٰ اور جوارح سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزلہ تفصیل ہیں تو ان اولیاء مستہلکین کا مجمل اور خلاصی یافتہ باطنی حصہ تو مطالعہ مشہود کے اندر انوار روح کے ضمن میں مستہلک و فانی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور لاحق نہیں ہوتا۔ بخلاف اس اولیاء کرام کے جو دعوت و ارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقام اجابت میں آ جاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمال میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔ اور حقیقت جامعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض اوّلاً نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قویٰ اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ تو ان حواس و قویٰ کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ اربابِ سُکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسبِ حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کراماتِ اولیاء سے مشرف کرے، اور کمال متابعت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہٗ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملئکۃ المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتب الحروف اگرچہ عجمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا، تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقۂ املا پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے مُہر کلام۔

مکتوب نمبر (۲۳)

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے روکنے اور اس کے نقصان وضرور اور اہل کفر سے مشابہ القاب سے منع کرنے کے بیان میں...... عبدالرحیم المشہور بخان خاناں کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل وقال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ بحرمۃ سید البشر جو ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ علیه وعلیٰ اله **من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها** ......اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

باسعادت وباصداقت برادر نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ تو میں نے یہ شعر پڑھا۔

اھلا لسُعدیٰ والرسول و حبّذا وجه الرسول لحبّ وجد المُرسل

ترجمہ: اے سُعدیٰ (معشوقہ) اور اے اس کے قاصد! تم اپنے اہل میں تشریف لائے ہو۔ اور تمہاری طرف سے آنے والے قاصد کا چہرا کس قدر حسین ہے۔ کیونکہ روانہ کرنے والے کا چہرہ بڑا محبوب ہے۔

اے ظہور کمالات کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور خالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ

بوئے۔ دوسرا یہ کہ اس میں خبیث اور ردی تخم ڈالے۔ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم ضرر و فساد میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے، جیسا کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی خرابی اور فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیر ناقص اپنی خواہش نفس کا تابع اور پیروکار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ موثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تاریکی پر تاریکی میں اضافہ ہوگا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر واصل ہے۔ نیز یہ پیر ناقص طالبوں کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب طرق جذبہ (سیر انفسی) اور طریق سلوک (سیر افاقی) میں تمیز نہیں کر سکتا تو عین ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو اور ابتدائے حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلا دے، تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔ جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کامل، کامل کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا، اور اسے راہِ عرفان پر چلانا چاہے گا، تو اوّلاً اسے پیر ناقص کی پیدا کردہ خرابی اور پیر ناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صالح اور مناسب بیج ڈالے گا تب جا کر اچھے پودے اُگیں گے۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ط	خبیث و ردی کلمہ کا حال خبیث اور ردی درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ لیا گیا ہو، اس کے لیے کوئی قرار و استحکام نہ ہو۔
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ط	اور اچھے کلمے کا حال اچھے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابت ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل، کامل بنانے والے شیخ کی صحبت کبریت احمر (سُرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی باتیں شفا ہیں۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے۔ کیونکہ متابعت شریعت ہی اصل کار اور مدار نجات، مناط سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

محمد عربی کار بروئے ہر دو سر است
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی ﷺ جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں۔ جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بننا چاہتا اس کے سر پر خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو۔)

ہم اس مقالے کو حضور سیّد المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیمات، تحیات اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

التّتمہ:

کمال تعجب کی بات یہ ہے کہ برادر باسعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہمنشینوں میں سے بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ شاعر سادات عظام اور نقبائے (بہتر) کرام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین الشناعۃ بُرے اسم پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بڑے نام سے شیر سے بھی زیادہ بھاگے اور اس سے پوری طرح نفرت و کراہت کرے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمّٰی دونوں اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ناپسندو مبغوض ہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ اہل کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہٰذا ایسے بُرے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری اور واجب ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکر ہیں جو کفر کی مدح اور زنار وغیرہ باندھنے کی ترغیب واقع ہوئی ہے، اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ٹھیک معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب الفہم معنی پر محمول نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ سکر کے باعث ان ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیقی کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیر مست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرنے میں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں۔ کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے۔ کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح ہو جاتی ہے۔ اور عقلمند ایک وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہٰذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان کے حال و قال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور تہمت اور بُرائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے:۔

اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّهَمِ — تہمت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے غبار کلام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ — مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے۔

والسّلام علٰی من اتبع الھُدٰی — ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۲۴)

اس امر کے بیان میں کہ صوفی کائن ہے اور بائن ہے۔ اور دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور محبت ذاتی کا ظہور محبوب کی طرف سے آنے والے رنج وانعام کو برابر کر دیتا ہے۔ اور مقربین اور ابرار کی عبادت کے فرق اور اولیاء مستہلکین اور دعوت وارشاد پر مامور اولیاء کرام کے درمیان فرق وامتیاز کے بیان میں......... محمد قلیج خان کی طرف ارسال فرمایا:

بحرمة حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور خیر وعافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بہت ہی مبارک ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی۔ اور جس کی مراد اور مقصود وہ بلند ومقدس ذات ہو چکی ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقة خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور صورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول ومصروف ہو۔ یہی کائن بائن صوفی کی شان ہے۔ کائن یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ بائن یعنی حقیقة مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائن سے مراد ہے صورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا، اور بائن یعنی فی الحقیقة ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ اشیاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو جب تک اس کا تعلق حُبّی اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی بہت مرادیں اور کثیر اشیاء مثلاً مال، اولاد، سرداری، مدح، لوگوں کے سامنے بلندی رتبہ کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے، تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی شے ہے، اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ بذاتِ خود ان اشیاء کے ساتھ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالتبع ان اشیاء کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد ومطلوب نہیں تا کہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس

کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہٰذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکلیۃ خالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فناء مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فنا مطلق تجلی ذاتی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اُٹھنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں، حاصل ہو جاتی ہے، تو محبت کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے انعامات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے، طلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابرار تو اس کی عبادت طمع اور خوف کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طمع اور خوف کا تعلق اور واسطہ خود ان کی اپنی ذوات سے ہوتا ہے۔ اور یہ کوتاہی اس بنا پر ہے کہ انہیں محبت ذاتی کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا حکم رکھتی ہیں۔ تو ابرار کی حسانات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقربین کی حسنات من کل الوجوه حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقربین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طمع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔ بقاء اکمل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ لیکن ان کے خوف اور طمع کا تعلق ان کی اپنی ذوات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حظوظ نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب والم کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقربین میں سب سے اعلیٰ مرتبہ اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے حصو کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ملتا ہے۔ اور ان مقربین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی غرض سے عالم اسباب کی طرف نزول نہیں فرماتے وہ اولیاء مستہلکین میں ہیں (یعنی ذات ہی میں منہمک و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور یہ تکمیل کے اہل بھی نہیں ہوتے، بخلاف پہلے گروہ کے۔ کہ وہ تکمیل کی اہلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بحرمۃ سید البشر علیه و علی اله و اتباعه من الصّلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام۔

مکتوب نمبر (۲۵)

حضور سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات اتمہا کی متابعت کی ترغیب وتحریض کے بیان میں...... خواجہ جہاں کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پوست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی اور اخفیٰ کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔
لہٰذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں' کی متابعت لازم وضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کو پیروی کا شرف نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ مرحوم الشیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاشی میں مبتلا ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ان کی مدد واعانت فرمائیں۔ ان کی امداد آپ کے شایان شان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآری کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق میں مزید اضافہ کرے۔ اور خیر وبھلائی کو آپ کا رفیق وساتھی بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں...... دانش مند شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقہ پر قائم وثابت رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ ابرار کو میری ملاقات کا شوق عرصہ دراز سے دامن گیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ نے اس کلام میں ابرار کے لیے شوق ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقربین واصلین کو کوئی شوق نہیں ہوتا۔ کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا متقاضی ہے۔ اور گم ہونا مقربین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا مشتاق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مقرب واصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور

اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ لہٰذا مشتاق صرف ابرار ہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محب فاقد گم کردگان مطلوب ہیں۔ اور ابرار سے مراد غیر واصل اور غیر مقرب میں خواہ وہ ابتداء میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک رتی کے دانہ برابر کچھ ہی قمی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو وہ تھوڑا نہیں ہے۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد مدح مشابہ ذم کے قبیل سے ہے۔ میں نے اپنے شیخ (خواجہ محمد الباقی) قدس سرہ سے سنا آپ فرماتے تھے۔

منتہی واصل بہت دفعہ اس شوق اور طلب کی آرزوو کرتا ہے جو اسے ابتداء میں حاصل تھی۔

اور اس شوخی کے زائل ہو جانے کا مقام اور ہے' جو اول سے اکمل اور ائم ہے۔ اور ادراک سے عاجز اور ناامید ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق متوقع چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کامل جو نہایت کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع قہقری کرتا ہے تو رجوع کی وجہ سے مطلوب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق عود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلوب کے گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا' بلکہ اس کا زوال یاس اور ناامیدی کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی الخلق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کامل اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس عود کرتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلوب کی گمشدگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے زائل ہو چکی تھی۔ تو جب رجوع کے باعث مطلوب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال کے باعث زائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ وصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وصول کے بعض مراتب کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے واصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور متصور ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے۔ جس کا تعلق اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات سے ہے۔ اور سیر تفصیلی طے کرنے والے سالک کے لیے انتہاء متصور نہیں ہو سکتی' اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائل نہیں ہو سکتا۔ اور جس واصل کامل کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں' اس سے انتہا کو پہنچ جانے

والا واصل مراد ہے جو مراتب کو بطریقِ اجمال طے کر چکا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ چکا ہے جسے نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے، اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی توقع باقی ہے۔ لہٰذا اس سے کلیۃً شوق وطلب زائل ہو جاتے ہیں اور یہ خواص اولیاء کرام کا حال ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے نکل چکے ہیں اور ذات اور شیوناتِ میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ میں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محسوس و مقید رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب وصول سے مراد یہی ہے کہ و صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔ اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک عروج صفات اور اعتبارات میں سیر اجمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محبوس رہتا ہے اور اس سے شوق وطلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد و تواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہٰذا ارباب شوق و تواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق و وجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت مشاکلت کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز و جبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید و غالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبدِ ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ سکر چاہتے ہیں۔ سکر کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر ارباب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے لہٰذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق و مناسب نہیں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ الحمد للہ اولاً و اخراً والصّلوٰۃ والسّلام علٰی نبیّہ دائماً و سرمداً۔

مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا اور ان بزرگوں قدس سرّہم کی نسبت کی بلندی کے بیان میں .... خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا۔

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔

مرحمت نامہ گرامی جو از روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا۔ یہ حقیر اس کے درود سے مسرور اور خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے دردسر کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا میں لکھتا ہے۔

مخدوم ومحترم! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات ہیں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور وآ گاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے۔ جس کو انہوں نے ''یادداشت'' سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا ان عزیزوں کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پا چکی ہے وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ظہور' نیز حق سبحانہ' وتعالیٰ کے اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لمحہ بھر کے لیے شیون واعتبارات اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر شیون واعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

اس تقریر وبیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے۔ اور اغلب واکثر اوقات غیبت رہتی ہے۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے اور ہمیشہ اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے۔ تو یہ حضور بے غیبت کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق واعلیٰ جاننا چاہیے۔

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن ۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمها
وللعاشق المسكين ما يتجرع

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہیں عاشقِ مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت وقلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور ومتعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے۔ جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ومنزہ ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائی ہوتی ہے۔ اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

ـ قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور حاش للہ کو برآدم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ بایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصوروار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ بہانہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸)

بلندی حال کے بیان میں مگر ایسی عبارت سے جس سے تنزل اور دوری کا وہم ہوتا ہے...... یہ مکتوب بھی خواجہ عمک کو لکھا۔

رحمت نامہ گرامی جو از روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا' بندہ اس کے ورود مسعود سے مسرور ہوا' اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا...... کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزاد گرفتاروں کو یاد کریں۔ اور کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پہنچے ہوئے لوگ ہجر میں پڑے ہوئے لوگوں کی غمخواری کریں۔

جدائی اور ہجر میں پڑے ہوئے جب اپنے آپ کو وصال کے قابل نہ پایا تو گم نامی کی حالت میں ہجر کے گوشے میں جا بیٹھا اور قرب سے بھاگ کر بُعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا' اور ایصال کے بجائے انفصال کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی تو گرفتاری کے احسان کے نیچے آ گیا۔

ـ چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک برفرق قناعت بعد ازیں

دین کا سلطان جب مجھ سے طمع کا طالب ہے' تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک پڑے۔

غیر مربوط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا دردسری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سیّد المرسلین علیہ و علی الہٖ من الصلوات افضلها و من التسليمات اكملها کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

ادائے فرض کی ترغیب' سنن و آداب کی رعایت' فرائض کے سامنے ادائے نوافل کی کم پرواہ کرنے' اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے' اور مستعمل پانی کے پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں...... شیخ نظام تھانیسری کی

طرف لکھا:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور بے راہ روی اختیار کرنے سے بچائے اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے، بحرمۃ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک تھے۔ **علیہ و علی الہ من الصلوات اتمہا و من التسلیمات اکملہا۔**

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ جو بھی نفل عبادت ہو، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر با جماعت ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو وہ بہتر تھا۔

لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو، اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے۔ ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے۔

تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے (کذا فی بحر الرائق) ظاہراً اس سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے۔ اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے، اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہائے شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے اس غرض کے لیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب ہے۔ وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام عظیم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس

سال کی نمازیں قضا کیں۔

لہٰذا وہ پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت وثواب وضو کے لیے استعمال کیا گیا ہو لولوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں۔ کیونکہ یہ پانی سیّدنا حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے۔ اگر عقیدت کے طور پر کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آ گئی۔ بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پئیں۔ ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر چند اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی۔ کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے اور ان لوگوں تو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ پیروکار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کیا کریں گے اور فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم، علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج وثمرات ہیں۔ اور علومِ احوال سے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچاننے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شرعیہ کا علم ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح وطلاق اور بیع وشراء کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے اور جس کی بندے کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب وسعی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ لہٰذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ

بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آ سکتا۔ لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ بات زیادہ لمبی کیا کرے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت تھوڑا غم دل بیان کیا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۳۰)

شہود آفاقی اور انفسی، اور تجلی صوری اور شہود انفسی کے درمیان فرق۔ اور مقام عبدیت کے شان کی بلندی، اور اس مقام کے علوم کی علوم شریعیہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت رکھنے والے امور کے بیان میں ...... ملا محمد صدیق صاحب جو اس درگاہ مجددیہ کے قدیم خادموں میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کامل اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے **علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلها و من التحیات اکملها۔**

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرا محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیہودہ گو کی زبان اس کے لائق ہو۔ مثل رکھنے والی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے اور حادث قدیم کو کیا تلاش کر سکتا ہے۔ اور مکانی شے لامکانی ذات تک کب تک دوڑ سکتی ہے۔ بیچارے کے پاس اپنے سے باہر کوئی شے نہیں اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گزر نہیں ہو سکتا۔

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود!
گرچہ عمرے تگ زند درخود بود

ذرہ کتنا ہی اچھا یا کتنا ہی برا ہو۔ ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔

یہ معنی بھی سیر انفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے، میسر ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس نے فرمایا ہے۔ ”اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں، اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی خیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے:

وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات موجود ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل و نتیجہ بے حاصل ہے۔ بے حاصلی کے لفظ کا اطلاق اصل مطلوب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و معدات (آمادہ کرنے والی اشیاء) میں سے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہود تجلی صوری کی مانند جو متجلی لہٗ کی ذات میں ہوتی ہے خیال نہ کرے۔ حاشا وکلا تجلی صوری جس قسم کی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا حصول علم الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہود انفسی میں داخل ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق و استعمال میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نمونہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نمونہ ہے۔ چوں (ممکن) کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں۔

اتصالے بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس رابا جان ناس
لیک گفتم ناس رانسناس نہ ناس غیر از جانِ جاں اشناس نہ

لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے۔ لیکن میں نے بزرگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے، حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین و عارفین اور واصلین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہود صوری کے ساتھ شہود انفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول ہے۔ کیونکہ تجلی صوری متجلی لہٗ (جس پر تجلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس تجلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس سیر انفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلت معرفت کی وجہ سے ان دو قسم کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیں کہ بقائے ثانی جسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں۔ تو شاید اس وہم سے نجات پا جائیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقا باللہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھنا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ

یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنائے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پہلے ہے۔ اس کا زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں، لیکن وہ بقا جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال و خلل سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فنا دائمی ہے۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں احوال و تلوینات کے قبیلہ سے ہیں، اور جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (ہمیشہ) ہے۔ ان کا کوئی مخصوص وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرنے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ تو حالات کو بدلنے والے کے ساتھ ہے، لہٰذا زوال کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق و استعمال اس وقت کے اثر یعنی تعین وغیرہ کی بقا کے اعتبار سے ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے ظن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

بات لمبی ہو گئی، ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی فضائے قدس میں مجال سخن نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور ذلت و انکسار کی بات کرنی چاہیے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور درمیان راہ میں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانہ کے ماسوائے ہر طرح کا تعلق قطع کر لے۔ عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گرفتاری سے پوری طرح نجات پا جائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات ماسوا سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا مراتب ولایت کی انتہاء مقام عبدیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفت کے لحاظ سے مکمل استغنا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عز سلطانہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیت کا اطلاق بھی مناسبات میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے

ہیں۔ وہ اس سبحانہٗ وتعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرأت نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو فاعل نہیں جانتے۔ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ہاں وہ ان افعال کا کاسب و مباشر نہیں۔ کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچادیتا ہے۔

ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شعبدہ باز پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب وغریب کے افعال ان میں ایجاد کردے۔ دوربین لوگ جان لیں گے کہ ان جمادی صورتوں کے افعال کا موجود وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہٰذا کہتے یہ ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شعبدہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعتیں بھی یہی کہتی ہیں۔

وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق صریح یہ ہے کہ فاعل متعدد ہیں اور خالق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید وجودی کے بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت وموافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور یا سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبدیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر موجود رہتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہوجائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تا کہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور استدلالی معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تا کہ معارف شرعیہ سے زائد کچھ حاصل کرلے۔ اگرچہ راہ میں علوم شرعیہ سے زائد کچھ امور سامنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچادیں تو وہ تمام زائد امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ختم ہوجاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیل کے رنگ میں علم ودانش میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور استدلال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف کی فراخ اور کشادہ فضا میں آجاتے ہیں یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے یہ بزرگوار انہی علوم کو الہام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ علوم بطریق اجمال شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم

جو انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو تفصیلاً اور کشفاً ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کاملین اولیاء کرام میں سے بعض کو بڑی صدیوں اور ازمنۂ دراز کے بعد منتخب کرتے ہیں۔

دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلالی مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل شانہ کی حکمت اسی میں ہو۔ والسلام۔

مکتوب (۳۱)

توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور خدا تعالیٰ وتقدس کے قرب اور معیت ذاتی اور اس مقام سے آگے گزر جانے اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صوفی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہٖ وعلیہم وعلی الھم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔

وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) وحدت وجود کا منکر ہے۔

اس ناقل نے مجھ سے التماس کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے خدام کو لکھ بھیجوں تاکہ لوگ اس نقل سے کچھ اخذ کرلیں اور بدگمانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سردردی کرتا ہے۔

مخدوم و مکرم! کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب جیسا تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سرہٗ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطن کی پوری نگرانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیہ کا بیٹا بھی نصف فقیہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب سے ازروئے علم حظ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ارشادہ پناہ حقائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے مؤید ہمارے شیخ و مولیٰ اور قبلہ محمد الباقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف بلیغ مبذول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہوگیا' اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے' اور اس مرتبے کی باریکیوں میں سے

کوئی کم ہی باریکی ہوگی جو منکشف نہ کی گئی ہو۔ شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے دقائق پورے طور پر ظاہ واضح کیے گئے۔ اور تجلی ذاتی جسے صاحبِ فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔ اور اس تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:۔

وما بعد هذا الا العدم المحض اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے

مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا۔ اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص کیا ہے، وہ تفصیل سے معلوم ہوئے۔ اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطوط میں جو حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے، یہ دو بیت بھی جو سراسر سکر ہیں لکھ ڈالے۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملت ما کافری و ملتِ ترسائی است
کفر و ایماں زلف و روئے آں پری زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است
افسوس! یہ شریعت نابینوں کی شریعت ہے ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے
کفر و ایمان اس زیبا شکل پری کی زلف و چہرہ ہیں کفر اور ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں

یہ حال مدت دراز تک رہا، اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔ اچانک حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے پردہ کو اٹھا دیا۔ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے۔ اور احاطہ اور ذاتِ حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی، یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔ اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم جل شانہ کے لیے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے، جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعیھم کے ہاں قرار پا چکا ہے۔ اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و ذی کیف کا عین نہیں کہا جا سکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی۔ انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ ایک کا حمل دوسرے پر بالکل ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔ اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔ تو درست اور صواب وہی ہے جو علماء اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔

اور جس وقت توحید وجودی کے مشرب کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے تو فقیر کو بڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ فقیر اس توحید وجودی سے بلند تر کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور بڑے عجز وزاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چہرے سے تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی منکشف اور ظاہر ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے۔ لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور ظل عین اصل نہیں۔ جس طرح توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہوجاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گوناگوں کمالات کو میدانِ ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ مخفی امور کو معرض وضاحت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف و اصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کردیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یا بالذات اس کے قریب ہیں یا معیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان والیت اور مدلولیت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پر موجود ہیں۔ عینیت، اتحاد اور احاطہ وغیرہ کی جو نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اوہام اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف و اصوات کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور والیت متحقق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ وہمی نسبتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرّا اور مبرا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت تو یہاں والیت اور مدلولیت و ظاہریت و مظہریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدس کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمائی اور صفاتی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور یہی تعلق بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعض احکام وہمیہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبات کی صورت قوت خیالیہ میں نقش ہوجاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تکرار ان احکام کا کسی قدر ذوق عطا کردیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حس، عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتی ہے یہ توحید پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور

شریعت کے مطابق و موافق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے بیکار فلسفی تکلفات ہیں جن کے متعلق فلاسفہ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قوانین شرعیہ کے مطابق کرلیں۔ ''اخوان الصفا'' اور اس طرح کی کتابیں اسی طرح کی ہیں۔

اس بات میں آخری بات اتنی ہے کہ خطاء کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ کہ اس پر ملامت و عتاب نہیں ہے۔ بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجتہدین کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ صواب کا پاتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ یہ معذور قرار نہیں پاتے اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ کشف و الہام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوسکتا۔ لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہٰذا اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خط کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے۔ بلکہ واجب و لازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو تعینات کونیہ کے آئینوں میں ہوتا ہے وہ بھی گذشتہ احکام کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت در کثرت یا شہود احدیت در کثرت کے نام دیتے ہیں کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس جو بے مثل و بے مثال ہے، صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔ لامکانی ذات مکان میں نہیں آسکتی۔

بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لامکانی ذات کو مکان سے ماوراء میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق و انفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سُبحانہٗ وتعالیٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے:

> ''جو کچھ دیکھا یا سنا یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے۔ کلمہء لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔''

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد   در کلبۂ گدایاں سلطان چہ کار وارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر   کو با جمال جاناں پنہاں چہ کار وارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آسکتا ہے؟ اور گداؤں کے حجرہ میں بادشاہ کا کیا کام ہے؟
صورت پرست غافل شخص معنی کو کیا جان سکتا ہے؟ یہ معشوق کے جمال پوشیدہ سے کیا تعلق قائم کر سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی عبارات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی صریح طور پر وحدتِ وجود اور احاطہ اور قرب و معیت ذاتی اور شہود وحدت در کثرت اور احدیت در کثرت وارد اور موجود

ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود واحوال راستے کے وسط میں ان کے سامنے آئے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزار لیا گیا جیسا کہ فقیر نے گزشتہ صفحات میں اپنے حالات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احدیت صرف کی جانب باطن میں پوری نگرانی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت بین ہے ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشرف کرتے ہیں' باطن میں احدیت کے نگران رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں' جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتداء میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب واحاطہ ذاتی نہیں ہے۔ نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہٰذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہوگا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے اندازے کے مطابق حکم لگایا ہے۔ جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے آئینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جا سکے۔ اس شخص کو بھی عرف میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں معذور ہے۔ جھوٹ بولنے کی ملامت کا وہ مستحق نہیں ہے' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جن حوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف کی بنا پر تھا' تقلید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے حجت بھی نہیں۔

جھوٹ کا شبہ دور کرنے کا دوسرا جواب یہ کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ بعض امور عرضیہ میں ممکن کا واجب تعالیٰ وتقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ممکن واجب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الامتیاز چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الاشتراک نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگا دیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال وگنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اولیاء میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرف کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام مہدی میں اتم طریقہ سے اس کا ظہور ہوگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ و سلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے افکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں زیادتی اور اضافہ مسلسل نظر و فکر سے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی صرافت پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک لے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں...... مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دور افتادہ لوگ یاد سے اوجھل نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی وقت ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ ع

بارے بہیچ خاطر خود شادی کنم

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

مخدوم گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تحریر بلکہ بطور تقریر اور زبانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاکہ کسی فہم میں اور کچھ اور نہ آئے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے۔ حسن ظن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضری یا صحبت دراز جس طرح بھی ہو درکار ہے۔ اس کے بغیر رنج و محنت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے
تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

آرام دہ رات ہو اور خوش طبع چاند جیسا معشوق۔ تاکہ تجھ سے ہر بات کی حکایت بیان کروں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و معارف جداگانہ ہیں اور احوال و مواجید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب ذکر اور توجہ ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تلاوت اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مخصوص ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دولتوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے جو جہت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے۔ نہ جذبے کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علاقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ و علیہم من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمٰی سے مشرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے۔ اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ

ت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ں اگر چہ کسی وجہ کی مشابہت ہو۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ان شاء ہ تعالیٰ تم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ رحمہم اللہ سبحانہٗ میں سے کسی نے کم ہی اُس کی خبر دی ہے۔ تو اس مقام کے علوم عارف کے متعلق کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے ضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ نادر الوجود نسبت اوّل قدم میں ہی ظاہر ہوگئی ر ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے م کی نسبت پر تربیت کرتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد سعادت مند کرتے ہیں۔

ابتدا میں ہی اس نسبت کا ظہور خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتحیات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو مشرف کر دیں یہاں تک کہ اس کی حبت سے بھی ابتداء میں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتدا کا انتہا میں اندراج حاصل ہو جاتا ہے۔ جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی صورت میں ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں۔

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ
وما کتمہ احظی لدیہ و اجمل

(ترجمہ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔ اور وہ چیز ہے جس کا چھپانا نہایت ہی لذیذ ہے اور اس کا پوشیدہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیال سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض ظہور میں لایا جائے گا۔ اور توفیق عنایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔ فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق

سبحانہ وتعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن دوستوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

میاں شیخ الہ داد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہونی چاہیے۔ ندامت بھی توبہ ہے۔ شفاعت چاہنا ندامت کی فرع ہے۔ بہرحال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے' دوسری طرف کو وہ جانیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرہند کو اپنی منزل تصور کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت ونسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

مخدوم زادے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ رقعہ لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ دوستوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے۔ کیونکہ اجمال میں ابہام ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

مخدوم گرامی! عفو ودرگزر اس صورت میں مطلوب ومتصور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو بُرا جانے اور ندامت وپشیمانی محسوس کریں' ورنہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے روبرو شیخ اللہ داد کے سپرد کیا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر سپرد کرنے سے یہ مراد ہے کہ فقراء اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں' تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ طالبوں کی تربیت کریں اور مشیخت کے مقام میں بیٹھیں تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بار کی ملاقات میں پیر دستگیر قدس سرہٗ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تمہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ شیخ الہ داد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغول ومصروف رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالات ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے روبرو طلب کرنے اور شغل باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقف تھا۔ جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو تجویز کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محض کی جنس سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو اور ضرورت کی چیز باندازہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیر ومرشد قدس سرہٗ کے زمانہ حیات ظاہری کے ساتھ خلوص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغولی باطن کا سبق دینا اور طالبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل

ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ کی نسبت باقی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مخدوم گرامی! علم و حرفت کی تکمیل مختلف افکار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ قواعد نحو جنہیں سیبویہ نے مقرر کیا تھا، متاخرین کے افکار نے اسے کس قدر زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ رکھتے تھے۔ وہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے زمانے میں نہیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ہمارے خواجہ تو خاص کر اس نسبت کی تکمیل کے در پے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہو چکی تھی اسے کامل خیال نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی وفا کرتی تو بارادہ خداوندی جل سلطانہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سعی و کوشش کرنا کہ اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہو، مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گا۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے آپ کی نسبت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات بار بار آپ کے سامنے کہی گئی تھی۔

بے چارہ شیخ الہ داد نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سنبھالنے اور قائم رکھنے والا کون ہے؟ ظاہر کریں، تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں، یہ محض خیالات ہیں، ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقت ور دشمن ہے۔ اس کی فریب کاریوں سے بچنا مشکل ہے۔ وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کردہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مخدوم گرامی! وہ سلب کرنا اختیاری طور پر نہ تھا، جیسا کہ بوقت حاضری ذکر کیا تھا۔ اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیال ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں، حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں۔ اگر آپ کے انگارے کو سرد کریں اور بجھا دیں، پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ موجود ہے۔ یاد رکھیے واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پوشیدہ ہے تو انتظار میں رہیں۔ ان شاء اللہ کل اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا۔ اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

مکتوب نمبر (۳۳)

علماء سوء کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور علم کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

اور زاہد علماء کی مدح وثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں۔

ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا ان کے چہرۂ جمال پر بدنما داغ ہے۔ مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہین لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید وتقویت فتور اور فجور والے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علی ہو علیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ان اللّٰہ لیؤیّد ھٰذا الدین بالرجل الفاجر	بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے

علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہان کو اسے منافع حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہی ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر حجت مکمل کر دی۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ عالم لم ینفعه اللّٰہ بعلمه	سب سے زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں مضر اور نقصان دہ نہ ہو۔ حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اشرف شے ہے۔ اسے انہوں نے کمینی دنیا اور مال وجاہ اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذیل وخوار اور ساری مخلوق سے بدترین شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے اور فی الحقیقۃ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس وتدریس اور فتویٰ دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور جاہ وسرداری اور حصول مال وزر اور بلند چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت ونشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا ومافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں' دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء سب لوگوں سے بُرے

اور دین کے چور ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے کو دین کا مقتداء اور سب مخلوق سے بہترین خیال کرتے ہیں:

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَا اِنَّهُم	وہ گمان رکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔
هُمُ الْكَاذِبُوْنَ. اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ	سن لو یہی جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب آ گیا
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ	ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ ہے۔
حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ	یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سُن لو ابلیس کا گروہ ہی
الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ط	خسارے میں ہے۔

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس لعین فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور دلوں کو بہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر سستی اور مداہنت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتور جو دین وملت کی ترویج واشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے اور ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ وریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کو راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور نوم العلماء عبادۃ یعنی علماء کا سونا بھی عبادت ہے۔'' انہیں کی شان میں وارد ہے۔ یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور بُرائی کا انھیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کی بقا کی نظر سے دیکھا ہے' اور دنیا کو زوال وفنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدائے لایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل وخوار جاننا آخرت کی عظمت کے مشاہدہ کے لوازمات میں سے ہے۔

لان الدنیا و الاخرة ضرتان ان	کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ اگر ایک
رضیت احد اهما سخطت الاُخریٰ	راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اضداد کے جمع ہونے کے قبیلہ میں سے ہے۔ ع

ما احسن الدین والدنیا لو اجتمعا
کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں جمع ہو جاتے

ہاں مشائخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آ چکے ہیں بعض حقانی نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کی رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ایسے مردان حق ہیں جنہیں سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

تجارت اور بیع وشرا وغیرہ ان کے لیے ذکر حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امور دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم وبیش پچاس ہزار دینار کی خرید وفروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی یاد حق سے غافل نہ تھا۔

مکتوب نمبر (۴۴)

حسب گنجائش بسط وتفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواہر خمسہ کے بیان ہیں۔ یہ مکتوب بھی ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت کے سرمہ سے محروم ہے' عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے۔ چہ جائیکہ اسے مرتبۂ وجوب تعالیٰ و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے اور اس میں بھی نا تمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں سب عالم خالق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جو مادہ سے مجرد شمار کرتے ہیں یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور ہمت بالذات کمینگی اور پستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت' اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل' تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہدہ میں آنے والی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں ہو عقل کے ادراک میں نہیں آ سکتیں۔ اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا رُخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف

ہے۔ عالم امر کی ابتداء میں مرتبہ قلب سے ہے۔ قلب سے اوپر روح ہے' روح سے اوپر سرّ اور سر سے اوپر خفی ہے اور اخفیٰ۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند خذف ریزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جو ان تمام چیزوں کا نمونہ ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود و ثابت ہیں۔ عرش مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبدأ ہے۔ جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے' اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔ اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ واسطہ ہے۔ جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیاء کرام میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔ جو مراتب سلوک تفصیل سے طے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود   پشہ آخر سلیماں کے شود
ہر گدا مرد میدان کب ہو سکتا ہے   مچھر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ وجوب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل و سایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔ ع

این کار دولت ست کنوں تا کرا دہند
یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتا ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے۔ کیونکہ اس کے معانی و مطالب پوشیدہ نہایت دقیق اور باریک ہیں۔ تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔ علم میں راسخ لوگ جو:

وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا   نہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

ع هَنِیْئًا لارباب النعیم نعیمها

نعمت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یہ مصلحت کے خلاف ہے کہ راز پردے سے باہر آئے۔ ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی ان کو خبر نہ ہو۔

آپ کو السلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ و علیهم من الصلوات والتسلیمات اتمها و اَدْومها کی متابعت اپنے اوپر لازم کرلیں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تھوڑا سا حال تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ واسطہ کی مانند ہیں' اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں' کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے۔ اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے' اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں' حضرت ذات اقدس تعالیٰ وتقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر' خفی' اخفی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔ ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست
قلم یہاں پہنچا اور ٹوٹ گیا

مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف دونوں برابر ہیں...... یہ مکتوب بھی میاں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نظر کی کجی سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہے۔ تاکہ باطل انہوں کی عبادت سے جو خواہشات نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آجائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک معبود برحق تعالیٰ وتقدس کے اور کچھ بھی قبلہ توجہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابرار کے کام سے ہے۔ مقربین انہیں بھی

برائیوں میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں گردانتے۔ یہ دولت حصول فنا سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہو جانے کے بعد ہے جہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں۔ تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے اور اسے طلب کرنے میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے حظ نفس مطلوب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور پناہ مانگنا رنج اور محبت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرغوب اور پسند اور عین مطلوب ہے۔

کل ما یفعله المحبوب محبوب   محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے

اخلاص کی حقیقت اس جگہ ہاتھ آتی ہے اور باطل الٰہوں سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا محض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے۔

محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے۔ عیب والی بات ہے۔ فناء مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر ہاتھ میں آتی۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت   ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند   درنگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند اِلَّا اللہ باقی جملہ رفت   شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ غیر حق پر لا کی تلوار چلا دیتا ہے۔ یہ تلوار چلنے کے بعد پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا ہے۔

صرف اللہ رہتا ہے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام دُنیوی اور اُخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے اور کوئی مطلب و مقصود ایسا نہیں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف انسان محتاج ہو۔ محبت و حقیقت اسی شریعت کی خادم ہیں اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں...... یہ خط بھی ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حقیقت سے متصف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔ عمل۔ اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی۔ اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ	اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے

اس لیے شریعت تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے، نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں، جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے، جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔ تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کوتاہ اندیش لوگ احوال و موجید کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ اس لیے وہم خیال سے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ	مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ	اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواجید کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔

پس یہ امور مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقہ سے

پورے دس سال بعد اس فقیر پر منکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شرع پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا۔ اور شریعت کی حقیقت کے تحقق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلوب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد کامل طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک حمدًا کثیرا طیبًا مبارکا فیہ مبارکا علیہ۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے لیے حزن و پراگندی کا باعث ہے۔ ان کے مخدوم زادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور فاتحہ خوانی کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۴۷)

بلند سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس سرہ اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت کے حصول کی طرف راغب کرنے کے بیان میں...... شیخ محمد چتری کو لکھا۔

مراسلہ شریفہ اور مکاتبہ لطیفہ جو از روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا' بندہ اس کے مطالعہ سے مسرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و پختگی کا آپ نے لکھا۔ الحمد للہ سبحانہٗ علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہا ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سنت پر مبنی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بارش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا۔ اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے کرلیا گیا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ سوائے اس کے کہ مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہوجائے۔ اور احوال و مواجید ارباب ذوق کے حوالے ہوجائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب ہیچ ہے

موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی تمام نمازیں اوّل وقت میں ادا کریں۔ سردیوں کی عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے اس بارے میں فقیر بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عوارض مستثنیٰ ہیں۔

مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بحت تعالیٰ و تقدس کی محبت میں گرفتار ہونے کے بیان میں جو اسماء صفات اور شیون و اعتبارات سے منزہ اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچنے والی جماعت کی مذمت میں جو چون کو بے چوں تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اہل فنا کے اقدام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی تفاوت پر علوم و معارف وغیرہ مرتب ہوتے ہیں...... یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بحت سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء و صفات ہی ہوں۔ اور متکلمین نے جو صفات کو **لا ھو و لا غیر** کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے۔ غیر بمعنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عز سلطانہ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ صراط مستقیم سے انحراف ہوگا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ — اس کی مثل کوئی شے نہیں

فارسی میں اس کا ترجمہ بے چون و بے چگون ہے۔ اور علم شہود اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہٰذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلمہ **لَآ اِلٰـهَ** کے نیچے لا کر اس بے چون و بے چگون ذات کا اثبات کلمہ **اِلَّا اللّٰہ** سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

بعضے ارباب سلوک سے جو نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر بیٹھے ہیں اور شہود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں، ارباب تقلید ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیوں کہ ان کی تقلید نور نبوت علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سہو و خطا کو اس طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مقتدا اور پیشوا غیر صحیح کشف ہے۔ ع

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا
دیکھ لے ایک راستے کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں، لیکن نہیں

جانتے کہ یہی اثبات عین انکار ہے۔ امام مسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سبحنک ما عبدناک حق
عبادتک ولکن عرفناک حق
معرفتک.

تیری ذات پاک ہے۔ جیسا تیری عبادت کا حق
ہے۔ ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر
سکے لیکن جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے اس طرح
ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہٗ کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام وخاص اور مبتدی ومنتہی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ نادان علم ومعرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی روم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

ہیچ کس راتا نگرد و اوفنا نیست راہ در بارگاہِ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہِ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا

تو یہ معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ علم متعارف سے اوپر ایک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسے ادراک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہر زہ نیست
ہم قصہ غرب و حدیثِ عجیب ہست

حافظ کی یہ سب فریاد بیہودہ نہیں' بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے

اتصالِ بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس
لیک گفتم ناس رانسناس نہ ناس غیر از جان جان اشناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ آنے والا اور بے کیف اتصال وتعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے' حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین و عارفین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ فنا میں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں' تو ضرور منتہی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ جس کی فنا اتم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور جو فنا میں کم درجہ ہے اس کی معرفت بھی کم درجے کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب بھی۔

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصلی' نامرادی' بے استقامتی' اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دوستوں سے مدد واعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت۔

آ کہ از خویشتن چونیست جنیں چہ خبردار داز چنان و چنیں

ماں کے شکم میں پڑا ہوا بچہ جب اپنی ذات سے بھی واقف نہیں تو اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اجازت نہیں دیتی کہ انسان ادنیٰ قسم کی چیزوں اور سفلی قسم کے سرمایہ کی طرف اُتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور التفات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر بات کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے' اگرچہ وہ بھی اس ذات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے' اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگر کچھ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے وصال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا وصال نصیب ہوتا ہے' اگرچہ پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسراہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا جو ذکر واقع ہوا ہے اس کے معنی ارباب کمال کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا محال اور ناممکن ہے۔

در نیا بدحال پختہ ہیچ خام! پس سخن کوتاہ باید والسلام

پختہ آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا' لہٰذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے والسلام

آپ نے مکتوب کا عنوان ھو الظاھر ھو الباطن کے کلمہ سے مزین و آراستہ کیا تھا۔ مخدوم گرامی ھو الظاھر ھو الباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی ارباب توحید کے معنی کی درستی سے فوقیت رکھتی ہے:

کل میسر لما خلق له ہر شخص کو وہی چیز میسر ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

کارکنان قضا وقدر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز اس فقیر پر لازم وضروری ہے اور جس کا وہ مکلف ہے وہ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

مَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ جو چیز رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر متصور نہیں' اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں' ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض خدا تعالیٰ کی عطا ہے' لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض کو کسب مقدمات اور ریاضات ومجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال دو صورتوں سے خالی

نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے آخری مقام پر ہی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یا ناقص (۲) لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ تقدیر اول پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء اور صفات کی تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس کرتے ہیں تو اسے مقابات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے انتہاء تجلیات سے اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورت تو مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق ولذت میں ہوتا۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات میں ہے جن کا بجالانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ تو علماء نکوکار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا سے مشرف نہیں ہیں' اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاصی اور گنہ گار متصور ہوں گے۔ کیونکہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ نفس الاص انہیں بھی حاصل ہے' اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دارومدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی اور باتوں میں ...... یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضور سید بشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے' اپنے ماسوائے سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔

کام کا دارومدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے' دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے' قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔

مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت حقہ کی خادم ہیں اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں...... شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ۔

مخدوم گرامی! منازل سلوک اور مقامات جذبہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت حقہ کے تین جزو ہیں۔ علم ۱۔ عمل ۲۔ اخلاص ۳۔

تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جزو اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر مخلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے اور اکھروٹ و ناریل (معمولی چیزوں) پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے طریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے؟! اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سکر و مستی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں آ چکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں راہِ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسن توفیق سے دفتر اوّل کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد و علیٰ اٰلہ و اصحبہ اجمعین و علینا معھم برحمتہ و هو ارحم الراحمین ٥

☆☆☆

قطعہ تاریخ طباعت

اُردو ترجمہ مکتوبات قدسی آیات حصّہ اوّل دفتر اوّل

نتیجۂ فکر

جناب مولانا سیّد شریف احمد صاحب شرافتؔ نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بحمد اللہ از لطفِ پاکِ خدا بپایاں شد ایں نسخۂ باصفا
نہ تصنیفِ آں قطب والا خطاب جنابِ مجدّد ولایت مآب
کہ در انکشافِ علوم شہود باقرانِ خود مثلِ وے کس نبود
بسعیِ مبارک محمد سعید کہ در عہد خود ہست مردِ فرید
بعلم و عمل مشتہر درجہاں بیانش نمودہ باردو زباں
چو شد چاپ ایں حصۂ اوّلیں مکاتیب فخر زمان و زمیں
شدہ از شرافتؔ سن او ظہور
کلامِ تصوف، شراب طہور

کتبہٗ محمد یوسف خوشنویس ساکن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اوّل ——●●●●●●●●—— حصہ دوئم

تالیف مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وحواشی وترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354

فہرست مضامین اُردو ترجمہ مکتوبات دفتر اوّل حصہ دوئم

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۴۱)	۱۴۲
سنت کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں اور مقام صدیقیت میں پہنچ کر علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔	......
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ربّ العالمین کے محبوب ہیں، جو چیز اچھی اور مرغوب ہوتی ہے وہ مطلوب و محبوب کو عطا کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور باقی کو مختلف راستے قرار دیا۔ آپ نے فرمایا بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا، پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔	......
مثال کی روشنی میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے معنی کا بیان۔ سلوک کے راستے کے دوران جو خلاف شریعت امور ظاہر ہوتے ہیں وہ سکر وقت کی بناپر ہوتے ہیں۔ جب اس مقام سے گزار کر آگے لاتے ہیں اور مقام صحو میں لاتے ہیں تو وہ مخالفت زائل ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے۔ علماء احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ علماء کی رائے صواب کے قریب ہے۔	۱۴۳
بلاشبہ اس کی ذات بے کیف بے مثال ہے اس پر کوئی حکم نہیں لگ سکتا۔ وہاں حیرت اور نادانی ہے۔ تعین اوّل جو وحدت سے عبارت ہے تمام ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس کی ذات تعالیٰ وتقدس علمائے اہل حق کے نزدیک بے کیف اور بے مثال ہے۔ اس کے ماسوا جو کچھ ہے زائد ہے۔	......
مقام صدیقیت میں جو ولایت کا سب سے اونچا مقام ہے علوم باطن کی علوم شرعیہ کے ساتھ پوری طرح موافقت ہو جاتی ہے۔	۱۴۴
مقام نبوت مقام صدیقیت سے اوپر ہے نبی کے علوم اور صدیق کے علوم میں وحی اور الہام کا فرق ہے۔	......
صدیقیت کے نیچے جتنے بھی مقامات ہیں ان میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے	......
نبی اور صدیق کے علوم میں دوسرا فرق قطعی اور ظنی کا ہے۔ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کی صفات باقی رکھنے میں بہت سے فوائد پنہاں ہے۔	......
حدیث رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر.	......
ترک اولیٰ کے ارتکاب سے بھی اس قدر	

مضمون صفحہ

پشیمانی اور ندامت لاحق ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں میسر آتا ہے۔ ۱۴۵

جس چیز میں بھی محبوب کے اخلاق پائے جائیں گے وہ بھی محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب قرار پائے گی۔ ......

مکتوب نمبر (۴۲)

اس بیان میں کہ دل کو غیر حق کی محبت سے صاف کرنے کا بہترین آلہ اتباع سنت ہے۔ ......

انسان جب تک پراگندہ تعلقات سے آلودہ رہتا ہے محروم اور مقصد سے دور جدا رہتا ہے۔ الخ ۱۴۶

مکتوب نمبر (۴۳)

توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور توحید شہودی کا عقل و شرع کے خلاف نہ ہونا۔ اور مشائخ کے اقوال کو توحید شہودی پر محمول کرنا۔ اور توحید شہودی کا عین الیقین کے مرتبہ میں ہونا۔ توحید شہودی اور وجودی کے درمیان فرق اور ہر ایک کے معنی کا بیان' اور مثال سے دونوں کی وضاحت ......

حسین بن منصور کے قول انا الحق اور ابو یزید بسطامی کے قول سبحانی الخ کا معنی

سوال وجواب ......

اس زمانہ میں بہت سے صوفیوں کا لباس پہننے والے توحید وجودی کو شائع کرنے میں مصروف ہیں اور صرف اسی کو کمال جانتے ہیں۔ مشائخ کے ان اقوال کو جو توحید وجودی میں صریح ہیں ان کے ابتدائے حال پر محمول کرنا چاہیے اور ایسے کلمات انہوں نے علم الیقین کے مقام میں کہے ہیں۔ ۱۴۸

سوال وجواب ......

توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت ......

اکثر اہل زمانہ نے توحید وجودی کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ بعض نے تقلیداً بعض نے صرف علمی طور پر بعض نے علم اور ذوق دونوں لحاظ سے اور بعض نے الحاد و زندقہ کے طور پر۔ ۱۴۹

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کا فرق ہے۔ ......

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کا مشرب ایک عرصہ تک توحید وجودی رہا۔ آخر کار اس مقام سے آپ کو آگے گزار لیا گیا۔ ......

میاں عبدالحق کی نقل سے اس آگے گزرنے کی تصدیق۔ اس حقیر کا مشرب بھی ایک عرصہ تک توحید وجودی ہی رہا۔ ......

مکتوب نمبر (۴۴)

خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہیں اور اس کی تکذیب کرنے والے

مضمون	صفحہ
بدترین ہی آدم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی متابعت کی ترغیب میں۔	۱۵۰
احادیث مدحیہ کا اردو ترجمہ	......
لو لاہ لما خلق اللہ سبحانہ الخلق الخ	۱۵۱
آج عمل قلیل کو جو دین کی حقیقت کے ساتھ ہے عمل کثیر کی طرح قبول فرماتے ہیں۔	۱۵۲
اصحاب کہف نے یہ تمام درجات ایک نیکی یعنی ہجرت سے حاصل کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار آپ کی متابعت کی برکت سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچتے ہیں۔ اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہوتو ہجرت باطنی ہی کامل طریقہ پر حاصل کرنی چاہیے۔ ظاہراً اللہ کے بندوں سے دور رہنے کے باوجود رابطہ قلبی کے طور پر ان کے ساتھ رہنا چاہیے۔	......

مکتوب نمبر (۴۵)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے نقصان کا باعث بھی ہے۔ اور رمضان شریف کے فضائل کے بیان میں	......
خدا تعالیٰ کے دوست اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بدن کے ساتھ تعلق بھی حق تعالیٰ کی معیت میں ایک طرح کی رکاوٹ ہے۔ اس ڈھانچے سے جدا ہونے کے بعد قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔	۱۵۳
آدمی کو جس طرح جمعیت باطنی کی ضرورت ہے جمعیت ظاہری کی بھی ضرورت ہے۔	......
بہترین مخلوقات بھی انسان ہے اور بدترین مخلوق بھی انسان ہے۔ محمد ﷺ بھی نوع انسان میں سے ہیں اور ابوجہل لعین بھی انسانوں میں سے ہی ہے۔	۱۵۴
ماہ رمضان المبارک کے فضائل	......

مکتوب نمبر (۴۶)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ باری تعالیٰ کا وجود اس کی وحدت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام لے کر آئے سب بدیہی ہے لیکن اس وقت جبکہ قوت مدرکہ باطنی امراض سے محفوظ ہو۔	۱۵۵
نظر و فکر کی طرف وہ محتاج جو کسی مرض کے باعث ہو ہدایت کے مخالف نہیں۔ ایمان یقینی کے حاصل کرنے میں مرض قلبی کے ازالے کی فکر ضروری ہے۔ تزکیے کے بغیر یقین کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ شریعت و ملت کا منکر مصری کے مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔	۱۵۶
سیر و سلوک اور تزکیہ و تصفیہ سے مقصود آفات معنویہ اور امراض قلبیہ کا ازالہ۔	۱۵۷
آفات و امراض کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری ہے۔	......

مکتوب نمبر (۴۷)

مضمون	صفحہ
گذشتہ صدی کے بعد کی شکایت کے بیان	

مضمون	صفحہ
میں جو غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور اہل اسلام کو خوار اور بے اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ابتدائے بادشاہت کے وقت ہی ترویج دین کی ترغیب میں۔	......
بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ بادشاہ کی صلاح اور درستی میں جہان کی درستی اور اس کے خراب ہونے میں جہان کی خرابی ہے۔	......
آج جبکہ بادشاہِ اسلام کے تخت نشین ہونے کی بشارت خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے سب اہل اسلام پر اس کی مدد و اعانت لازم ہے اور بہترین مدد مسائل شرعیہ کی وضاحت اور عقائد کلامیہ کا اظہار ہے۔	١٥٨
اس قسم کی مدد علماء اہل حق کے ساتھ مخصوص ہے۔	......
علمائے دنیا کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔ گزشتہ صدی میں دین پر جو بلا مصیبت بھی ٹوٹی اس جماعت کا علماء دنیا کا شومی اور بدی سے ہی ٹوٹی۔	١٥٩
اس زمانہ کے اکثر جہلاء صوفی نما علماء سوء کا حکم رکھتے ہیں۔	......
اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کریں جو سوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں جا شامل ہوئی۔	......
مکتوب الیہ کو ترویج شریعت پر ابھارنا۔	......

مکتوب نمبر (۴۸)

مضمون	صفحہ
علماء اور طلبہ علوم کی تعظیم کی ترغیب کے بیان میں۔	......
کل قیامت کو شریعت کے متعلق سوال ہوگا' تصوف کے متعلق نہیں ہوگا۔	١٦٠
جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے شرائع کی دعوت دی ہے۔	......
اعلیٰ ترین نیکی شریعت کی ترویج میں کوشش اور اس کے احکام میں سے کسی کا زندہ اور جاری کرنا ہے۔	......
راہ خدا میں کروڑ ہا روپے خرچ کرنا اتنا ثواب نہیں رکھتا جتنا مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینے کا ثواب ہے۔	......
وہ مال جو تائید شریعت میں خرچ کیا جائے بہت اونچا درجہ رکھتا ہے اور اس نیت سے ایک ٹکہ خرچ کرنا لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔	......
نفس میں گرفتار طالب علم کی فضیلت نجات یافتہ صوفی پر اور اس پر استدلال	......
دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف لوٹائے گئے صوفی کو نبوت کے فیضان سے حصہ ملتا ہے اور وہ بھی علمائے شریعت میں داخل ہے۔	١٦١

مکتوب نمبر (۴۹)

......

مضمون صفحہ

دوقسم کی دولت جمع کرنے کی ترغیب میں یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ کرنا اور باطن کو غیر حق سبحانہ کی گرفتاری سے آزاد کرنا۔ ......

مکتوب نمبر (۵۰)

کمینی دنیا کی مذمت کے بیان میں ......

اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال زمانے میں سب سے عقلمند انسان کو دینا تو وہ زاہد کو دینا چاہیے۔ ۱۶۲

مکتوب نمبر (۵۱)

ترویج شریعت کی ترغیب میں ......

مکتوب نمبر (۵۲)

نفس امارہ کی مذمت اور اس کے مرض ذاتی اور اس کے ازالے کے علاج کے بیان میں ۱۶۳

نفس امارہ کے دعویٰ الوہیت اور شرکت کا بیان اور اس بے سعادت نفس کا شرکت پر راضی نہ ہونا۔ ......

حدیث قدسی عاد بنفسک الخ ۱۶۴

نفس کی پرورش دراصل خدا کے دشمن کی پرورش ہے۔ ......

حدیث قدسی الکبریاء الخ ۱۶۴

دنیا کے ملعون ہونے کا راز ......

فقر کو فخر محمدی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ......

اس کی وجہ انبیاء کی بعثت سے مقصود اور تکالیف شرعیہ میں حکمت نفس امارہ کو عاجز کرنا اور اسے ویران

مضمون صفحہ

کرنا ہے۔ ......

احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجا آوری خواہشات نفسانی کے مٹانے میں اپنی طرف سے ہزار سالہ ریاضات ومجاہدات سے بہتر ہے۔ ......

برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن بے فائدہ ہے۔ ......

حکم شرع کے مطابق بطور زکوٰۃ ایک درہم ادا کرنا نفس کی ویرانی میں اپنی طرف سے ہزار دینار صرف کرنے سے بہتر ہے۔ ......

شریعت کے حکم کے مطابق عید فطر کے روز کھانا کھانا اپنی طرف سے ہزار ہا سال کے روزوں سے بہتر ہے۔ ۱۶۵

فجر کی دو رکعت نماز با جماعت ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل میں گزارے اور نماز بے جماعت ادا کرے۔ ......

جب تک نفس پاک نہ ہوا اپنے بہتر ہونے کے مالیخولیا سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ ......

تزکیہ نفس میں کلمہ طیبہ نافع ترین شے ہے ......

جب نفس سرکشی کے مقام میں اُتر آئے تو تو کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔ ......

مکتوب نمبر (۵۳)

اس بیان میں کہ علماء سوء کا اختلاف فساد عالم کا موجب ہے۔ ......

مضمون — صفحہ

دیندار علماء بہت ہی قلیل ہیں۔ ......
گزشتہ صدی میں علماء کا اختلاف جہان کو بلاو
مصیبت میں گرفتار چکا ہے۔ ۱۶۶
جس طرح جہان کی نجات اور صلاح علماء
سے وابستہ ہے جہان کا فساد بھی انہی سے تعلق رکھتا
ہے۔ ......
ایک بزرگ نے ابلیس کو فارغ بیٹھا دیکھا تو
اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میرا کام
اس وقت کے علماء کر رہے ہیں۔ ......

مکتوب نمبر (۵۴)

اس بیان میں کہ مبتدع کی صحبت سے
بچنا ضروری ہے اور بدترین بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ
ہے۔ ۱۶۷
بدعتیوں کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے
زیادہ ہے۔
تمام بدعتی فرقوں میں بدترین وہ جماعت ہے
جو اصحاب پیغمبر سے بغض رکھتی ہے۔ ۱۶۸
صحابہ کرام سے بغض رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ
نے قرآن مجید میں کافر کیا ہے۔ ......
صحابہ کرام پر اعتراض قرآن و شریعت پر
اعتراض ہے۔ ......
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا مخالف خطا پر
تھا۔ ......
یزید بے دولت اصحاب میں سے نہیں ہے۔ ......

مضمون — صفحہ

اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے۔ ......
یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ ......
قطب زماں حضرت مخدوم جہانیاں کی
کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب میں۔ ۱۶۹

مکتوب نمبر (۵۵)

اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اظہار محبت کے ......
بیان میں ......
حدیث من احبّ اخاه فليعلم اياه
اس محبت کے باعث جو آنحضرت علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء کے ساتھ پیدا ہو چکی
ہے بندہ کو بہت امید ہاتھ میں آ چکی ہے ......

مکتوب نمبر (۵۶)

ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں ......

مکتوب نمبر (۵۷)

نصیحت کے بیان میں
حقیقت اور طریقت حقیقتِ شریعت سے
عبارت ہے اور اس حقیقت کا راستہ ......

مکتوب نمبر (۵۸)

اس بیان میں کہ یہ سارا راستہ کل سات
قدم ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ نے عالم امر سے
ابتدا اختیار کی ہے۔ اور ان بزرگوں کا طریقہ
صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ ......
ہمارا راستہ صرف سات قدم ہے دو قدم
عالم خلق میں اور پانچ عالم امر ہیں۔ ان سات

مضمون	صفحہ
قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات راستے سے ہٹتے ہیں۔	۱۷۱
اول قدم میں افعال کی تجلی رونما ہوتی ہے دوسرے میں تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔	......
دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے۔	......
صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء کو نہایت پر پہنچ کر بھی کم ہی نصیب ہوتا ہے۔	......
ابن مبارکؒ سے لوگوں نے پوچھا معاویہؓ افضل ہیں یا ابن عبدالعزیزؒ؟ آپ نے فرمایا حضورؐ کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوئی وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔	۱۷۲

مکتوب نمبر (۵۹)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ انسان کے لیے نجات ابدی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اہل سنت کی اتباع کے بغیر نجات محال ہے اور علم و عمل شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریقہ صوفیہ کے طریق پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔	۱۷۳
اگر اہل سنت کی اتباع سے بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔	......
اہل سنت کے مخالف دیدار باری تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ صحبت کی فضیلت سے بے خبر ہیں۔ اور اہل بیت رسول علیہ اسلام کی محبت سے محروم ہیں۔	......
صحابہ کرام کا ابوبکرؓ پر متفق ہونا، اور انہیں آسمان کے نیچے ابوبکرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ ملنا۔	
اہل بیت حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں، اور صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور اس راز کا بیان	۱۷۴
بعض صحابہ کا انکار تمام صحابہ کا انکار ہے	......
پیغمبر علیہ السلام کی صحبت کی فضیلت تمام فضائل سے اوپر ہے۔	......
اویس قرنیؓ درجہ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔	......
صحابہ کا ایمان شہودی تھا۔	......
صحابہ کرام کے آپس میں جھگڑے اور اختلافات صحیح توجیہات پر محمول ہیں اور ان کی خطا اجتہادی خطا تھی۔	......
اہل سنت کا طریقہ افراط و تفریط سے محفوظ ہے	......
علم و عمل تو شرع سے مستفاد ہے اور ان دونوں میں اخلاص طریق صوفیہ سے وابستہ ہے۔	......
سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے حصول کے بغیر بندہ حقیقت خلاص سے دور رہتا ہے۔ یعنی تمام اعمال و اقوال میں اخلاص نصیب نہیں ہوتا۔	۱۷۵
اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق جل وعلا	

مضمون صفحہ

کے لیے کرتے ہیں۔ ......

مخلص اور مخلَص کے درمیان فرق علوم صوفیہ سے نفع کا بیان ......

مکتوب نمبر (۶۰)

نفی خواطر اور دفع وساوس کے بیان میں ......

دفع وساوس طریقہ حضرات نقشبندیہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔ ......

بعض مشائخ نے دفع خواطر کے لیے چلہ کشی کی ہے۔ ......

خواجہ احرار قدس سرہ کے کلام میں خواطر سے مراد ۱۷۶

اس سلسلہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اپنا حال یوں بیان کرتا ہے کہ بالفرض اگر عمر نوح بھی اسے مل جائے تو ساری عمر میں کوئی وسوسہ دل پر سے نہیں گزر سکتا۔ بلکہ وسوسہ دل میں لانے کے لیے اگر سالہا سال تکلف بھی کرے تو نہیں آ سکتا۔ ......

وساوس کو دس دن یا چالیس دن کے چلے کے ذریعے بتکلف روکنے سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے۔ ......

دائمی حفاظت جو اس سلسلہ کے مبتدیوں کو میسر آتی ہے وہ ایک دوسری شے ہے۔ ......

دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں اس سے مراد یادداشت ہے جو مرتبہ کمال کی نہایت ہے۔ ......

مضمون صفحہ

مکتوب نمبر (۶۱)

شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے اور ناقص کی صحبت میں اجتناب کرنے کے بیان میں ۱۷۷

طلب کا ہونا حصول مطلوب کی بشارت دیتا ہے۔ ......

دولت طلب کو نعمتِ عظمیٰ تصور کرتے ہوئے ہر مخالف امر سے بچنا چاہیے۔ ......

اگر حقیقت التجاء میسر نہ ہو تو اس کی صورت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ......

شیخ کامل کی ذات تک وصول کے بعد تمام مراد آپ اس کے سپرد کرنی چاہئیں جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں آتا ہے۔ ......

فناء اوّل فنافی الشیخ ہے۔ ......

ابتداء طالب کمال خست اور کمینگی کی حالت میں ہوتا ہے۔ جناب قدس خداوندی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ لہٰذا دو طرف تعلق رکھنے والا واسطہ درمیان میں چاہیے۔ اور وہ واسطہ شیخ کامل کامل کرنے والا ہے۔ ......

طلب میں سب سے زیادہ فتور ڈالنے والی چیز یہ ہے کہ طالب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرے جس نے ابھی کام مکمل نہ کیا ہوا اور مسند شیخی پر بیٹھ جائے۔ اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔ ......

راستے کا دار و مدار صحبت پر ہے گفت و شنید سے کام نہیں بنتا۔ ۱۷۹

مکتوب نمبر (۶۲)

اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے ......

مضمون	صفحہ
ہوتا ہے وہ مقاصد میں سے نہیں ہے بلکہ جو جذبہ سلوک کے بعد ہے مقاصد میں سے وہ ہے۔	......
نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے مراد	......

مکتوب نمبر (۶۳)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام اصول میں متفق ہیں اور ان کے بعض متفق کلمات کا بیان	۱۸۰
انبیاء کرام علیہم السلام سراسر رحمت ہیں۔ اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق سبحانہٗ جہان کو اپنی ذات وصفات سے واقف نہ کرتا۔	......
یہ بزرگ گروہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات حشر ونشر ارسال رسل' فرشتہ کے نزول اور جنت و دوزخ میں اتفاق رکھتا ہے۔ صرف بعض فروع میں مختلف ہے۔	......
احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح میں سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور کفار بدکردار کے سرداروں میں فرق	۱۸۱

مکتوب نمبر (۶۴)

مضمون	صفحہ
جسمانی اور روحانی لذات والم کے بیان میں اور جسمانی آلام و مصائب کے برداشت کرنے کی ترغیب میں۔	۱۸۲
ہر چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے روح کے لیے اس میں الم اور تکلیف ہے۔ وبالعکس	......
اس عالم دنیا میں عوام کالانعام کی روح بھی جسم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ افسوس ہزار افسوس اگر روح اس گرفتاری سے آزاد ہو کر اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔	۱۸۳
اگر دنیا میں درد والم نہ ہوتا تو جو برابر اس کی قیمت نہ ہوتی۔	......
حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے	......
عام دعوتوں میں لوگ جو کھانا بے خلوص بچاتے ہیں اور کھانے والوں کا طعام کے متعلق شکوہ شکایت صاحب طعام کی شکستہ دلی کا سبب بنتا ہے۔ یہی شکستہ دلی طعام کی اس ظلمت کو زائل کر دیتی ہے۔ اور وہ کھانا قبولیت کے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔	......
عبادت تذلل اور انکسار کا نام ہے۔	۱۸۴
پیدائش انسانی سے مقصود اس کی خواری اور اظہار عجز ہے۔ خاص کر اہل اسلام	......

مکتوب نمبر (۶۵)

مضمون	صفحہ
اسلام کے کمزور ہونے پر افسوس کرنے اور تقویت اسلام اور اجراء احکام کی ترغیب کے بیان میں۔	......
حدیث الاسلام بدء غریباً الخ	......
اسلام کی بے کسی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار اعلانیہ اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے رُوک دیا گیا ہے۔	......
حدیث میں وارد ہے لن یؤمن احدکم	

مضمون — صفحہ

حتی یقال انه مجنون ۱۸۵

اصحاب کہف سے سوائے ہجرت کے اور کوئی نمایاں عمل صادر نہیں ہوا۔ ......

قولی جہاد ......

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا قول کہ اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی پیر کو جہان میں مرید نہ ملے۔ لیکن ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے اور وہ شریعت کی ترویج ہے۔ ۱۸۶

حدیث مَنْ احبَّ اخاه فلیعلم ایاه ......

مکتوب نمبر (٦٦)

طریقہ نقشبندیہ کی مدح اور دوسروں پر اس کی افضلیت کے بیان میں ۱۸۷

حضرت خواجگان کا طریقہ نہایت کے بدایت میں درج ہونے پر مبنی ہے۔ ......

یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

اصحاب کرام کو خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ......

اوّل صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا کہ دوسرے اولیائے اُمّت کو نہایۃ النہایہ پر پہنچ کر بھی اس کا ایک شمہ نصیب ہوتا ہے۔ ......

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل صحبتِ خیر البشر علیہ السلام کے سبب اویس قرنی سے افضل ہے۔ ......

بہترین زمانہ اصحاب کرام کا زمانہ ہے۔ ......

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے کئی مرتبے بہتر ہے۔ ......

حضرات خواجگان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے ......

ان بزرگوں کے طریقہ کی فضیلت دوسرے طریقوں پر اس طرح ہے جس طرح صحابہ کرام کے زمانہ کی فضیلت دوسرے زمانوں پر ہے۔ ......

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارا کام اللہ کے فضل سے وابستہ ہے۔ ۱۸۸

مکتوب نمبر (٦٧)

ایک محتاج کی سفارش کے سلسلہ میں ......

اظہار حق میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے۔ ......

احوال کے تلونیات امکان کے لوازم میں سے ہیں۔ بے چارہ ممکن کبھی جلال کا مغلوب ہوتا ہے۔ ......

اور کبھی اس پر جمال کی حکمرانی ہوتی ہے۔ ......

قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن الخ ......

مکتوب نمبر (٦٨)

اس بیان میں کہ تواضع ارباب غنا کر زیب دیتی ہے اور استغناء ارباب فقر کو ۱۸۹

اتقیاء امت تکلف اور بناوٹ سے بری ہیں ......

التکبر مع المتکبر صدقة ......

خواجہ نقشبند کو ایک شخص نے کہا کہ آپ متکبر ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر رب تعالیٰ کی کبریائی کی وجہ سے ہے۔ ......

مضمون صفحہ

حدیث رب اشعث ......

فقراء سے آشنائی سے مقصود اپنے پوشیدہ عیوب سے واقفیت اور ان میں موجود برائیوں کا ظہور ہے۔ ۱۹۰

مکتوب نمبر (۶۹)

تواضع کے بیان میں جو موجبِ رفعت ہے اور اس بیان میں کہ نجات اہل سنت کی متابعت سے وابستہ ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۷۰)

اس بیان میں کہ آدمی کی جامعیت جس طرح اس کی دوری کا سبب ہے اسی طرح اس کے قرب کا سبب بھی ہے۔ ۱۹۱

حدیث لا یسعنی ارضی ولا سمائی ۱۹۲

بہترین موجودات بھی انسان ہے اور بدترین موجودات بھی وہی ہے۔ ......

اموال نامیہ اور چرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ......

لذیذ کھانا کس نیت سے کھانا درست ہے اور نفیس لباس کس ارادے کے تحت پہننا ٹھیک ہے۔ ۱۹۳

اگر حقیقت نیت میسر نہ آسکے تو تکلف کے ساتھ اس نیت پر اپنے آپ کو لانا چاہیے۔ ......

حدیث فان لم تبکوا فتباکوا

تمام امور میں علمائے دیندار کے فتووں کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے۔ ......

مکتوب نمبر (۷۱)

مضمون صفحہ

اس بیان میں کہ نعمت عطا کرنے والے کا شکر نعمت والے پر لازم وضروری ہے۔ ......

اغنیاء پر فقرا کی نسبت کئی گنا زیادہ شکر ضروری ہے۔ ۱۹۴

اس اُمت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ ......

منعم تعالیٰ کا شکر اوّلاً تصحیح عقائد اہل سنت کی آراء کے مطابق ضروری ہے۔ اور ثانیاً احکام شرعیہ کی بجا آوری کی صورت میں اور ثالثاً سلوک صوفیہ کے طریقہ کے مطابق تزکیہ نفس کے ساتھ ......

آخری رکن کا وجوب استحسانی ہے۔ مگر پہلے دو ارکان کا وجوب استحسانی نہیں۔ ردعمل ہو ان تین طریقوں کے خلاف ہے معصیت اور نافرمانی میں داخل ہے۔ ......

ہندوستان کے برہمنوں اور یونان کے فلاسفر کی ریاضتیں کچھ قدر وقیمت نہیں رکھتیں۔ ......

مکتوب نمبر (۷۲)

دین کے ساتھ دنیا کا جمع کرنا مشکل ہے اگر حقیقتاً دنیا میسر نہ آئے تو حکماً ہی ترک کرنا چاہیے۔

اگر ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو ایسا شخص منافق کے حکم میں ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی خدمت اور غیر منافع علوم کی تحصیل کی مذمت اور فضول مباحات

مضمون	صفحہ
سے بچنے اور نیک کاموں پر ابھارنے کے بیان میں	۱۹۶
دنیا فی الحقیقت شکر چڑھا ہوا مردار اور کیڑوں اور مکھیوں سے بھری ہوئی روڑی ہے۔	......
حدیث ما الدنیا و الاخرة الاضرتان	......
وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے دنیا میں داخل ہیں۔	......
علوم نجوم، منطق و فلسفہ اور ان کے مناسب علوم کے حاصل کرنے کا حکم	......
فضول مباحات سے بچنا چاہیے۔	۱۹۸
مشائخ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے۔	......
پاؤں دائرہ مباحات سے باہر نہیں رکھنا چاہیے، محرمات و مشتبہات تک نہیں جانا چاہیے۔	......
اس کے برابر اور کون سی عیش ہو سکتی ہے کہ بندے کا رب اس کے اعمال و کردار سے راضی ہو۔ اور اس سے زیادہ اور کیا برائی ہو سکتی ہے کہ بندے کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔	......
والدین کا وجود اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے۔	......
جوانی کے وقت تھوڑے عمل کی وہ قدر و قیمت ہے کہ بڑھاپے میں اس سے کئی گنا زیادہ کی بھی وہ قدر و قیمت نہیں۔	......
وہ عبادت جس کا شرع محمدی نے حکم دیا ہے اور اس سے مقصود بھی بندوں ہی کا نفع ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف اس کا نفع نہیں لوٹتا۔	۱۹۹
اگر دنیاداروں میں سے کوئی اپنے ماتحت کو کسی کام کا حکم کرے اور کوئی خدمت ذمے لگائے تو وہ ماتحت کس قدر پھرتی اور چستی سے وہ خدمت بجا لاتا ہے۔ کتنی بری بات ہے کہ رب تعالیٰ کی عظمت اس دنیادار کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو۔ ایسی روش سے شرم کرنی چاہیے۔	......
ازسرنو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے	۲۰۰
ادائے زکوٰۃ کا آسان طریقہ	......
نفس بالذات سخت کنجوس ہے	۲۰۱
بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔	......
احکام شرعیہ علمائے آخرت سے معلوم کرنے چاہییں۔	......
علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہوا ہے دور رہنا چاہیے۔	......
مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم	۲۰۲
حدیث اشد الناس عذابا یوم القیمة الخ	......
اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۷۴)	
فقراء کی محبت پر ابھارنے اور اتباع شریعت کی نصیحت کے بیان میں۔	......
لانھم جلساء اللہ الخ	۲۰۳
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح الخ	......

مضمون	صفحہ
قال صلی اللہ علیہ و سلم رب اشعث الخ	......
ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم	۲۰۴
دراں روز کز فعل پرسند الخ	......
دنیا رب تعالیٰ کو ناپسند ہے اور بے قدر	......

مکتوب نمبر (۷۵)

مضمون	صفحہ
سید کونین کی متابعت پر اُبھارنے کے بیان میں۔ اوّلاً تصحیح عقائد کی صورت میں' دوم احکام شرعیہ اور علم حلال' حرام' فرض و واجب اور سنت کے حاصل کرنے کے ساتھ۔ اس کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز نصیب ہو سکتی ہے۔	......
قبلہ توجہ متعدد نہیں ہونا چاہیے۔	۲۰۵

مکتوب نمبر (۷۶)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ ترقی تقویٰ سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک پر ابھارنے اور اس بیان میں کہ حرام سے بچنا دو قسم ہے۔	......
مدار نجات دو باتوں پر ہے: اوامر کو بجالانا اور ممنوعات سے بچنا۔ اور ورع کا بیان	۲۰۶
فرشتے پر انسان کی فضیلت کا سبب مباحات میں کھلی آزادی مشتبہات تک اور شبہ حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ پس کمال ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں بھی بقدر ضروریات پر اکتفا کرنا چاہیے۔	......
حرام سے اجتناب کو لازم جانتے ہوئے فضول مباحات کا دائرہ بھی تنگ رکھنا چاہیے۔	۲۰۷
انکسار العاصین احب الی من صولۃ المطیعین	......
حرام سے بچنا دو قسم ہے۔ ایک قسم حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم حقوق العباد سے	......
حدیث من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ الخ	......
حدیث لایزال طائفۃ مِنْ اُمَّتِیْ ظاھرین الخ	۲۰۸

مکتوب نمبر (۷۷)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ بے کیف اور بے مثال خدا تعالیٰ کی عبادت کب میسر آتی ہے۔	۲۰۹
وہ عبادت جو رغبت و خوف کے تحت ہے فی الحقیقت اپنی عبادت ہے۔	......
ولایت میں رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور نبوت کے ساتھ نیچے لاتے ہیں۔ اور اس کمال کو خلق کی طرف توجہ کے ساتھ جمع کر دیتے ہیں۔	......
بعض نے کہا ہے نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔	۲۱۰
ہر پیغمبر کی شریعت اس کی نبوت کے مناسب ہوتی ہے۔	......
سوال و جواب	......

مکتوب نمبر (۷۸)

مضمون	صفحہ
سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب	

مضمون	صفحہ
شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے	۲۱۱
حبّ الوطن من الایمان نقد وقت ہے	......
سفر در وطن اصول نقشبندیہ میں سے ہے	......
ایک جماعت کو اگر چاہتے ہیں تو مجذوب سالک بنا دیتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں اور اس سیر کے مکمل ہونے کے بعد سیر انفسی کی طرف لاتے ہیں۔	......
اس دولت تک وصول سید اولین و آخرین کی اتباع سے وابستہ ہے۔	......
شریعت کی مخالفت کے باوجود بالفرض اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔	......
مطابق حدیث جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ الخ	۲۱۲
حدیث ھلک المسوفون	......
جب تک ایک بال برابر بھی شریعت کی مخالفت کی راہ کھلی رہے خطرہ موجود ہے۔	......
اہل اللہ پر اعتراض خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو ہرگز نہیں ہونا چاہیے اور اسے زہر قاتل جاننا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۷۹)	
اس بیان میں کہ یہ شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔	......
قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے	......
آں سرور علیہ السلام کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ ہے۔	......
اُس شریعت کی تصدیق اور اس کے اعمال کی بجا آوری تمام گزشتہ شریعتوں کی تصدیق ہے۔	......
آں سرور علیہ السلام کا انکار تمام کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق تمام کمالات کی تصدیق ہے۔	
آں سرور علیہ السلام کا منکر سب سے بدتر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۸۰)	
اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں	۲۱۵
فرقہ ناجیہ کی تمیز کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی الذین ھم علی ما انا علیہ و اصحابی	......
اپنے ذکر کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر آپ نے اس لیے کہ تا کہ واضح ہو کہ حضور کا طریقہ وہی ہے جو صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور نجات ان کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے اور بس	......
رسول کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول کی نافرمانی عین خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔	......
جس جماعت نے خدا کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے ان کے حق میں وارد ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ الخ۔ آں سرور علیہ السلام کی اطاعت کا دعویٰ کرتا	......

مضمون	صفحہ
اور صحابہ کی اتباع کی مخالفت کرنا، ایسا دعویٰ بالکل باطل ہے	......
اس میں شک نہیں صحابہ کرام کی اتباع کو لازم جاننے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں	......
شیعہ اور خوارج اتباع صحابہ سے محروم ہیں	......
فرقہ معتزلہ کا مذہب نیا ایجاد شدہ مذہب ہے	......
صحابہ کرام پر نکتہ چینی نبی کریم علیہ السلام پر نکتہ چینی ہے۔ شرعی احکام جو قرآن و حدیث کے راستے ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کے واسطہ سے پہنچے ہیں۔ اگر وہ مطعون ہیں تو ان کی نقل کی ہوئی چیز بھی مطعون ہوگی۔	۲۱۷
صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والوں کی طرف سے سوال اور اس کا جواب	......
اسد اللہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا کم عقلی ہے۔	......
وہ عزت و توقیر جو پیغمبر علیہ السلام اصحاب ثلاثہ کرتے تھے اس کا جواب یہ لوگ کیا دیں گے۔	۲۱۸
قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا ہے۔	۲۱۹
ایک شخص کا شیعہ مجتہد سے سوال کرنا اور اس کا جواب	......
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سب نے رضا و رغبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔	......
حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ کے ابتداء میں بیعت کرنے میں توقف کی وجہ	......
صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھے۔	۲۲۰
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	......

مکتوب نمبر (۸۱)

مضمون	صفحہ
ترویج اسلام کی ترغیب اور اسلام اور مسلمانوں کے ضعف و بے کسی کے بیان میں	۲۲۱
گائے کی قربانی ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔	......

مکتوب نمبر (۸۲)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ دل کی سلامتی خدا تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان کے بغیر ممکن نہیں۔	......

مکتوب نمبر (۸۳)

مضمون	صفحہ
شریعت و حقیقت کے ذریعے جمعیت ظاہر و باطن کے جمع کرنے کی ترغیب کے بیان میں	۲۲۲

مکتوب نمبر (۸۴)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ الخ	۲۲۳
مقصودی بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق اجمال و تفصیل کا ہے۔	......

مضمون	صفحہ
حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت الخ	......
علم وعمل میں شریعت کے خلاف جس سے بھی کوئی بات صادر ہو سکر کے باعث ہے۔	......
بعض مشائخ کی عبارت میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے۔ الخ	۲۲۴
ایک سائل نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ سیر وسلوک سے کیا مقصود ہے؟ اس کا جواب	......
مکتوب نمبر(۸۵)	
اعمال صالحہ کے بجالانے کی ترغیب کے بیان میں	......
آدمی کے لیے جس طرح درستی عقیدہ ضروری ہے اعمال صالحہ کی بجا آوری بھی ضروری ہے۔	......
جامع ترین عبادت نماز ہے۔	......
حدیث عبادة فی الهرج کهجرة الّی	۲۲۵
دولت ونعمت والوں کی صحبت زہر قاتل ہے	۲۲۶
حدیث مَنْ تواضع لغنی لغناه الخ.	......
مکتوب نمبر(۸۶)	
دل کو ماسوائے حق تبارک وتعالیٰ سے سالم و محفوظ رکھنے کے بیان میں	......
مکتوب نمبر(۸۷)	
اس بیان میں کہ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کر لیں۔	
هم قوم لا یشقی جلیسهم الخ	......
مکتوب نمبر(۸۸)	

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ بندے کے بال ایمان اور نیکی کی حالت میں سفید ہوں اور جوانی میں خوف کو غالب پائے اور بڑھاپے میں امید کو	......
حدیث مَنْ شاب شیبة فی الاسلام غفرله	......
مکتوب نمبر(۸۹)	
ماتم پرسی میں	۲۲۸
انسان کے لیے مطابق حکم کل نفس ذائقة الموت موت سے چارہ نہیں	......
حدیث المیت کالغریق	......
دوسروں کی موت سے عبرت پکڑنی چاہیے	......
دنیوی ساز وسامان کی اگر کچھ بھی قیمت ہوتی تو کفار بدکردار کو ایک بال برابر بھی نہ ملتا۔	......
مکتوب نمبر(۹۰)	
اس امر کی ترغیب میں کہ کلیۃً حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ آج اس دولت کا حصول اس بلند مرتبہ طبقہ نقشبندیہ کی توجہ سے وابستہ ہے ان بزرگوں کے طریقہ میں نہایت بدایت میں درج ہے۔	۲۲۹
مکتوب نمبر(۹۱)	
اس بیان میں کہ تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجا آوری عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے دو پر ہیں۔	۲۳۰
اعمال صالحہ سے مقصود تزکیہ نفس ہے۔	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر(۹۲)	
اس بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے ہوتا ہے استدلال سے نہیں ہوتا	۲۳۰
ذکر سے خدا تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ بھی مناسبت نہیں	۲۳۱
مکتوب نمبر(۹۳)	
اس بیان میں کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر(۹۴)	
اس بیان میں کہ بندے پر تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجاآوری لازم ہے۔	۲۳۲
مکتوب نمبر(۹۵)	
اس بیان میں کہ انسان ایک جامع نسخہ ہے اور اس کا قلب بھی اسی جامعیت پر پیدا ہوا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعتِ قلب کے بارے میں واقع ہوئے ہیں حالتِ سکر میں واقع ہوئے ہیں اور ان کی مناسب توجیہات اور یہ کہ صحو سکر سے افضل ہے۔	......
حدیث انّ اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ	۲۳۳
بعض مشائخ کا قول کہ اگر عرش کو عارف کے دل کے ایک کونے میں ڈال دیا جائے تو اس کا کچھ پتہ نہ چلے گا۔ کیونکہ الخ	......
لیکن مشائخ میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔	۲۳۴

مضمون	صفحہ
وسعت قلب کے بارے میں ارباب سکر کی غلطی کا منشا۔	......
یہ قول بھی غلبۂ سکر کے باعث ہے کہ محمدی جمع اللہ کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔	۲۳۴
معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ سکر میں سے ہے وہ مقام نبوت میں سے ہے۔	۲۳۵
بایزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام فرماتے ہیں لوائی ارفع من لواء محمد۔	......
اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دُور از کار ہیں۔	......
نبوت بہرصورت ولایت سے افضل ہے	......
علوم شرعیہ سراسر صحو ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کے خلاف ہے سکر میں داخل ہے۔	۲۳۶
معنی حدیث لا یسعنی ارضی و لا سمائی الخ	......
مکتوب نمبر(۹۶)	
نیک کام میں تاخیر اور ٹال مٹول سے منع اور زجر اور متابعت شریعت پر اُبھارنے کے بیان میں	......
حرام اور مشتبہ امور سے اجتناب کرنا چاہیے	
نصاب مکمل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔	......
جوانی میں تھوڑے عمل کو زیادہ عمل کی طرح قبول فرماتے ہیں۔	۲۳۷

مضمون — صفحہ

آج شیطان خدا کے عفو و کرم کے غرور میں مبتلا کر کے مداہنت اور معاصی میں ڈالتا ہے۔ ......

دنیا کا گھر آزمائش کا مقام ہے۔ یہاں پر دوست و دشمن خلط ملط ہیں۔ روز قیامت الخ ......

مکتوب نمبر (۹۷)

اس بیان میں کہ عبادات شرعیہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ ۲۳۸

فنا اور بقا سے یقین ہی مقصود ہے معنی فنا اور بقا میں ابراہیم بن شیبان کا قول ۲۳۹

مکتوب نمبر (۹۸)

احادیث شریفہ لاکرزمی کی ترغیب اور سختی سے روکنے کے بیان میں ......

دنیا کی بقا چند روز ہے۔ اور آخرت کا عذاب شدید ہے۔ ۲۴۴

مخبر صادق علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ لاف و گزاف نہیں ہے۔ ......

خواب خرگوش میں کب تک ......

مکتوب نمبر (۹۹)

ایک استفسار کے جواب میں۔ ۲۴۵

جواب اشکال کے لیے تمہید مقدمہ ......

حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس جوہر نورانی کو اس تاریک پیکر کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ ......

جب تک نفس و روح کا اجتماع موجود ہے الخ ......

مضمون — صفحہ

مبتدی اور منتہی مرجوع برائے دعوت میں فرق۔ ۲۴۷

مقامِ دعوت کے تعین میں مشائخ کے اقوال ......

حدیث تنام عیناى ولا ینام قلبی لا خ ......

حدیث لی مع اللہ وقت الخ ۲۴۸

مکتوب نمبر (۱۰۰)

شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کہ "خدا تعالیٰ غیب کا عالم نہیں" پر سوال اور اس کا جواب، ہمیں کلام محمدی درکار ہے۔ الخ ......

خدا تعالیٰ سے غیب کی نفی کرنا فی الحقیقت رب تعالیٰ کے حکم کی تکذیب ہے۔ ۲۴۹

منصور اگر انا الحق اور بسطامی سبحانہ کا غلبات احوال میں نعرہ لگائیں تو معذور ہیں۔ ......

اگر اس کلام کے متکلم نے خلق کی ملامت اور ان سے نفرت مراد لی ہے تو بھی قبیح ہے۔ ......

شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کی توجیہ اوّل ......

دوسری توجیہ اور اس پر دو اشکال کا وارد کرنا۔ ......

تیسری توجیہ اور اس پر اعتراض ۲۵۰

مکتوب نمبر (۱۰۱)

اس جماعت کے رد میں جو کاملوں کو ناقص تصور کرتی ہے۔ ......

بسا اوقات جاہل نفس مطمئنہ کو نفس امارہ خیال کر کے اس پر الخ ۲۵۱

مضمون — صفحہ

کفار انبیاء کرام کو دوسرے انسانوں کی طرح جان کر ان کے کمالات کے منکر ہوئے ہیں۔ ......

مکتوب نمبر(۱۰۲)

اس بیان میں کہ سودی قرضے میں اصل اور سود دونوں حرام ہو جاتے ہیں۔ صرف سود حرام نہیں۔ ۲۵۲

کتب فقہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ ہر عقد جس میں زیادتی ہے اس میں ربا بھی ہے۔ ......

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے ......

منیہ کی بہت سی روایات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ ......

اور اگر محتاج سے عام محتاج مراد لیا جائے ۲۵۳

عموم احتیاج کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہتا ہوں۔ الخ ......

میت کے ترکے میں میت کی محتاجی کو کفن میں منحصر کیا ہے۔ ......

ایصال ثواب کے طور پر کھانا پکانے کو احتیاجی میں داخل نہیں کیا۔ ......

حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا حلال و حرام بھی قطعی ہے۔ ......

اہل ورع رخصت کی اجازت نہیں دیتے بلکہ عزیمت کی تاکید کرتے ہیں۔ ۲۵۴

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کا دخل تسلیم کر کے حلت کا حکم دیا ہے۔ ......

بہر حال قنیہ کی روایات سودی قرض کی حلت کو ظاہر کرتی ہیں۔ ......

مکتوب نمبر(۱۰۳)

عافیت کے معنی کے بیان میں ۲۵۵

مکتوب نمبر(۱۰۴)

ماتم پرستی کے بیان میں ......

یہاں رہنے کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ کام کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ لہٰذا کام کرنا چاہیے۔ ......

الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب ......

مردوں کی دُعا، استغفار اور صدقہ کے ذریعہ مدد کریں۔ ......

حدیث ما المیت فی القبر الخ ۲۵۶

مکتوب نمبر(۱۰۵)

اس بیان میں کہ مریض جب تک مرض سے نجات نہ پائے اسے کوئی غذا فائدہ نہیں دیتی۔ ......

آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے کوئی عبادت اسے نفع نہیں دیتی' بلکہ مضر پڑتی ہے۔ ۲۵۷

حدیث رُبّ تال القرآن الخ ......

حدیث رب صائم لیس له' الخ ......

مرض قلبی غیر حق کے ساتھ گرفتاری کا نام ہے ......

ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے لیے چاہتا ہے۔ الخ۔ ......

مضمون صفحہ

مکتوب نمبر (۱۰۶)

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت خدا تعالیٰ کی اجل نعمتوں میں سے ہے۔ ......
شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں ......
اس گروہ سے بغض رکھنا زہر قاتل ہے ۲۵۸
شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں: "الٰہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا دیتا ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۰۷)

سوالات و جوابات میں۔ ......
پہلا سوال: اس کا کیا سبب ہے کہ اولیاء متقدمین سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا بخلاف اس زمانہ کے بزرگوں کے؟ ......
جواب: اگر اس سوال سے مقصود الخ ......
خوارق نہ تو ارکان ولایت میں سے ہیں الخ ......
خوارق کی کثرت فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔ ......
ہوسکتا ہے کہ ولی اقرب سے کرامات کا صدور کم ہو۔ ۲۵۹
وہ خوارق جن کا صدور اولیاء امت سے ہوا الخ
ظہور خوارق پر نظر کوتاہ نظر ہے۔ ......
نبوت ولایت کے فیوض کے لائق الخ ......
اکثر متقدمین سے ساری عمر میں صرف پانچ چھ کرامات سے زیادہ کا صدور نہیں ہوا۔ ......
خدا تعالیٰ نے حضرت کلیم کے بارے میں یوں خبر دی۔ لَقَدْ اٰتَیْنَا الخ ......
اولیاء اللہ سے چاہے متقدم ہو یا متاخر ہر وقت ظہور خوارق ہوتا ہے۔ ......
دوسرا سوال: کشف میں القاء شیطانی کا دخل ہوسکتا ہے یا نہیں الخ ......
دوسرے سوال کا تفصیلی جواب ۲۶۰
کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں لیکن انبیاء کو اس القاء پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ اولیاء کے لیے یہ لازم نہیں۔ ولی نبی کے خلاف جو کچھ پائے گا اسے رد کر دیا جائے گا۔ ......
غلط کشف القاء شیطانی میں ہی منحصر نہیں الخ ......
علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ شیطان خیر البشر علیہ السلام کی صورت نہیں بن سکتا۔ ......
تیسرا سوال: جب کرامات کا تصرف اور تاثیرات کا استدراج دیکھنے میں برابر معلوم ہوتے ہیں تو مبتدی الخ ......
اس سوال کا جواب پوری تفصیل سے ......
تخلق باخلاق اللہ کے معنی کا تفصیلی بیان الخ ۲۶۱
خوارق و کرامات زندہ کرنے اور مارنے میں منحصر نہیں ہیں۔ ۲۶۲
علوم الہامیہ کی صحت کی علامت ......
حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول "حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے علوم سب صحیح ہیں۔ ......

مضمون	صفحہ
ہر برائی کے ساتھ ایک خوبی بھی لگی ہوئی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۰۸)	
اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔	۲۶۳
مکتوب نمبر (۱۰۹)	
سلامتی قلب اور اس کے ماسوائے حق تعالیٰ کو بھلا دینے کے بیان میں۔	۲۶۴
اہل اللہ امراض قلبیہ کے اطباء میں	
ھم قوم لا یشقٰی جلیسھم	......
ھو جلساء اللہ	......
بھم یمطرون وبھم یرزقون	......
باطنی امراض میں سب سے بڑا مرض غیر حق تعالیٰ کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے۔	......
غیر حق کی محبت کا غالب ہونا نہایت بے حیائی کی بات ہے۔	......
الحیاء شعبة من الایمان سے مراد	......
دل کی غیر حق سے گرفتاری سے آزادی کی علامت الخ	......
مکتوب نمبر (۱۱۰)	
اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ الخ	۲۶۵
الدنیا ملعونة و ملعون مافیھا الا ذکر اللہ الخ	
مکتوب نمبر (۱۱۱)	
اس بیان میں کہ توحید دل کا غیر حق سے نجات پانے کا نام ہے۔ جب تک دل غیر حق کی گرفتاری میں مبتلا ہے اہل توحید میں سے نہیں ہے۔	......
ایک جاننا جو ایمان میں معتبر ہے دوسرے معنی میں ہے۔	......
تصدیق ایمانی اور تصدیق وجدانی میں فرق	......
مشائخ کی ایک جماعت نے جو اس بارے میں باتیں کہی ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۲)	
اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اہل سنت کے عقائد سے آراستہ ہوں۔	۲۶۷
اگر اہل سنت کے اعتقادات نصیب نہ ہوں تو احوال وغیرہ سب استدراج ہیں۔	......
غلبۂ حال میں بعض مشائخ سے آرائے اہل سنت کے خلاف کچھ باتیں صادر ہوئی ہیں الخ	......
کشف والہام کی صورت کی علامت الخ	......
مکتوب نمبر (۱۱۳)	
مبتدی اور منتہی کے جذبہ میں فرق کے بیان میں	۲۶۸
ان اللہ خلق ادم علی صورتہ	......
حق کا شہود فنائے مطلق کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا	......
دو شہودوں کے درمیان فرق	......
مکتوب نمبر (۱۱۴)	
سید المرسلین کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں	۲۶۹
فضیلت متابعت سنت سے وابستہ ہے	......
اہل ضلالت اور اہل ہدایت کی مثال	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۱۵)	
اس بیان میں کہ یہ راستہ صرف سات قدم ہے دو عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں	۲۷۰
مکتوب نمبر (۱۱۶)	
اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلانے پر موقوف ہے۔	۲۷۱
دولت مندوں کی صدر نشینی سے درویشوں کی جاروب کشی کئی مرتبہ بہتر ہے	......
ساری ہمت اس پر مرکوز کرنی چاہیے کہ یہ چند روزہ زندگی فقر و نامرادی میں گزرے۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۷)	
اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔	۲۷۱
من لم یملک عینه' فلیس القلب عنده	۲۷۲
انتہا پر پہنچ کر قلب جس کے تابع نہیں رہتا۔	......
مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل کی صحبت سے جدا ہونے کو جائز نہیں رکھا۔	......
ناجنس کی صحبت سے اجتناب سخت ضروری ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۸)	
اس جماعت کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔	......
خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں الخ۔	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۱۹)	
شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ	۲۷۳
حدیث لن یؤمن احدکم حتّٰی یقال انه مجنون	......
اس گروہ کی جمعیت عام لوگوں کی جمعیت سے الگ ہے۔	......
مشائخ طریقت نے طریقہ تمام ہونے سے پہلے بھی بعض مریدوں کو تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۰)	
اربابِ جمعیت کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ۔	۲۷۵
بیان فضیلت صحبت۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۱)	
اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم ہے۔	۲۷۶
مکتوب نمبر (۱۲۲)	
بلند ہمتی کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ میں آ جائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔	......
واقعات پر چنداں اعتبار نہ کریں۔ تاویل کا میدان بڑا وسیع ہے۔	۲۷۷
خواب وخیال سے ہرگز مغرور نہ ہوں۔	......
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ o	......

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل..........حصہ دوم ۲

مکتوب نمبر (۴۱)

شیخ درویش کے نام صادر فرمایا:

بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں اور اس کے بیان میں کہ طریقت وحقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں۔ نیز اس امر کے بیان میں کہ علوم شرعیہ اور صوفیہ کے اُن علوم کے درمیان جو مقام صدیقیت میں جو ولایت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے فائض اور وارد ہوتے ہیں آپس میں بالکل مخالف نہیں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ظاہر و باطن کو بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے بطفیلِ حضور بی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے آراستہ اور مزین فرمائے۔ محمد رسول اللہ ﷺ رب العالمین کے محبوب ہیں۔ جو چیز پسندیدہ اور مرغوب ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لیے ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ط یعنی (اے محمد ﷺ) تم خلق عظیم کے مالک ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ اور تقدس میں فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط اے نبی! آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے راستے پر قائم ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ط بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی کی پیروی کرو۔ اس کے علاوہ دوسرے مختلف راستے اختیار نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبُل (مختلف راستے) قرار دیا۔ اور ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔ اور خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہارِ شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت کے لیے فرمایا:

خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے (ﷺ)

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا سکھایا

اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، ظاہر کو ہی جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائیں جائیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امور سُکر وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے گزر کر آگے لے جائیں، اور صحو و ہوش میں آئیں تو مخالفت بالکلیہ زائل ہو جاتی ہے اور وہ مخالفِ شریعت علوم غبار کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔

مثلاً، ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے، اور ذات حق تعالیٰ و تقدس کو عالم کا محیط جانتی ہے۔ یہ حکم علماء اہل حق کی آراء کے خلاف ہے۔ علماء حق احاطہ علمی کے قائل ہیں فی الحقیقت علماء کی آراء صواب کے زیادہ قریب ہیں۔ جبکہ یہی صوفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کسی بھی علم کے ذریعہ وہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی ذات کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذات سے کائنات کا احاطہ اور اشیاء میں سرایت کیے ہوئے ہے، خود ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ حق یہی ہے کہ اس کی ذات بے چون و بیچگون ہے۔ اس ذات تک کسی بھی حکم کو راستہ نہیں مل سکتا۔ وہاں تو صرف حیرت و نادانی ہے۔ اور اس مقام میں صرف جہل ہی جہل اور سرگردانی کی حالت ہے۔ احاطہ ذاتی اور سرایت و حلول کا اس بلند و پاکیزہ ذات سے کیا تعلق۔

ہاں ان صوفیہ کی طرف سے جو احاطہ ذاتی وغیرہ کے قائل ہیں یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اوّل ہے۔ اور جب وہ اسے متعین کرنے والی ذات (واجب تعالیٰ) سے زائد نہیں مانتے بلکہ تعین اوّل کو عین ذات کہتے ہین۔ اور وہ تعینِ اوّل جسے "وحدت" سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام ممکناتِ میں سیرات کیے ہوئے ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کا حکم درست ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک باریک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ و تقدس کی ذات علماء اہل حق کے نزدیک بے چون و بے چگون ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس سے زائد ہے۔ وہ تعین اوّل بھی اگر ان کے ہاں ثابت تسلیم کیا جائے تو وہ بھی زائد ہی ہوگا۔ اور ذاتِ کے دائرہ بے چون سے بھی اس کو باہر ہی مانیں گے۔ لہٰذا اس احاطہ کو ذات کا احاطہ نہیں کہہ سکتے۔

پس علماء حق کی نظر ان صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔ اور جو چیز صوفیہ کے نزدیک ذاتِ حق ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوی اللہ میں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہے۔ اور معارف باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے، مقام صدیقیت میں جا کر ہوتی ہے، جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام ہے۔ اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوئے صدیق پر بطریقہ الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ تو پھر دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ اور مقام صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔ ہوش اور صحو تام مقام صدیقیت میں ہے اور بس۔

ان دونوں علموں کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے، اور وہ دل ہے۔ اور دل عالم امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے۔ لیکن ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفاتِ خود نگرد

یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔

لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کو اس کی صفات پر باقی رکھنے میں بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ نفس اگر بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روک دیا جائے تو اس کی ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح فرشتے کے مانند ہو جاتی ہے اور اپنے مقام میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہو۔

حضور سرور کائنات علیہ من التحیات اتمہا و التسلیمات اکملہا ایک دفعہ جہاد کفار سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ ہم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

اس ارشاد مبارک میں آپ نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا۔

مطمئنہ کی صفت اختیار کر لینے کے بعد اس کی مخالفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ترک عزیمت اور ترک اولیٰ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ مقام میں ترک اولیٰ کا ارادہ بھی مخالفت میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن حتیٰ الامکان ترک اولیٰ کا وجود اس سے متصور نہیں ہوتا۔ اور صرف ترک اولیٰ کے ارادے پر اس قدر ندامت و پشیمانی اور بارگاہ قدس خداوندی میں التجاء وزاری ظہور میں آتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک ساعت میں میسر آ جاتا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں .... یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔ اس بیان کی طرف اشارہ اس آیۃ کریمہ میں ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	تم لوگ میری پیروی اختیار کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔

بات لمبی ہو گئی۔ مجھے معذور سمجھیں۔ کلام کا جمال چونکہ جمیل مطلق (رب تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس لیے سلسلۂ گفتگو جس قدر دراز ہو خوب اور زیبا ہی ہے۔

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ط	اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ ہم لے آئیں اس سمندر کی مانند اور سمندر بھی مدد کے طور پر

اب دوسری طرف بات لے جانی چاہیئے:

اس دعائیہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہل علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسباب معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت کی) طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکار نصرت آثار سیادت و نقابت دستگاہ شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لیے حاصل اور جاری کرا دیں تو یہ آپ کا عین کرم ہو گا آپ کی زیادہ دردسری ختم کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۴۲)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ حقیقت جامعہ قلبیہ سے غیر حق سبحانہٗ کی محبت دو اور پاک کرنے کا بہترین

آلہ متابعتِ سنت ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

حق تعالیٰ وسُبحانہ تمہیں سلامت اور باقی رکھے۔

آدمی جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے ملوث ہے مطلوب سے محروم اور دور ہے۔ حقیقت جامع (قلب) کے آئینے کو اس ذات عزوجل کے غیر کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس زنگ کو دور کرنے کا بہترین آلہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روشن سنت کی متابعت ہے۔ کیونکہ اس میل کو دور کرنے کا دارومدار عاداتِ نفسانی کے اُٹھنے اور رسوم ظلمانی کے دفع ہونے پر ہے۔

فَطُوبٰی لِمَنْ شُرِّفَ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰی	تو کتنا ہی خوشحال ہے وہ شخص جو اس نعمتِ عظیم سے مشرف ہو گیا۔
وَوَیْلٌ لِّمَنْ حُرِمَ مِنْ هٰذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوٰی	اور افسوس اس شخص پر جو اس بلند درجہ سے محروم رہا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جناب اخوی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھورن مرحوم اشراف اور بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ جماعت (عیال) کثیر اس سے وابستہ ہے۔ رحم وشفقت کا مستحق ہے۔ آپ کی زیادہ دردسری کیا کرے۔ والسّلام علیکم و علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب نمبر (۴۳)

سیادت پناہ خوبیوں کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم ہے۔ شہودی اور وجودی۔ اور جو ضروری ہے وہ توحید شہودی ہے کیونکہ اس سے متعلق ہے۔ نیز توحید شہودی عقل و شرع کے خلاف نہیں بخلاف توحید وجودی کے۔ اور مشائخ کے وہ اقوال جو توحید کے بارہ میں ہیں انہیں توحید شہودی پر محمول کرنا چاہیے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین تک پہنچاتے ہیں تو انسان اس طرح کے حالات سے ایک طرف ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مناسب سوالات و جوابات اور واضح کرنے والی تمثیلات کے بیان میں۔

سلّمکم اللّٰہ تعالیٰ و سبحانہ و عصمکم عما یصمکم و صانکم عما شانکم (اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں سلامت اور داغدار کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور تمہیں عیب کی باتوں سے بچائے۔)

وہ توحید جو اس بلند گروہ صوفیہ کو راہ سلوک وفقر میں میسر آتی ہے دو قسم ہے:

توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات ہو۔ اور توحید وجودی ایک

ذات کو موجود جاننا ہے۔ اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا۔ اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا۔ پس توحید وجودی علم الیقین کے قبیلہ سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ اور عین الیقین کی (دولت) بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں یعنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت کے بغیر بھی حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ نہایت درجہ یہ ہے کہ اس کے ماسوائے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ جبکہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہو۔

مثلاً ایک شخص کو وجود آفتاب کا یقین ہو۔ اس یقین کا غلبہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ستاروں کو اس وقت منتفی اور معدوم جانے۔ لیکن جب آفتاب کو دیکھا تو ستاروں کو نہیں دیکھے گا۔ اور اس کے مشاہدہ میں صرف ایک آفتاب ہی ہوگا۔ لیکن اس وقت کہ ستاروں کو نہیں دیکھ رہا' یہ ضروری جانتا ہے کہ ستارے معدوم نہیں ہیں۔ بلکہ یہ جانتا ہے کہ موجود تو ہیں مگر پوشیدہ ہیں اور نور آفتاب کے پرتو کے آگے مغلوب ہیں۔ یہ شخص اس جماعت کے ساتھ جو اس وقت ستاروں کے وجود کی نفی کر رہی ہے' مقام انکار میں ہے اور جانتا ہے کہ ستاروں کے وجود کی نفی کرنا غیر واقعی بات ہے۔ تو توحید وجود جو ایک ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے ماسوا کی نفی پر مبنی ہے عقل وشرع کے خلاف ہے۔ بخلاف توحید شہودی کے کہ ایک ذات دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ مثال کے طور پر طلوع آفتاب کے وقت ستاروں کے وجود کی نفی کرنا اور معدوم جاننا خلاف واقع ہے۔ لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ ستاروں کو نہ دیکھنا نور آفتاب کے ظہور کے غلبہ کے راستہ سے دیکھنے والے کے ضعف بصارت کی بنا پر ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کے نور سے سرمگیں ہو جائے' اور اپنے اندر قوت واستعداد پیدا کرے تو عین اسی وقت ستاروں کو بھی آفتاب سے جدا دیکھے گی۔ اور یہ دید حق الیقین کے مرتبہ پر ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف معلوم ہوتے ہیں اور بعض لوگ انہیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے ابن منصور الحلاج کا قول انا الحق اور ابو یزید البسطامی کا سبحانی کہنا اور اس طرح کے اور اقوال۔ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ انہیں توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور عقل وشرع کے ساتھ مخالفت کو دور کیا جائے۔ چونکہ غلبۂ حال میں ماسوائے حق سبحانہٗ کے ہر شے ان کی نظر سے پوشیدہ تھی تو ایسے الفاظ ان سے صادر ہو گئے۔ اور انہوں نے حق سبحانہٗ کے سوا اور کسی شے کو ثابت وموجود نہ مانا۔ انا الحق کا معنی ہے ''حق ہے میں نہیں ہوں۔'' جبکہ وہ اپنے آپ میں بھی نہیں دیکھتے تو اپنے آپ کو ثابت نہیں کرتے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ بزرگ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خود اپنے کو حق کہتا ہے۔ یہ مفہوم تو صریح کفر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے۔ غیر حق کا اثبات نہ کرنا نفی کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اور وہ بعینہ توحید وجودی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ثابت نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس مقام میں حیرت ہی حیرت ہے۔

تمام احکام وہاں ساقط ہو چکے ہیں۔ اور لفظ سُبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ کہ اپنی تنزیہ۔ کیونکہ وہ تو مکمل طور پر اس کی نظر سے اُٹھ چکی ہے۔ کوئی حکم اس سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اور اس قسم کی باتیں عین الیقین کے مقام میں جو مقام حیرت ہے بعض کو رونما ہوتی ہیں۔ اور جب ان حضرات کو اس مقام سے آگے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچا دیتے ہیں تو پھر ایسے کلمات اجتناب کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز ہیں کرتے۔

ہمارے زمانہ میں اس گروہ کے بہت سے لوگ جو صوفیاء کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں توحید وجودی کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور اس عام کرنے کو ہی کمال تصور کرتے ہیں۔ اور عین الیقین کے بجائے علم میں ہی رُکے ہوئے ہیں۔ اور مشائخ کے ان اقوال مذکورہ کو اپنے خیالی معانی پر چسپاں کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو مقتداء زمانہ بنائے بیٹھے ہیں' اور اپنے بے رونق بازار کو ان کو تخیلات کے ذریعہ سے چمکا رہے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسے الفاظ بھی ہوں جو توحید وجودی پر صراحتًا دلالت کرتے ہوں تو ان الفاظ کو ابتدائی زمانہ اور علم الیقین کے مقام پر محمول کرنا چاہیے۔ اور یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ کلمات ان سے اُس وقت صادر ہوتے ہیں۔ آخر کار ان کو اس مقام سے آگے گزار لیا گیا اور علم سے عین تک پہنچا دیے گئے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ توحید وجودی والے بھی جس طرح ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے بھی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی عین الیقین سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جواب میں کہیں گے کہ اس توحید والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا۔ اس توحید شہودی سے متصف نہیں ہوئے۔ توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ فی الحقیقت کچھ مناسبت نہیں۔ کیونکہ توحید شہودی کے حصول کے وقت صرف حیرت ہی موجود ہوتی ہے۔ اس مقام میں کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور توحید وجودی والا توحید شہودی کی صورت مثالی کے مشاہدے کے باوجود دارِ ارباب عالم میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ماسوا کے وجود کی نفی کر رہا ہے۔ اور نفی جنس احکام میں سے ایک حکم ہے۔ حیرت اور علم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پس اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقعی ہو تو مقام معرفت میں جو حق الیقین کا مقام ہے پہنچا دیتے ہیں اور اس جگہ علم اور حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ علم جو حیرت کے بغیر ہے اور حیرت سے پہلے ہے علم الیقین ہے۔

یہ جواب ایک مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص خواب میں اس مناسب کے واسطے سے جو وہ بادشاہت سے رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا۔ اور بادشاہت کے لوازمات اپنے اندر دیکھے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ شخص بادشاہ نہیں بن گیا ہے بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے اندر دیکھا ہے۔ اور فی الحقیقت بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسب نہیں ہاں' یہ شہود اگر چہ مثالی صورت میں ہے لیکن اس شخص کے

اس صورت کی حقیقت کے ساتھ متصف ہونے کی استعداد کی خبر ضرور دیتا ہے۔ اگر مشقت کرے اور عنایت خداوندی جل سلطانہ اس کے شامل ہو جائے تو وہ بادشاہت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ قوت سے فعل تک بڑا فرق ہے۔ بہت سے لوہے شیشہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ لیکن جب تک آئینہ بن نہیں جاتے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکتے اور ان کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

میں کس طرف چلا گیا۔ مگر ان دقیق علوم کی تحریر کا باعث اور سبب یہ ہے کہ اس وقت کے بہت سے لوگ بعض تقلیداً، بعض علم کے باعث اور بعض علم اور کچھ قدرے ذوق کی بنا پر اور بعض الحاد اور زندقہ کے باعث اس توحید وجودی کے دامن سے چمٹے ہوئے ہیں اور سب کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق جانتے ہیں۔ اور اپنی گردنوں کو تکلیف شرعی کی رسی سے اس بہانے کے ساتھ باہر نکال رہے ہیں اور احکام شرعیہ میں سستیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اس حالت پر خوش وقت اور مسرور ہیں اور شرعی احکام کی بجا آوری کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو اسے طفیلی جانتے ہیں۔ مقصود اصلی شریعت کے علاوہ کسی اور شے کو خیال کرتے ہیں۔

حَاشَا وَ كَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَ كَلَّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ السُّوْءِ.	خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ، ہم اللہ سبحانہٗ کے پاس پناہ لیتے ہیں اس بُرے اعتقاد سے۔

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں، ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔

كل حقيقة ردته الشريعة فهو زندقة	ہر حقیقت جسے شریعت رد کر دے مردود اور باطل ہے۔

شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی ظاہر و باطن میں متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔

معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ صاحب) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کچھ عرصہ تک توحید وجودی کا مشرب ہی رکھتے تھے۔ اور اپنے رسائل و مکتوبات میں خود اس کا اظہار فرماتے تھے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے انہیں اس مقام سے ترقی عطا فرمائی۔ اور اس توحید وجودی کی معرفت کی تنگی سے کھلی شاہراہ پر ڈال دیا۔

میاں عبدالحق نے جو حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ مجھے عین الیقین کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ توحید وجودی تنگ کوچہ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اس سے پہلے میں بھی یہی جانتا تھا۔ لیکن اب ایک اور یقین حاصل ہو گیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں یہی توحید وجودی کا مشرب رکھتا تھا۔ اور اس توحید کی

تائید میں بہت سے کشفی مقدمات ظاہر ہوتے تھے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عنایت و مہربانی نے اس مقام سے گزار کر جس مقام سے چاہا مشرف کر دیا۔ اس سے زیادہ گفتگو طوالت کا موجب ہے۔

میاں شیخ زکریا اپنے ضلع سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کے بلند آستانہ سے نسبت نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تحصیلداروں کے عہدہ سے خائف اور ہراساں ہیں۔ عالم اسباب میں آپ سے ہی التجاء اور وابستگی رکھتے ہیں۔ آپ کی توجہ عالی کے سوا بظاہر کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ وہ امیدوار ہیں کہ جس طرح آپ نے ان کو نوازا' آخر تک ان کی دستگیری فرماتے رہیں گے اور حوادث زمانہ کے بھیڑیوں سے محفوظ رکھیں گے۔ کمال ادب کے باعث آپ کی خدمت عرض کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس لیے سفارش کے لیے فقیر کی طرف رجوع کیا ہے اور اپنے حالات کا اظہار کرنا چاہا ہے۔ امید ہے کہ ان کی درخواست شرف قبولیت سے ہمکنار ہو گی۔

مکتوب نمبر (۴۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

حضور نبی کریم خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کو ماننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سب امتوں سے بہتر امت ہیں اور آپ کی شریعت کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں۔ اور آپ ﷺ کی روشن سنت کی پیروی کی ترغیب کے بیان میں۔

آپ کا عالی مرتبہ گرامی نامہ عزیز ترین اوقات میں تشریف لایا۔ بندہ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقیر محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث ہاتھ آ چکی ہے۔ فقراء سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط اسی کا نتیجہ ہے۔ نہیں جانتا کہ یہ قصور وار بے سروسامان اس کے جواب میں کیا لکھے۔ مگر یہ کہ احادیث و کتب سیر میں چند نقل شدہ عربی فقرے جو آپ کے جد بزرگوار اور خیر العرب ہیں کہ فضائل و مناقب میں لکھے۔ علیہ و علیٰ الہ من الصلوات اتمها و من التحیات اکملها. اور اس سعادت نامے کو اپنی نجات اُخروی کا وسیلہ بنائے۔ یہ مقصد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی مدح و ثنا کرے۔ بلکہ اپنے کلام کو آپ کے ذکرِ شریف سے مزین و آراستہ کرے۔

ما ان مدحت محمّدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمّد

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔

تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت و توفیق کا طالب ہوں کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں' تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ قیامت کے روز سب سے زیادہ پیروکار آپ ہی کے ہوں گے۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں سب پہلوں اور پچھلوں سے اکرم و بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لائیں گے' آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے مقبول ہوگی' اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دروازہ بہشت کھول دے گا۔ قیامت کے روز لواء حمد آپ ہی اُٹھائے ہوں گے۔ حضرت آدم اور ان کے سوا سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آپ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور پہلے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا حبیب ہوں' اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں اور میں ہی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں' اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے سے ان بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ نے انسانوں کے دو گروہ کیے تو مجھ بہتر گروہ میں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا کیا۔ تو میں ذات میں سب سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ اور محشر میں جب لوگ اُٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور جب لوگ بارگاہِ خداوندی کی طرف چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کو خطبہ دوں گا۔ اور جب وہ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت طلب کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا۔ بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولاد آدم سے اکرم و اشرف ہوں۔ میرے اردگرد میری خدمت اور خاطرداری کے لیے ایک ہزار خادم گھومتا ہوگا جو حسن و جمال میں پوشیدہ رکھے ہوئے انڈوں کی طرح ہوگا۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام الانبیاء اور ان کا خطیب ہوں گا۔ اور میں ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔

اگر حضور نے دنیا میں جلوہ فرمانہ ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا۔ اور آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔

نماند بعصیاں کسے درگرو   کہ دارد و چنیں سید پیشرو

کوئی شخص بھی گناہوں کی وجہ سے گرو نہیں رہے گا جبکہ وہ آپ جیسا سردار پیشوار کھتا ہے۔

پس یہ بات ضروری ہے کہ ایسے پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہوں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ   تم بہترین امت ہو جو ظاہر کیے گئے ہو۔

ان کا نقد وقت ہے۔ اور آپ کے مکذب بدترین بنی آدم ہوں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

ان کے حال کا نشان ہے۔ دیکھیے کس صاحب قسمت کو آپ کی روشن سنت کی پیروی سے نوازتے ہیں اور آپ کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز کرتے ہیں۔ آج تھوڑے سے عمل کو جو آپ کے دین کو حق جاننے کی تصدیق سے ملا ہوا ہے عمل کثیر کے مقابلے میں قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کہف نے جو اس قدر درجات پائے صرف ایک نیکی کے واسطہ سے پا لیے۔ اور وہ ہجرت کی نیکی تھی جو انہوں نے نور ایمانی کے ساتھ غلبہ کفار کے وقت اختیار کی۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو ان کا وہ قدر اور وہ لحاظ ہوتا ہے جو امن کی حالت میں اس سے کئی گنا زیادہ پر بھی نہیں ہوتا۔

نیز چونکہ سرور دو عالم محبوب رب العالمین ہیں، تو آپ کی متابعت کرنے والے بھی آپ کی متابعت کے واسطہ سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ محب جس میں بھی اپنے محبوب کے شمائل اور عادات و اخلاق پاتا ہے انہیں بھی اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اس سے مخالفین کی برائی کا قیاس بھی کر لینا چاہیے۔

محمد عربی کا بروے ہر دو سرا ست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی (ﷺ) جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر ظاہری ہجرت میسر نہ آئے تو ہجرت باطنی ہی کی کامل طور پر رعایت کرنی چاہیے۔ ظاہراً لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے باطناً ان سے الگ رہنا چاہیے۔ شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی صورت نکال دے۔

نوروز کا موسم آ چکا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ایام وہاں کے رہنے والوں کے معاملے کو پراگندگی اور تفرقے میں ڈال دیتے ہیں۔ ہنگامے کے ان ایام کے گزر جانے کے بعد اگر ارادۂ خداوندی جل سلطانہٗ نے مدد فرمائی تو اس امر کا امیدوار ہے کہ ملاقات گرامی کے شرف سے مشرف ہوگا۔

گفتگو کو زیادہ دراز کرنا موجب پریشانی ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے راستے پر ثابت رکھے۔ والسلام علیکم و علیہم الیٰ یوم القیام۔

مکتوب نمبر (۴۵)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:۔

یہ مکتوب آپ نے اپنے پیر دستگیر قدس سرہٗ کے اس عالم فانی سے رحلت فرمانے کے بعد لکھا۔

چونکہ خانقاہ کے فقراء کی ظاہری تقویت جناب سیادت پناہ کی طرف منسوب تھی اس لیے اس مکتوب میں اظہار شکر کیا ہے۔ اور انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس

کے نقصان کا بھی سبب ہے اس کا تذکرہ بھی اس خط میں کیا ہے۔ اور ماہ رمضان شریف کے فضائل اور دیگر مناسب امور بیان کیے ہیں۔

اللہ سبحانہٗ آپ کو آپ کے آباءِ کرام کے طریقہ پر ثابت وقائم رکھے۔ اور زندگی کے مہینوں اور ایام میں آپ کو صدمات اور غم کے اسباب سے سالم اور محفوظ رکھے۔

خدائے عزوجل کے دوست مطابق حدیث المرء مع من احبّ (مرد اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو) خدائے تعالیٰ وتقدس کے ساتھ ہیں۔ بدن کا ساتھ ہونا اس معیت واتصال میں قدرے مانع ہے۔ اس مادی صورت اور تاریکی سے لبریز شکل سے مفارقت اور جدائی کے بعد سب قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔	موت ایک پل ہے جو دوست کے دوست سے ملا دیتا ہے

اس عبارت میں اسی معنی کا بیان ہے۔ اور آیۃ کریمہ:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ	جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے تو جان لے کہ اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔

میں مشتاق لوگوں کے لیے تسلی بھی ہے اور بیان سابق کی طرف اشارہ بھی فرماتی ہے لیکن ہم پیچھے رہ جانے والوں کا حال بزرگوں کی حاضری کی دولت کے بغیر خراب وابتر ہے۔

اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیات سے فیض وبرکت حاصل کرنا بہت سے شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جن کے پورا کرنے کی ہر کسی کی مجال اور ہمت نہیں۔ لیکن صاحب انعام رب تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس ہولناک حادثے (پیر ومرشد کی رحلت) اور وحشتناک واقع کے باوجود ان بے سروپا فقراء کا مربی اور مددگار دین ودنیا کے سردار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہل بیت میں سے ہی بن گیا ہے۔ جو اس بلند سلسلے کے انتظام کا سبب اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا واسطہ اور ذریعہ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ چونکہ ان بلاد میں یہ نسبت بہت ہی نادر وغریب ہے۔ اور اس نسبت والے ان ممالک میں بہت ہی کم ہیں۔ کیونکہ یہ اہل بیت کی نسبت ہے تو اس کا مربی اور اس کو تقویت دینے والا بھی اہل بیت سے ہی ہونا چاہیے۔ تاکہ اس دولت عظمیٰ کی تکمیل کسی اور کے ذمے نہ پڑے۔ تو جس طرح نسبت نقشبندیہ کی نعمت قصویٰ کا شکر فقراء پر لازم ہے۔ اس دولت کا شکر بھی ان پر ضروری ہے۔ انسان جس طرح جمعیت باطن کا محتاج ہے اسی طرح ظاہری جمعیت کا بھی محتاج ہے۔ بلکہ یہ محتاجی مقدم ہے۔ بلکہ انسان تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ اور اس کی یہ شدید محتاجی اس کی جامعیت کی بنا پر ہے۔ جو ضروریات ساری مخلوقات کو فرداً فرداً درکار ہیں تنہا انسان کو درکار ہیں۔ اور انسان جس

جس شے کا محتاج ہے۔ اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ضروری ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب سے زیادہ ہیں۔ اور یہ تعلق جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے روگردانی کا سبب ہے۔ اس بنا پر تمام مخلوقات سے محروم ترین شے انسان ہی ہے۔

گشت محروم از مقامِ محرمی   پایہ آخر آدم است و آدمی!
نیست ازوے ہیچکس محروم تر   گر نہ گرد و بار مسکیں زیں سفر

آخری مرتبہ انسان ہی کا ہے۔ لیکن آدمی حق تعالیٰ کے محرم راز ہونے کے مقام سے سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکیں اگر سفر سے واپس نہ لوٹا اور محرم ہونے کے مقام کو نہ پایا تو پھر اس سے زیادہ کوئی محروم اور بد قسمت نہیں۔

حالانہ تمام مخلوقات سے افضل ہونے کی علت بھی انسان کی یہی وصف جامعیت ہے۔ اسی بنا پر اس کا آئینہ سب سے زیادہ مکمل ہے۔ اور جو کچھ کائنات کے شیشوں میں فرداً فرداً ظاہر ہے وہ سب کچھ صرف اکیلے انسان کے آئینہ میں ظاہر ہے۔ تو اس لحاظ سے بہترین خلائق بھی انسان ہی ہے اور گزشتہ اعتبار سے بدترین مخلوق بھی انسان ہی ہے۔ اس لیے کہ نوع انسان سے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات بھی ہیں اور ابوجہل علیہ اللعنۃ بھی۔ اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ توفیق خداوندی عزوجل سے ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہی ہیں۔ اور الولد سرّ لابیہ (بیٹا) اپنے باپ کا راز ہوتا ہے۔) کے مطابق باطنی جمعیت کے کفیل ہونے کی مکمل امیدواری بھی آپ سے ہی ہے۔

اور چونکہ آپ کا صحیفہ گرامی اور بلند مرتبہ عنایت نامہ ماہ رمضان المبارک میں موصول ہوا' دل ست میں گزرا کہ اس عظیم القدر مہینے کے فضائل ومناقب احاطہ تحریر میں لائے۔

جاننا چاہیے کہ ماہ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینہ ہے۔ نفلی عبادات' نماز' ذکر' صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام کے فرائض کے برابر ہیں۔ اور اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی گردن کو آتشِ دوزخ سے آزادی مل جاتی ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر وثواب عطا ہوتا ہے' بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو۔

اسی طرح جو شخص اس ماہ میں اپنے غلاموں اور نوکروں سے کام لینے میں تخفیف کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسے آتشِ دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ اور رمضان شریف کے مہینے میں حضور علیہ الصلوۃ والتحیۃ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے اور جو چیز بھی کوئی آپ سے مانگتا اور سوال کرتا آپ سے دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس ماہ میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق مل گئی تو تمام سال اسے یہ توفیق ملی رہے گی۔ اور اگر یہ مہینہ تفرقہ اور

پراگندگی میں گزرا تو سارا سال وہ تفرقے کا ہی شکار رہے گا۔ حتی المقدور جس قدر میسر آسکے اس ماہ میں جمعیت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس مہینہ کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اس ماہ کی ہر رات میں ہزار شخص کو جو دوزخ کا مستحق ہوتا ہے آزادی ملتی ہے۔ اس مہینہ میں بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مبالغہ کرتے تھے اور اس پر زور دیتے تھے۔ شاید سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے میں اپنے عجز و محتاجی کا اظہار ہے' جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

روزہ کھجور سے افطار کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ذَهَبَ الظَّمْاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْنُ وَثَبَتَ	پیاس چلی گئی' رگیں تر ہو گئیں اور اجر و ثواب ان شاء
الْاَجْرُ اَنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى	اللہ تعالیٰ ثابت ہو گیا۔

ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں موکدہ سنتوں میں سے ہے اور بے شمار اچھے نتائج لاتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ اپنے حبیب علیہ و آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی حرمت کے صدقے توفیق بخشے۔

آپ کی دردسری کے لیے دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا۔ ورنہ حکم کی بجا آوری میں اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ اس ماہ مذکور کے بعد بات کرنا غیب پر حکم لگانا ہے اور درازی امید سے خبر دیتا ہے۔ بالجملہ جو کچھ جناب کی مرضی ہو فقیر اس میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھے گا۔ کیونکہ آپ کے ظاہری اور باطنی حقوق ان فقراء پر ثابت ہیں۔ حضرت قبلہ گاہی (پیر و مرشد) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ”شیخ جیو (شیخ فرید) کے حقوق تمام پر ثابت اور مقرر ہیں۔ اس جمعیت کے باعث وہی ہیں۔“ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیشہ پسندیدہ اعمال کی توفیق سے سرفراز رکھے۔ نبی کریم اور آپ کی آل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے صدقے۔

اس سے زیادہ سراسر دردسری ہے۔

مکتوب نمبر (۴۶)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ باری تعالیٰ و تقدس کا وجود یوں اس کی وحدت' بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت' بلکہ وہ تمام چیزیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے آئے سب کی سب

بدیہی ہیں۔ دلیل اور فکر کی محتاج نہیں۔ علماء کرام نے ان مذکورہ مقدمات کے بدیہی ہونے پر بہت لکھا ہے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر قائم رکھے۔ آپ کے سب سے پہلے اور افضل باپ جناب نبی کریم پر اوّلاً اور باقی پر ثانیاً صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔

باری تعالیٰ و تقدس کا وجود اسی طرح اس ذات سبحانہٗ کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت بلکہ وہ تمام چیزیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے سب بدیہی ہیں قوت مدرکہ کی آفات رویہ اور امراض معنویہ سے محفوظ ہونے کی صورت میں کسی فکر و دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ ان میں نظر و فکر کی ضرورت وجود مرض اور ثبوت آفت کے زمانہ تک ہے۔ مرض قلبی سے ناجت اور پردہ بصری کے اُٹھ جانے کے بعد یہ سب چیزیں بدیہی ہو جاتی ہیں۔ جس طرح صفراوی مرض والا شخص جب تک مرض صفراء میں گرفتار ہے، گڑ اور مصری کا میٹھا ہونا اس کے نزدیک محتاج دلیل ہے۔ لیکن اس مرض سے خلاصی پانے کے بعد وہ دلیل کا کچھ محتاج نہیں رہتا۔ وہ احتیاج جس کا منشا وجود مرض ہے، اس کی بداہت سے کوئی ٹکر نہیں۔ بھینگا بے چارہ جسے ایک شخص دو نظر آتے ہیں، اور وہ ایک کو ایک نہیں جانتا، معذور ہے۔ بھینگے آدمی میں مرض کا پایا جانا وحدتِ شخص کو ہدایت سے نہیں نکالتا۔ اور نظر و فکر کا محتاج نہیں بنا دیتا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ استدلال کی جولانگاہ بہت ہی تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے۔ لہٰذا ایمان سے تعلق رکھنے والے یقین کو حاصل کرنے کے لیے مرض قلبی کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ مرض صفراء میں مبتلا آدمی کے لیے مصری کے میٹھا ہونے پر دلیل قائم کرنے کی نسبت اس کے مٹھاس کا یقین حاصل کرنے کے لیے مرض صفراء کا ازالہ زیادہ ضروری ہے۔ دلیل سے کیا یقین حاصل ہوگا جبکہ اس کا وجدان اور ذوق مرض صفراء کے باعث مصری کے کڑوا ہونے کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں نفس امارہ اپنی ذات کے لحاظ سے احکام شرعیہ کا منکر ہے اور اپنی افتادِ طبع کے باعث ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ لہٰذا دلیل پیش کرنے والے کے وجدان کے انکار کے ہوتے ہوئے ان احکام صادقہ شرعیہ کے بارے میں یقین کا حاصل ہو جان بہت مشکل ہے۔ اس لیے سب سے پہلے نفس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ نفس دولت یقین کا میسر آنا دشوار ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ، وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ؕ بیشک فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ نفس کر لیا، اور نامراد ہو گیا وہ جس نے نفس کو برائیوں میں چھپا دیا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اس غالب شریعت اور اس ظاہر و طاہر ملت کا منکر ویسا ہی ہے جیسا مصری کے مٹھا کا منکر۔

ع خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست
سورج کا کیا جرم ہے اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

تو سیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود آفات معنوی اور امراض قلبی کا ازالہ ہے۔ جس کی طرف آیۂ کریمہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں مرض ہے) اشارہ کر رہی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ازالہ امراض کے بعد ہی انسان حقیقتِ ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ آفات و امراض کی موجودگی میں جو ایمان ہے وہ صرف ظاہری ایمان ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کا وجدان و ذوق ایمان کے خلاف اور حقیقت کفر پر مصر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق محض ظاہری ہے اور مرض صفراء میں مبتلا شخص کی طرح ہے۔ جو قند و نبات کی حلاوت کا اقرار تو کرتا ہے' لیکن اس کا وجدان اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ شکر کی حلاوت کا حقیقی یقین مرض صفراء کے زائل ہونے کے بعد ہی میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے نفس کے مطمئنہ ہو جانے اور تزکیہ کے بعد ہی حقیقتِ ایمان اپنی صورت دکھلاتی ہے اور اس وقت ہی ایمان وجدانی کیفیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرہ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اور آیت:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○	سن لو کہ جو اللہ کے ولی ہیں انہیں نہ کسی طرح کا خوف ہے اور نہ غم

انہیں کی شان پر صادق آتی ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیں اس کامل اور حقیقی ایمان سے بحرمت نبی امر قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا مشرف ہوئے۔

مکتوب نمبر (۴۷)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

پہلے زمانے کی شکایت کے سلسلے میں جب کہ کفار نے غلبہ حاصل کر لیا تھا اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار ہو چکے تھے۔ اور اس بات کی ترغیب میں کہ ابتدائے حکومت میں ہی اگر دین کی ترویج و اشاعت میسر آ جائے تو بہتر ہے۔ تا کہ ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی گمراہ اور گمراہ کنندہ درمیان میں آ کو دے اور کارخانہ اہل اسلام کو درہم برہم کر دے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء سے کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ ان آبائے کرام میں سب افضل سردار دو جہان پر پہلے اور باقی پر بعد میں صلوٰۃ و سلام اور تحیہ کا نزول دورود ہوتا رہے۔

بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن ٹھیک ہے۔

اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا۔ بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے، اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ گزشتہ زمانے میں اہل اسلام کے سروں پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔ ابتدائے اسلام کے وقت جبکہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس وقت بھی اہل اسلام کی کس مپرسی اس حد کو نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ مسلمان اپنے دین پر قائم تھے اور کفار اپنے طریقہ پر۔ آیت کریمہ:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ — تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

اسی معنی کو بیان کرتی ہے۔

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں۔ اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تھے تو قتل کر دیے جاتے۔

ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت!! ہائے افسوس اور غم، محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل و خوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کے ماتم میں تھے۔ اور معاند اور مخالف لوگ تمسخر اور استہزاء کے ذریعہ ان کے زخموں پر نمک پوشی کرتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں روپوش ہو چکا تھا، اور حق کا نور باطل کے حجابات میں ایک طرف الگ ہو کر رہ گیا تھا۔

آج جبکہ دولت و نعمت اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوشخبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، اہل اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بادشاہ کے ممد و معاون بنیں۔ اور ترویج شریعت اور تقویت دولتِ اسلام کی طرف رہنمائی کریں۔ یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے۔ نعمت اسلام کی سب سے اولیں مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے۔ اور کتاب و سنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو خرابی اور فساد میں نہ ڈال دے۔ اس قسم کی امداد علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے۔ دنیا پرست علماء جن کا مقصود کمینی دنیا ہے۔ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند — اوخود گم است کرا رہبری کند

جو عالم اپنے مقصود کی پوجا اور تن پروری میں مصروف ہو وہ خود گم کردہ رہا ہے۔ دوسرے کی کیا راہبری کرے گا۔

زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی ہو وہ انہیں علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی۔ بادشاہوں کو بھی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں' ان کے مقتداء بھی علماء سوء ہیں۔ علماء کے ماسوا گمراہوں کی گمراہی دوسروں تک کم ہی تجاوز کرتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے ہر قسم کی مدد کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو شخص خدمتِ اسلام میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی کے سبب کارخانہ اسلام میں فتور اور خلل واقع ہو تو ایسا شخص لائق عتاب ہے۔ اس بنا پر یہ حقیر کم مایہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اسلام کی معاونت کرنے والی جماعت میں ڈال دے اور حسبِ استطاعت اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے۔ اور مطابق:

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو شخص کسی جمات کے زیادہ ہونے کا باعث بنتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

احتمال ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس عزت والی جماعت میں داخل کر لیں۔ اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کرتا ہے جو سوتر کی چند تاریں تیار کر کے لائی اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل کر لیا تھا۔

امید ہے کہ اس نزدیکی میں ان شاء اللہ العزیز شرف حضور سے مشرف ہوگا۔ آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے باہر نکالیں گے۔

اس رقعہ نیاز کا حامل مولانا حامد کا سرکار اقبال آثار سے وظیفہ مقرر ہے۔ گزشتہ سال اس نے حاضر ہو کر حاصل کر لیا تھا۔ اس سال بھی امید لے کر آیا ہے۔ حقیقی اور مجازی دولت میسر اور نصیب ہو۔

مکتوب نمبر (۴۸)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فریدی بخاری کی طرف صادر فرمایا:

علمائے کرام اور دینی طلبہ کی عظمت نگاہ رکھنے کی ترغیب کے بیان میں جو شریعت کے حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ آپ کو بحرمتِ سیّد انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات دشمنوں پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے۔

مرحمت نامہ گرامی جس سے فقراء کو نوازا تھا فقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے مولانا محمد قلیج موفق کے خط میں لکھا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر خط میں صوفیوں سے پہلے کیا نظر ہمت میں بہت ہی اچھا لگا۔ مطابق الظاهر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا

عنوان ہے) امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کی تقدیم پیدا ہو چکی ہو گی۔

کل اناء یترشح بما فیه۔ ہر برتن سے وہی کچھ نمودار ہوتا ہے جو
اس میں موجود ہوتا ہے

ع از کوزہ ہماں تراود کہ در وست
کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی

طالب علموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں۔ ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ان ہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کریں گے' تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہو گا۔ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں انہوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور نجات بھی اس شریعت پر ہی موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے۔ لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے۔ اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں' خدائے تعالیٰ عزوجل کے راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں جس طرح مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتداء ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر آ جاتا ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کی پیروی میں نفس کی پوری مخالفت ہے۔ اور نفس کی سرشت شرع شریف کی مخالفت پر ہے۔ اور مال خرچ کرنے میں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا ہے۔ ہاں مال خرچ کرنا تائید وتقویت شرع اور ترویج ملتِ اسلام کی خاطر ہونا چاہیے۔ اور یہ بلند ترین درجہ ہے۔ اور ایک کوڑی اس نیت سے خرچ کرنا اس کے ماسوا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالب علم اس صوفی سے کیسے بہتر ہو سکتا ہے جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی تہ تک نہیں پہنچا۔ طالب علم غیر حق میں گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے کیونکہ احکام شرع کی تبلیغ اسے میسر ہے۔ اگرچہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ اور صوفی اپنے آپ کو غیر حق آزاد کر لینے کے باوجود مخلوق کی نجات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ شخص جو بہت سے لوگوں کی نجات اور خلاصی کا سبب ہوا اس کا اس شخص سے بہتر اور افضل ہونا بالکل واضح ہے۔ جو صرف اپنی نجات کے سامان میں ہی معروف ہو۔

ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہِ راست کی طرف لانے کا فریضہ اسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقام نبوت سے حصہ پا چکا ہے۔ ایسا صوفی مبلغین شریعت میں داخل ہے اور علماء شریعت کا ہی حکم رکھتا ہے۔

ذَٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، جسے چاہتا ہے عطا
کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب نمبر (۴۹)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

ان دو نعمتوں کو جمع کرنے میں کہ ظاہر کہ احکام شرع سے آراستہ کیا جائے اور باطن کو حق سبحانہٗ کے ماسوا سے آزاد کیا جائے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ دولت ظاہری اور سعادت معنوی سے سرفراز فرمائے۔

ظاہری دولت درحقیقت یہ ہے کہ انسان کا ظاہر احکامِ شرعیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے آراستہ ہو۔ اور معنوی سعادت یہ ہے کہ بندے کا باطن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نجات یافتہ ہو۔ دیکھیے کس صاحب نصیب کو ان دونوں نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ
اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

دنیا کمینی کی مذمت کے بیان میں

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے ماسویٰ کی گرفتاری سے آزادی عطا کرے اور مکمل طور پر اپنی ذات کا گرفتار بنائے، اس سید بشر نبی کی حرمت سے جو غیر حق کی طرف نظر اُٹھانے کی کجی سے آزاد تھے، علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورت میں تروتازہ دکھائی دیتی ہے۔ لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور بے کار

سامان ہے اور اس میں گرفتاری بے فائدہ بات ہے۔ دنیا کی نظر میں مقبول درحقیقت خوار ہے اور اس پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ ہے۔ یہ سونا چڑھائی ہوئی نجات کی طرح اور شکر ملے ہوئے زہر کی مانند ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس بے رونق سامان پر فریفتہ نہ ہو اور اس خراب سامان میں گرفتار نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص وصیت کر گیا کہ میرا مال صاحب عقل کو دینا' تو اس وقت کے زاہد کو دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اس کی یہ بے رغبتی اس کی کمال زیرکی کے باعث ہے۔ اس سے زیادہ فضول گوئی میں داخل ہے۔

دوسری تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس عمر اور اس سال میں ملازمت تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ اس گرفتاری کے باوجود ہر وقت دنیوی محاسبے کو بہ نسبت اُخروی محاسبے کے بہت آسان جانتا ہے اور اُخروی محاسبے سے ہر وقت ہراساں رہتا ہے۔ اس عالم اسباب میں وسیلہ عظمیٰ آپ کی توجہ شریف کو ہی جانتا ہے اور اس بات کا امیدوار ہے کہ نئے کاغذات میں بھی اس کا نام درج کر لیا جائے گا۔ کیونکہ شیخ مذکور آپ کی درگاہِ عالی کے خادموں میں سے ہے۔

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　روبہَ خویش خوان وشیری بیں

آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں۔ مجھے اپنی لومڑی کہہ کر پکاریں اور پھر میری شیری دیکھیں۔

بحرمت نبی امی اور بحرمت آپ کی آل بزرگ کے علیہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا آپ کو ظاہری وباطنی دولت ونعمت حاصل ہو۔

مکتوب نمبر (۵۱)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

روشن شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج واشاعت کی ترغیب کے بیان میں

حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے درخواست ہے کہ خلاصہ بزرگان عظام کے وجود مبارک کے وسیلہ سے روشن شریعت کے ارکان اور پرنور ملت اسلام کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پذیر ہوں۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے

آج غرباءِ اہل اسلام کو اس طرح کے گرداب ضلالت میں نجات کی امید بھی اہل بیت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا کے سفینہ سے ہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ [1]

میرے اہل بیت کا حال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو شخص اس میں آ گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہو گیا۔

اپنی بلند ہمت کو مکمل طور پر اس بات پر لگا دیں کہ اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کر لیں۔ اللہ سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی سے جاہ و جلال عظمت و شوکت سب کچھ آپ کو حاصل ہے۔ ذاتی شرافت کے ساتھ ترویج شریعت کی سعادت بھی اگر مل جائے تو سبقت کا گیند سعادت کی چوگان کے ساتھ آپ سب سے آگے لے جا سکتے ہیں۔ یہ حقیر تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر اس طرح کی باتیں ظاہر کرنے کے ارادے سے آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا۔ رمضان شریف کا چاند دہلی میں دیکھا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی یوں محسوس کی کہ میں رُک جاؤں۔ اس ضرورت کے تحت پورا قرآن مجید سن لینے تک رُک جانے کا پروگرام بنانا پڑا۔ ہر کام اللہ سبحانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آپ کو سعادت دارین نصیب ہو۔

مکتوب نمبر (۵۲)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر ہوا۔

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی مرض ذاتی اور اس مرض کے ازالے کے علاج کے بیان میں

آپ کا مرحمت نامہ گرامی جس سے از روئے شفقت و مہربانی آپ نے اس مخلص دعا گو کو ممتاز و مشرف فرمایا تھا، بندہ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے۔ آپ کی قدر و منزلت بلند کرے۔ آپ کو شرحِ صدر نصیب فرمائے اور آپ کے کام آسان کرے آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیہ و علیٰ آلہٖ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ اللہ ہم سب کو ظاہراً باطناً ان کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر رحم فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بُرے دوست اور بد خو ہمنشیں (نفس) کی شکایت کے طور پر چند فقرے لکھ کر روانہ کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ قبول کر لینے والا کانوں سے ان کو سنیں گے۔

مخدوما مکرما! انسان کا نفس امارہ جاہ اور سرداری کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے اس کا ارادہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اقران اور ہمعصر لوگوں پر بلندی اور فوقیت حاصل کرے۔ اور اس کی ذات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہو اور اس کے احکما کی اطاعت اور پیروی کرے، اور وہ خود کسی کا محتاج نہ ہو اور نہ اس پر کوئی حکم چلائے۔ یہ دراصل اس کی طرف سے دعویٰ خدائی ہے اور وحدہٗ لاشریک ذات جل سلطانہٗ کے ساتھ دعویٰ ہمسری ہے۔ بلکہ یہ

---

[1] مشکوٰۃ بروایت ابوذر غفاری، مسند احمد و بزار بروایت ابن عباس و ابن الزبیر، اور حاکم از ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بے سعادت نفس شرکت پر بھی راضی نہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور باقی سب اس کے محکوم و تابع ہوں۔ حدیث قدسی[1] میں آچکا ہے:۔

عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ

اپنے نفس سے عداوت رکھ' کیونکہ یہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔

تو اپنے نفس کی پرورش کرنا' اس کی مرادیں حاصل کرنا' مرتبہ' سرداری' بڑائی اور تکبر وغیرہ فراہم کرنا' دراصل اللہ تعالیٰ کے دشمن کی امداد کرنا اور اس کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس کی قباحت اور برائی اچھی طرح محسوس کرنی چاہیے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے:

اَلْکِبْرِیَآءُ رِدَآئِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهٗ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ[2]

بڑائی میری چادر ہے' اور عظمت اور بلند قدری میری شلوار ہے۔ تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑے گا (لینے کی کوشش کرے گا۔) میں اسے آگ میں داخل کروں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

کمینی اور خسیس دنیا حق سبحانہٗ کے نزدیک اس بنا پر ملعون اور مبغوض ہے کہ دنیا کا حصول نفس کی مرادیں حاصل ہونے میں اس کا ممد و معاون ہے۔ تو جو دشمنِ خدا کی مدد کرے وہ ضرور لعنت کا سزاوار ہے اور فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کے لیے نامرادی ہے اور یہ اسے عاجز و بے بس کرتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو بھیجنے سے مقصود اور احکام شرعیہ کا مکلّف بنانے میں حکمت اس نفس امارہ کو عاجز اور خراب کرنا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں نفسانی خواہشات کو دور اور زائل کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔ جس قدر شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل ہوگا اسی قدر نفسانی خواہشات زوال پذیر ہوں گی۔ لہٰذا احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجالانا خواہش نفسانی کو زائل کرنے میں ان ہزار رسالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنے طور پر کیے جائیں۔ بلکہ یہ ریاضتیں اور مجاہدے جو روشِ شرع کے مطابق واقع نہیں ہوئے نفسانی خواہشات کے مؤید بنتے ہیں اور ان کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے بھی ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی اور کوتاہی نہیں کی لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے کچھ بھی سودمند ثابت نہ ہوا۔ اور انہیں ان سے نفس کی تقویت و تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

مثال کے طور پر ایک دام ادائے زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے نفس کی خواہشات کی ویرانی میں بے حکم شرع ہزار دینا صرف کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور شریعت کے حکم کے مطابق عیدالفطر کے

---

[1] یہ الفاظ دراصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات قدسیہ میں سے ہیں۔

[2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم۔

دن کھانا کھانا خواہش نفس کو زائل کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزہ رکھنے سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت فرض نماز باجماعت ادا کرنا جو سنت ہے اس سے کئی مراتب بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل پڑھنے میں گزارے اور فجر کی نماز باجماعت سے ادا نہ کرے۔

مختصر یہ کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو وہ اپنے آپ کو بزرگ جاننے کے مالیخولیا کی خباثت سے نکل نہیں سکتا۔ اور ایسی صورت میں نجات ناممکن ہے۔ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ یہ مرض موت ابدی (آخرت میں نجات سے محرومی) کی نیند سلا دے۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ جو اندرونی اور بیرونی خداؤں کی نفی اور انہیں مٹانے کے لیے وضع کیا گیا ہے نفس کے تزکیے اور اس کی تطہیر کے لیے بہت ہی نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے تزکیہ نفس کے لیے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔

تا بجا روب لا نروبی راہ نرسی درسرائے اِلَّا اللّٰـــہ

یعنی جب تک تم لا کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرو گے الا اللہ کی سراء میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

چونکہ نفس سرکشی کے مقام میں رہتا ہے اور عہد توڑنے میں چست ہے اس لیے اس کلمہ طیبہ کے بار بار تکرار سے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[1] کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو۔

بلکہ ہر وقت اس کلمہ طیبہ کا تکرار رہنا چاہیے۔ کیونکہ نفس امارہ ہر وقت خباثت کرنے پر تُلا رہتا ہے۔

حدیث شریف[2] میں اس کلمۂ مبارکہ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ اگر تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو ایک پلہ میں رکھیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں تو اس کا پلہ دوسرے پلہ پر غالب رہے گا۔

سلامتی کا نزول ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو اپنا شعار بنائے اور اپنے اوپر لازم جانے۔

مکتوب نمبر (۵۳)

یہ مکتوب بھی سیادت انتساب شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ علمائے سوء کا اختلاف جہان کی بربادی کا باعث ہے۔ اور اس کے مناسب امور

---

[1] احمد وطبرانی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

[2] یہ حدیث ابن حبان اور نسائی میں بروایت حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند بزار میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند بزار میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود ہے۔

کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباءِ کرام کے راستہ پر قائم اور ثابت رکھے۔

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہِ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خوبی کے باعث جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دیندار علماء مہیا کریں، جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں، اور احکامِ شرعی بیان کرتے رہیں، تا کہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہوسکتی ہے، اور ماتم زدوں کو اس سے اچھی کیا بشارت ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ حقیر اسی غرض کے لیے آپ کی خدمتِ عالی کی طرف متوجہ ہے، جیسا کہ اس کا متعدد بار اظہار کر چکا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس بارے میں بھی کچھ کہنے اور لکھنے میں اپنے آپ کو کوتاہی میں نہیں ڈالے گا۔ امید ہے کہ بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔

غرض مند دیوانہ ہوتا ہے، چنانچہ عرض کرتا ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ اور سرداری کی محبت نکل چکی ہو اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی تائید و تقویت ہو۔ طلب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا۔ اور اختلافی باتیں درمیان میں لائے گا، اور اس روش کو بادشاہ کی نزدیکی کا ذریعہ بنائے گا۔ اس صورت میں تبلیغ دین کی فہم ابتری اور خرابی کا شکار ہوگی۔ گزشتہ زمانے میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی درپیش آسکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا ہوگی، اُلٹی دین کی تخریب ہوگی۔ اللہ سبحانہٗ کی اس سے پناہ، اور علماءِ سُوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ۔ اس غرض کے لیے اگر ایک عالم منتخب کریں تو بہتر ہوگا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آجائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہوگی کیونکہ ایسے عالم کی صحبت کبریتِ احمر ہے۔ اور اگر ایسا نیک پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اس جنس میں سے سب سے بہتر کا انتخاب کرلیں۔ اگر ایک چیز مکمل طور پر میسر نہ آسکے تو اسے بالکل ہی تو نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے، لوگوں کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے۔ اس کا راز دریافت کیا، تو ابلیس نے بتایا کہ اس وقت کے علماء ہمارے کام کو انجام دے رہیں اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ (مجھے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں)

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو عالم غرض پرستی اور تن پروری کرے وہ خود ہی گم کردہ راہ ہے دوسرے کی رہبری کیا کرے گا؟

غرض یہ ہے کہ اس معاملہ میں فکر صحیح اور سچے غور کو ملحوظ رکھ کر اقدام کریں۔ جب بات ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ آپ جیسے دانا اور زیرک لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کے اظہار میں شرم بھی آتی ہے لیکن اس مقصد کو اپنی سعادت کا ذریعہ اور موجب خیال کرتے ہوئے آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنا ہے۔

مکتوب نمبر (۵۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم و ضروری ہے۔ بدعتی کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت کے نقصان سے بھی زیادہ ہے۔ اور بدعتی فرقوں میں سب سے بدترین فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری قدر اور منزلت بلند کرے اور تمہارے کام آسان کرے، بحرمت سید بشر، جو نظر کی کجی سے پاک و منزہ تھے۔ عَلَیْہِ و عَلٰی آلِہ من الصّلوات افضلها و من التسلیمات اکملها.

[1]من لا یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

تو ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکر لازم ہے۔ اول اول ہمارے خواجہ (حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد الباقی قدس سرہ) کی ظاہر دل جمعی کا سبب آپ ہی بنے تھے۔ آپ کے طفیل اس جمعیت میں ہم لوگ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طلب میں مصروف رہے اور اس کا وافر حصہ ہم لوگوں نے حاصل کر لیا۔

پھر دوبارہ مطابق کُبِرْتُ بِمَوْتِ الْکُبَراءِ (بڑوں کے فوت ہو جانے کے باعث مجھے بڑا بنا دیا گیا) جب نوبت اس طبقہ تک آ پہنچی تو فقراء کے جمع ہونے کا ذریعہ اور طالبان حق کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ جزاکم اللّٰہ سبحانہ عنا خیر الجزاء۔

گر بر تن من زبان شود ہر موی یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

---

[1] ترمذی شریف ابواب البر والصلۃ بروایت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث درجہ حسن میں ہے۔

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تو میں ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

میری یہ آرزو ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت میں آپ کے جد مکرم سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہر نامناسب بات سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی صحبت گرامی سے دور پڑا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ اور خلوت وجلوت میں آپ کے مونس کیسے لوگ ہیں۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز
کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

جگر کو جلا دینے والے اس فکر سے میری آنکھوں نے نیند اُڑ گئی ہے۔ کہ کس شخص کی آغوش آپ کی منزل اور آپ کی نیند کی آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض وعناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے:۔

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ اللہ تعالیٰ غصے میں مبتلا کرتا ہے صحابہ کرام کو دیکھنے سے کفار کو

قرآن مجید اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ واشاعت صحابہ کرام نے کی ہے۔ اس مبارک گروہ پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ قرآن حکیم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطعون وقابلِ اعتراض ٹھیریں تو قرآن کو بھی غلط کہنا پڑے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں زندیق وبے دین لوگوں کے عقائد سے پناہ میں رکھے۔)

وہ اختلاف اور جھگڑے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں واقع ہوئے۔ خواہش نفسانی کے باعث ہرگز نہیں تھے۔ یہ حضرات خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک میں تزکیہ کے مقام میں پہنچ چکے تھے اور امارگی سے انہیں آزادی مل گئی تھی۔

میں اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ اس باب میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے۔ لیکن ان کی یہ خطا خطاء اجتہادی ہے جو حد فسق تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس طرح کی خطا میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خطا اجتہادی میں مخطی کے لیئے بھی ایک درجہ ثواب ہے۔ اور یزید بدقسمت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس بدبخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں کیا بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔

آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا چاہیے۔ تا کہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کس طرح صفت وثنا کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تا کہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔

آج کل اس بدخواہ گروہ نے بہت غلو کرنا شروع کر رکھا ہے اور ملک کے اطراف وجوانب میں پھیل چکے ہیں۔ اسی بنا پر اس بارے میں چند کلمات لکھے گئے ہیں، تا کہ آپ کی صحبت اور مجلس شریف میں اس طرح کے بدخواہوں کو جگہ نہ مل سکے۔ ثبتکم اللہ تعالیٰ علی الطریقة المرضیة اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۵۵)

اظہار محبت میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا:

کچھ عرصہ سے، پہلے ربط وتعلق کے علاوہ دل کو آپ سے مزید محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس بنا پر فقیر آپ کے لیے غائبانہ دعا میں مشغول ومصروف ہے۔ اور جب کہ سرور کائنات، مفخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا ہے:

من[1] احبّ اخاه فیعلم ایاه۔ (جو مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے اس سے واقف کر دے۔)

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا۔ اور اس محبت کے سبب جو حضور ﷺ نے کا اقرباء (سادات کرام) سے پیدا ہو چکی ہے، امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان (سادات کرام) کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے، بحرمة سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۶)

ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں یہ مکتوب بھی شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں، سرور دین ودنیا سے جزئیت (نسبی تعلق) کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت وثنا کرے۔ صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کرتا ہے۔ بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے۔

اے اللہ، ہمیں بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت

---

[1] مسند احمد، بخاری ادب مفرد، ترمذی، ابن حبان وحاکم۔

کرنے والوں میں سے کر۔

اس عریضۂ نیاز کا حامل میر سید احمد سادات سامانہ[1] میں سے ہے۔ اور طالب علم اور نیک آدمی ہے۔ اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے۔ اسی بنا پر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر سرکار عالی میں گنجائش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے اور اگر آپ کے گنجائش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں سے کسی کو سفارش کریں تاکہ یہ شخص تنگی معاش کے اسباب سے بےفکر ہو جائے۔ جبکہ یقین تھا کہ خود آنجناب فقراء اور محتاج لوگوں کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں۔ خاص کر سادات عظام کی امداد کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ روانگی کے وقت یہ شخص اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادتمند نہیں ہوا، تاہم مخلصین کے گروہ میں شامل ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سادات کرام کی محبت اور اخلاص پر استقامت عطا فرمائے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں کرتا۔

مکتوب نمبر (۵۷)

نصیحت کے متعلق شیخ محمد یوسف کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین **علیه و علیٰ اٰله وعلیهم من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها** آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقۂ مستقیمہ پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ کے خاندان میں بزرگی موروثی شے ہے۔ ایسے طریقہ پر زندگی گزاریں کہ یہ وراثت میسر آجائے۔ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت سے عبارت ہے، آراستہ اور مزین رکھیں۔ کیونکہ حقیقت وطریقت حقیقتِ شریعت اور اس حقیقت کے راستے سے عبارت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت وحقیقت امر دیگر ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور زندقہ ہے۔ آپ کے متعلق فقیر کا گمان بہت نیک ہے۔ بعض واقعات کو بھی اس معنی کا گواہ پاتا ہے۔ اور اس ماجرے کا کچھ قدرے بیان آپ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بھی کیا تھا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی درستی ہے آراستہ اور نیک فطرت ہے۔ اگر آپ کی بلند خدمت میں کام کے سلسلے میں رجوع کرے تو ضرور اس کی طرف التفات اور توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۵۸)

سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سارے کا سارا سات قدم ہے۔ اور

---

[1] سامانہ ہندوستان میں سرہند شریف کے قریب ایک شہر ہے۔

اس امر کے بیان میں کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ کے بخلاف مشائخ نقشبندیہ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے۔ اور اس بیان میں کہ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور جو اس کے مناسب باتیں ہیں۔

التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ چونکہ اس سے بلند گروہ (نقشبندیہ) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوتا تھا' اس بنا پر سوال کا جواب دینے اور مطلوب و مدعا کی طرف رغبت دلانے کے لیے ناچار چند باتیں تحریر میں لائی ہیں۔

مخدوم گرامی! جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے۔ جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قسم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں' جو قلب' روح' سِرّ' خفی اور اخفیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قسم میں دس ہزار حجابات اُٹھاتے ہیں۔ یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی (سیاہ):

ان[1] لِلّٰہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمة	بیشک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات' تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے' جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قسم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قوموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا
میرے گلستاں سے میری بہار کا اندازہ کر لو

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی بطریق اندراج نہایت و

---

[1] مشکوٰۃ شریف

وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آیا ہے۔ لہٰذا[1] وحشی علیہ الرحمۃ قاتل سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صرف ایک بار صحبتِ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا، حضرت اویس[2] قرنی سے جو خیر التابعین ہیں، افضل قرار پایا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا حضرت معاویہ افضل ہیں، یا حضرت عمر[4] بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا۔ ''وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ تو سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے، ان کی نہایت کیسی ہوگی؟ اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسے آ سکتی ہے؟

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ — اللہ کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ای سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصوروار ٹھیرائے تو حاش اللہ کہ میں زبان پر اس گلہ کو لاؤں۔ جہان کے سارے شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس نادر الوجود گروہ کی محبت نصیب فرمائے۔

کاغذ پر لکھی ہوئی یہ تحریر اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بلند معارف اور اعلیٰ درجے کے حقائق درج ہیں۔ امید ہے کہ ان کو عزت و عظمت سے رکھیں گے۔ والسلام۔

---

[1] وحشی بن حرب۔ آپ حضرت جبیر بن مطعم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے بحالتِ کفر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ احد میں شہید کیا۔ لیکن بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اور خلافت صدیقی کے زمانہ میں آپ نے مسلیمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔

[2] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرماتے تھے تابعین میں سب سے بہتر ایک مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں الخ۔ مشکوٰۃ۔

[3] حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے سرداروں اور فقہاء امت میں سے ہیں۔ آپ کی ذات مجمع خیرات اور مصدر برکات تھی۔

[4] عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص۔ آپ خاندان اموی سے ہیں اور امیر المومنین ہیں اور اپنے وقت کے قطب ہوئے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ عدل و انصاف اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے آپ کو عمر ثانی کہا جاتا ہے۔

مکتوب نمبر (۵۹)

یہ مکتوب بھی سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نجات ابدی میسر آنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم و عمل تو شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریق صوفیہ کے سلوک پر موقوف ہے۔ نیز اس بیان میں کہ اخلاص عمل اولیائے کرام کے لیے تمام اعمال، افعال اور حرکات و ممکنات میں حاصل ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی شاہراہ پر استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی جناب قدس کی گرفتاری نصیب فرمائے۔

آپ کا مکتوب شریف اور مراسلہ لطیف وارد ہو کر جب فرحت ہوا اور فقراء سے محبت کے اسباب اور اس بلند درجہ گروہ کے ساتھ آپ کا اخلاص و عقیدت وضاحت کو پہنچا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ! اس محبت اور اخلاص میں زیادتی کر۔)

آپ نے مفید اور نصیحت کی باتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ مخدوم گرامی! آدمی کے لیے تین چیزوں سے چارہ نہیں، تاکہ نجات ابدی میسر آئے۔ علم، عمل اور اخلاص۔

پھر علم دو قسم ہے۔ ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے۔ اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے۔ اس علم کی تفصیل مطابق آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت علم کلام میں آ چکی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔ ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات[1] متصور نہیں۔ اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔

تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص جسے ان کی متابعت کی توفیق مل گئی اور ان کی تقلید کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خرابی ان کے لیے جو ان کی مخالف راہ چلے۔ اور ان سے الگ ہو گئے اور ان کے اصول چھوڑ گئے اور ان گروہ سے نکل گئے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈالا۔ اور رؤیت حق تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہوئے۔ اور ان پر صحبت کی فضیلت اور صحابہ کے فضائل پوشیدہ رہے۔ اور اہل بیت کی محبت اور حضرت فاطمہ

---

[1] مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے سنی عقائد پر قائم و ثابت رہیں۔ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی طمع سازیوں کا شکار ہو کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

لزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک سے دوستی سے محروم رہ کر ان بے شمار بھائیوں کے حصول سے روک دیے گئے جو اہل سنت و جماعت کو حاصل ہوئی ہیں۔

اور تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرامؓ سے افضل یں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حالات صحابہ کے بہت بڑے جاننے والے ہیں' فرماتے ہیں کہ "لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور ہوئے۔ تو انہیں اس نیلے آسمان کے نیچے ابوبکر صدیق سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی انہیں بنالیا۔"

یہ امام شافعی کی طرف سے تصریح ہے کہ تمام صحابہ کرام افضیلت صدیق پر متفق تھے۔ تو یہ صدر اول (دور حابہ) کا صدیق اکبر کی افضیلت پر اجماع ہے۔ لہٰذا یہ افضیلت کا مسئلہ قطعی ہے' جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

اور اہل بیت رسول علیہ السلام کا حال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا' اور جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد میں صحابہ کرام کو ستارے قرار دیا۔ اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔ اور اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی۔ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی پر سوار ہونے والے کے لیے ستاروں کو رعایت ضروری ہے تا کہ ہلاکت سے بچا رہے۔ ستاروں کا لحاظ کیے بغیر اس کے لیے نجات ممتنع اور ناممکن ہوتی ہے۔

اور ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیئے' یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کا انکار کل انکار ہے۔ کیونکہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خیر التابعین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے۔ اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں۔ اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں۔ اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے۔

اور لڑائیاں جھگڑے جو ان کے درمیان واقع ہوئے' وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں۔ وہ جہالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے۔ بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے۔ اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی واقع ہو گئی۔ ایسے خطا کار کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے۔ یہی افراط اور تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہل سنت و جماعت نے اختیار کیا ہے' اور یہی محفوظ اور مضبوط راستہ ہے۔

مختصر یہ کہ علم و عمل تو شرع سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اخلاص جو علم و عمل کے لیے روح کی مانند ہے' اس کا حصول طریقہ صوفیہ کے سلوک سے وابستہ ہے۔ جب تک سیر الی اللہ قطع نہ کرے اور سیر فی اللہ سے موصوف نہ ہو'

اخلاص کی حقیقت دور رہتی ہے اور مخلص لوگوں کے کمالات سے انسان الگ رہتا ہے۔ ہاں عام مومنوں کو بھی تکلف و مشقت سے بعض اعمال میں اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو اخلاص میسر آ جاتا ہے۔

لیکن وہ اخلاص جس کا ہم بیان کر رہے ہیں وہ تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں بے تکلف اور بے مشقت اخلاص ہے۔ اور اس اخلاص کو حصول آفاقی اور انفسی الٰہوں کی نفی سے وابستہ ہے اور فنا اور بقا پر موقوف ہے۔ اور ولایت خاصہ تک وصول سے میسر آتا ہے۔ وہ اخلاص جو تکلف اور کوشش کا محتاج ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ حصول دوام کے لیے بے تکلف میسر آنا درکار ہے۔ اور یہ مرتبہ حق الیقین میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق عزّ وجلّ کے لیے کرتے ہیں' اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان حضرات کے نفس حق تعالیٰ کی ذات پر فدا ہو چکے ہیں۔ حصول اخلاص کے لیے انہیں نیت درست کرنے کی حاجت نہیں۔ (یعنی ان کی نیتیں خود بخود ہی درست رہتی ہیں) کیونکہ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے باعث درست ہو چکی ہے۔

مثلاً جو شخص اپنے نفس کا گرفتار ہے۔ وہ جو کچھ کرے اپنے نفس کے لیے ہی کرتا ہے۔ چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔ اور جب اس کی یہ گرفتاری دور ہو جائے اور حق تعالیٰ کی گرفتاری نصیب ہو جائے تو ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے ناچار حق تعالیٰ کے لیے ہی کرتا ہے۔ نیت حاضر ہو یا نہ ہو۔ نیت اس کام میں درکار ہوتی ہے جو درجہ احتمال میں ہو اور جو چیز متعین ہو نیت کے ذریعہ اس کی تعین کی ضرورت نہیں۔ اور اس مقام کا حصول اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ دوام اخلاص والا شخص مخلص کہلاتا ہے۔ اور جس شخص کا اخلاص دائمی نہیں' بلکہ کسب اخلاص کا محتاج ہے وہ مخلص بکسر لام ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور طریقہ صوفیہ اختیار کرنے سے علم و عمل کو جو نفع پہنچتا ہے' یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفیہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اعمال کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ سستی جو نفس اور شیطان کی طرف سے طاری ہوتی ہے زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد

مکتوب نمبر (۶۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

خطرات اور وساوس کے بالکلیہ دفع اور دور ہو جانے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات قدس کے ساتھ دوام گرفتاری کی نعمت سے مشرف فرمائے کیونکہ حقیقی آزادی اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات نفسانی کا رُک جانا اور وسوسوں کا جانا حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔ حتّٰی کہ اس بزرگ۔ وارده کے بعض مشائخ نے خطرات نفسانی کا چلہ کاٹا ہے اور

اس پورے چلے میں اپنے باطن کو خطروں اور وسوسوں کے آنے سے دور رکھا ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے سے وہ خطرے اور وسوسے مراد ہیں جو مطلوب کی طرف دوام توجہ میں مانع اور رکاوٹ بنیں۔ مطلق دفعہ خواطر مراد نہیں۔

اور اس بلند سلسلے کا ایک درویش و اما بنعمة ربک فحدّث (اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو) کے مطابق اپنے حال کی یوں خبر دیتا ہے کہ:

> "دل سے خواطر اور وسوسے اس حد تک دور ہو چکے ہیں کہ اگر بالفرض عمر نوح کا علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس صاحبِ قلب کو دیدیں تو بھی ہرگز اس کے دل پر کسی خطرے کا گزر نہیں ہو سکتا۔"

یہ نہیں کہ اسے ان خواطرہ و وساوس کے دور کرنے میں تکلف کی ضرورت پڑے۔ کیونکہ جو شے تکلف سے وجود میں آتی ہے وقتی اور عارضی ہوتی ہے، ہمیشہ اور دائمی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس درویش کی حالت تو یہ ہے کہ اگر سالہا سال خواطر اور وسوسوں کو دل میں لانے کی کوشش کرتا رہے تو بھی وسوسوں کا گزر اس کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ صرف چالیس دن کے چلے کی تعین تکلف اور تصنع کی خبر دیتی ہے۔ تعمل اور تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تکلف اور تصنع سے چھوٹ جائے۔ یاد کرو[1] مرتبہ طریقت میں ہے اور یادداشت درجہ حقیقت ہیں۔

پس یہ ثابت ہو گئی کہ خواطر اور وساوس کو تکلف سے روکنا وقتی شے ہے۔ جس طرح انہیں روکنے کے لیے دس روز یا چالیس روز کا چلہ اس طرح سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور طریقت میں دوام متصور نہیں۔ اور یہ دوام جو مرتبہ حقیقت میں نصیب ہوتا ہے اس بنا پر ہے کہ مقام حقیقت میں تکلف محال ہے۔ پس مرتبۂ تکلف میں خطرے کا آنا دوام توجہ سے مانع ہے۔ اور اس بلند سلسلہ کے مبتدیوں کو جو دوام نگرانی نصیب ہوتی ہے وہ ایک امر دیگر ہے اور وہ دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں وہ یادداشت سے عبارت ہے اور نہایت مرتبہ کمال ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق[2] غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ یادداشت

---

[1] سالک جب تک طریقت و تصنع کے مقام میں رہتا ہے اور حقیقت اور ملکہ حضور تک نہیں پہنچتا یاد کرو کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور جب حضور اور دوام تک پہنچ جاتا ہے اور یاد کرو کے مقام سے نکل جاتا ہے اور یہ حضور ملکہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ دور کرنے سے دور نہ ہو تو یہ یادداشت کا مقام ہے۔

[2] آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے چار خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے سردار ہیں۔ آپ کا مقام ولادت اور مزار شریف قصبہ غجدوان میں ہے جو شہر بخارا شریف سے ۶ فرسنگ پر واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک عبدالجمیل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم شہر بخارا میں حاصل کیے۔ بوقت وصال شریف آپ نے چار حضرات کو خلافت عطا فرما کر دعوت ارشاد کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ راہ صدق و صفا، متابعت شرع اور سنت مصطفیٰ ﷺ میں کوشاں رہے۔ بدعات و خواہشات سے دور رہتے تھے۔ اپنی روش و طریقہ لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ رشحات ملخص۔

سے اوپر پنداشت[1] ہے۔ یعنی اور کوئی مرتبہ نہیں۔

اس قسم کے احوال کے اظہار سے مقصود اس بلند طریقہ کے طالبوں کو مزید رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ منکر لوگوں کے انکار میں ہی اضافہ ہوگا:

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كثيرا   اللہ تعالیٰ اس سے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت کرتا ہے۔

مثنوی:

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است   وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
آب نیل است و بقبطی خوں بود   قوم موسیٰ را نہ خوان بود آب بود

یعنی جو شخص اس کو افسانہ اور بے اصل کہتا ہے وہ خود بے اصل اور غیر معتمد ہے۔ اور جس نے اس کو اپنا نقد سرمایہ قرار دیا وہ مرد ہے۔ دریائے نیل پانی ہے مگر قبطیوں (فرعونیوں) کے لیے خون تھا لیکن قوم موسیٰ کے لیے خون نہیں تھا۔ بلکہ پانی تھا۔

والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۶۱)

یہ مکتوب بھی سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

کامل اور کامل کرنے والے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے آزاد اور تمام انسانوں کے سردار نبی اکرم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل اپنی ذات کی طلب میں زیادتی اور اضافہ نصیب فرمائے۔ اور جو چیزیں مطلب و مقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ اور منافی ہیں ان سے کامل اجتناب عطا فرمائے۔

التفات نامہ گرامی نے اپنی آمد سے مشرف کیا۔ چونکہ آپ کے مکتوب گرامی سے طلب و شوق اور درد و پیاس کا اظہار ہوتا تھا اس لیے نظر کو بہت اچھا لگا۔ کیونکہ یہ چیز حصول مطلب کی بشارت دیتی ہے۔ اور درد مقصود کو پانے کا مقدمہ اور سبب ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ "اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ چاہت اور طلب عطا نہ کرتا۔

دولتِ طلب کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ جانتے ہوئے جو کچھ اس کے مخالف ہے اس سے پرہیز کرنا

---

[1] پنداشت یعنی محض وہم و گمان اور خیال ہے یعنی کوئی چیز نہیں ۱۲

چاہیے۔ تاکہ اس طلب میں سستی راہ نہ پائے۔ اور اس حرارت میں ٹھنڈک اثر نہ کر جائے۔ اور اس طلب کی حفاظت کے اسباب میں سب سے بڑا اس دولت کے حصول کے شکر کے ساتھ قائم ہونا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ — اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور اور زیادہ عطا کرونگا۔

اور جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ میں ہر وقت التجا اور تضرع ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرۂ طلب کو اپنے کعبۂ جمال لازوال سے پھیر نہ دے۔ اور اگر حقیقت التجا و تضرع میسر نہ آئے تو صورت التجا و تضرع کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

وَاِنْ[1] لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا — اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ۔

میں اسی معنی و مطلب کا بیان ہے۔

شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمت اقدس میں پہنچ جانے کے بعد اپنی تمام مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں فناء اول فنافی الشیخ ہے۔ پھر یہی فنا فنافی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روی کہ چشم تست احول — معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری نظر اوّل میں احول (ایک کو دو دیکھنے والی ہے) اس لیے اوّلاً تیرا قبلہ گاہ تیرا پیر و مرشد ہے۔

کیونکہ افادے اور استفادے کا راستہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتداء میں طالب کو اس کی کمال پستی اور کمینگی کے باعث جناب اقدس عز سلطانہٗ کے ساتھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اس وقت درمیان میں دو جہتوں والا واسطہ اور برزخ درکار ہے۔ اور وہ شیخ کامل و مکمل کی ذات ہے۔

اور سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب و رجوع ہے جس نے ابھی سلوک و جذبہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسند شیخی کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لیے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع مہلک مرض ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی صحبت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیب ناقص سے علاج کرائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالہ مرض کی قابلیت و استعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتدائے مرض میں قدرے تخفیف پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت وعین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیب حاذق تک پہنچ جائے تو طبیب حاذق پہلے طبیب ناقص کی دوا کے اثرات زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسہلات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا۔ اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔

---

[1] یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں شرح السنۃ سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

ان بزرگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دارومدار صحبت پر ہے کہنے سننے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے ادھر آ جائیں اور روبرو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو تکلیف دہ امر ہے۔

باقی سوالات جو پوچھے گئے تھے' ان کا جواب یہ ہے کہ جناب مشیخت پناہ' معارف دستگاہ شیخ تاج کا وجود اُس صوبہ میں غنیمت ہے۔ وہ بزرگ شخصیت ہے لیکن آپ کی استعداد کو ان کے طریقہ سے مناسبت کم ہے۔ رابطہ کے حصول کے بغیر مطلوب کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھ بھیجا کریں' تاکہ اس طرح اس طرف سے بھی کچھ لکھ بھیج دیا جایا کرے تو مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح اخلاص و عقیدت کا سلسلہ ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۶۲)

جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے ہے وہ مقاصد میں سے نہیں' بلکہ وہ آسانی کے ساتھ منازل سلوک طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو جذبہ سلوک کے بعد نصیب ہوتا ہے وہ مقاصد میں ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حق تعالیٰ تک وصول کے راستے کے دو جزو ہیں۔ جذبہ[۱] اور سلوک[۲]۔ یا تصفیہ اور تزکیہ[۳] وہ جذبہ جو سلوک سے پیشتر ہے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے پہلے نصیب ہوتا ہے وہ بھی مطالب میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو سلوک کو مکمل کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ کے حصول کے بعد میسر آتا ہے اور سیر فی اللہ[۴] سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ البتہ مقاصد مطلوبہ میں سے ہے۔ وہ جذبہ اور تصفیہ جو سلوک سے پہلے ہے وہ سلوک کے راستوں پر آسانی سے چلنے کے لیے ہے۔ سلوک کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال سامنے نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبے کے لیے صورت کی مانند ہے۔ فی الحقیقت ایک کو دوسرے سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس نہایت کے بدایت میں اندراج سے مراد جو اس بلند سلسلہ کے مشائخ کی عبارات میں واقع ہے یہ ہے کہ نہایت کی صورت بدایت میں درج ہے۔ ورنہ

---

[۴] سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ نیز سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء کے معانی۔ حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ نے جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۴۴ میں تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ یہ مکتوب آپ نے حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حقیقت نہائی بدایت میں سما نہیں سکتی۔ نہایت کی بدایت سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے جو حقیقت جذبہ وسلوک وغیرہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

الغرض صورت سے حقیقت کی طرف عبور کرنا ضروری ہے۔ اور حقیقت کی طرف بڑھنے کے بجائے صورت پر ہی اکتفا کرنا دور رہنے کی بات ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نبی مختار اور آپ کی نیک اولاد علیہ وعلیہم من الصلوات کملہا ومن التحیات افضلہا کے طفیل ہم سب کو حقیقت حقہ سے موصوف فرمائے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

مکتوب نمبر (٦٣)

یہ مکتوب سیادت وبزرگی کے مالک شیخ فرید کی خدمت میں صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تمام انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیمانہ علیہم اصول دین میں متفق ہیں۔ ان بزرگوں کا آپس میں اختلاف صرف فروع میں ہے۔ اور ان کے کچھ متفقہ کلمات کے بیان ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تم سب کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ آپ کے آباء کرام میں سب سے افضل نبی کریم پر اصالۃً اور باقی پر ماتحت ہونے کے طور پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

انبیاء کرام (ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی اور تحفے اور برکتیں نازل ہوتی رہیں) کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کے ذریعہ جہان کو نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور غیر حق سے گرفتاری سے خلاصی حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جو غنی مطلق ہے اپنی ذات اور صفات تعالیٰ وتقدس سے واقف نہ کرتا' اور اپنے تک راستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی بھی اس ذات کو نہ پہچان سکتا۔ اور شرع شریف کے اوامر ونواہی جن کا اس نے محض اپنے فضل وکرم اور بندوں کے نفع کے لیے مکلف کیا ہے' مکلف نہ کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتیں غیر پسندیدہ سے ممتاز اور جدا نہ ہوتیں۔

تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ شکر کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس ذات کی حمد وثنا جس نے ہمیں اپنے انعامات سے نوازا اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ اور ہمیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے کیا۔

یہ سب بزرگ احوال دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات' حشر ونشر' انبیاء کے بھیجے' نزول ملائکہ' وحی کے وارد ہونے اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے دائمی اور ابدی عذاب کے بارے میں ایک ہی بات کہتے ہیں۔ ان کا آپس میں بعض احکام میں اختلاف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر اولوالعزم پیغمبر پر اس زمانے کے لوگوں کے لیے بعض مناسب احکام نازل فرمائے اور مخصوص احکام سے مکلف کیا۔ احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک

ہی صاحب شریعت نبی پر مختلف اوقات میں متضاد احکام نسخ و تبدیلی کے طور پر وارد و نازل ہوتے ہیں۔

جن بعض کلمات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بزرگ گروہ متفق ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

غیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کی نفی۔ اس ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شرک کی ممانعت اور مخلوق کے لیے حق تعالیٰ کی ذات پاک کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب اور الٰہ بنا لینے کا عدم جواز۔

یہ حکم اور یہ تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کے علاوہ کوئی بھی اس دولت و نعمت سے مشرف نہیں ہوا، اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی نے بھی ایسی گفتگو نہیں فرمائی۔

منکرین نبوت اگرچہ خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں مگر ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید کے طور پر ایسا کہتے ہیں، اور یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو ایک تسلیم کرتے ہیں مگر استحقاق عبادت میں وحدہٗ لاشریک نہیں مانتے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود وجود اور استحقاقِ عبادت دونوں میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا لـلّٰـہ سے مراد باطل الٰہوں کی عبادت کی نفی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے۔

دوسری بات جو ان بزرگوں کے ساتھ خاص ہے، یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو بشر ہی کہتے ہیں۔ الٰہ اور معبود حق سبحانہٗ کی ذات کو ہی مانتے ہیں اور ذات کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس ذات سبحانہٗ کو حلول و اتحاد سے منزہ جانتے ہیں۔

لیکن منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں۔ بلکہ منکرین کے سرداروں نے تو الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ حق سبحانہٗ کا اپنے اندر حلول مانتے ہیں۔ اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا نام اپنے آپ پر استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ تو لامحالہ اس وجہ سے انہوں نے اس کی بندگی سے پاؤں باہر نکال لیے ہیں، اور برے افعال اور قبیح اعمال میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحتِ اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور گمان کر لیے ہیں کہ ان خداؤں کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں سب درست اور مباح ہے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ تو افسوس ہے ان پر اور ان کے متبعین اور ان کے پیروکاروں پر۔

دوسری بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات متفق ہیں اور ان کے منکرین اس سے بے نصیب ہیں، یہ ہے کہ یہ بزرگ گروہ نزول ملائکہ کا جو معصوم مطلق ہیں اور کچھ تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے، قائل ہے، اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے حامل ہیں۔ پس یہ بزرگ گروہ جو کچھ کہتا ہے حق تعالیٰ وتقدس کی طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ پہنچاتا ہے خدا کی طرف سے پہنچاتا ہے اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے موید ہیں۔ اگر بالفرض ان سے کچھ لغزش ہو جائے، تو خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ فوراً وحی قطعی سے اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

اور منکرین کے سردار اور رئیس جو اپنے لیے دعویٔ خدائی کیے ہوئے ہیں' جو کچھ کہتے ہیں اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ اور اپنے زعم الوہیت کی بنا پر اسی کو ٹھیک اور درست قرار دیتے ہیں۔

تو انصاف سے کام لینا چاہیے کہ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الٰہ کہے اور مستحق عبادت جانے۔ اور اس فاسد اور غلط گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا ارتکاب کرے' اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس کی اتباع اور پیروی پر کونسی بھلائی موقوف ہو سکتی ہے؟ ع

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کے موسم بہار کے دم قدم سے ہے

اس قسم کی باتوں کا اظہار مزید وضاحت کے لیے ہے۔ ورنہ حق باطل سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اور نور ظلمت کے مقابلے میں بالکل نمایاں ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔

اے اللہ! ہم کو ان اکابر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت قدم رکھ۔

بقیہ المقصود یہ بات ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ بہتر جانتے ہیں۔ اس بارے میں کچھ لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ اتنی بات ہے کہ یہ حقیر ان کی آشنائی سے کچھ عرصہ سے محظوظ ہے۔ مدت کی بات ہے کہ انہوں نے آستانہ بوسی کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ لیکن اس دوران ان پر ضعف طاری ہو گیا۔ اور ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے ہیں۔ فراغت وصحت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضری کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کی مہربانی کے امیدوار ہیں۔

مکتوب نمبر (۶۴)

سرداری اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

جسمانی اور روحانی لذت اور جسمانی آلام ومصائب برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں دارین میں بحرمۃ سید ثقلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات دارین میں سلامتی اور عافیت نصیب فرمائے۔

دنیا کی لذت اور اس کا الم دو قسم ہے: روحانی اور جسمانی۔ ہر وہ چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے' روح کے لیے اس میں تکلیف ہے۔ اور جس سے بدن کو تکلیف پہنچے رُوح کو اسے لذت حاصل ہوتی ہے۔ رُوح

اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں نزول کر چکا ہے' اور جسم و جسمانیات کا گرفتار ہو چکا ہے' جسم کے حکم میں ہو چکا ہے۔ جسم کی لذت سے یہ بھی لذت اُٹھاتا ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے۔ آیۂ کریمہ:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْن   پھر ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔[1]

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔

ہزار بار افسوس اگر روح اس گرفتاری سے نجات حاصل کر کے اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی   گشت محروم از مقامِ محرمی
گر نہ نگر دو باز مسکیں زیں سفر   نیست ازوئے ہیچ کس محروم تر

آخری مرتبہ آدم کا ہے' اور آدمی محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکین انسان اگر اس سفر (مشغول مخلوقات) سے واپس نہ لوٹا تو اس زیادہ محروم اور کوئی نہیں۔

یہ روح کا مرض ہے کہ وہ اپنی تکلیف کو لذت گمان کرتا ہے اور لذت کو درد والم تصور کرتا ہے۔ جس طرح صفراوی مزاج انسان مرض صفراء کے باعث شیریں چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ تو اہل عقل پر اوّلاً اس مرض کا ازالہ ضروری ہے۔ تاکہ جسمانی آلام ومصائب کے باوجود اپنی خوش وخرم بسر کریں۔

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن   صد ہزاراں جاں بباید باختن

اس عیش وعشرت (رنج وغم دنیوی میں بھی خوش رہنا) کو حاصل کرنے کے لیے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔

اگر اچھی طرح حالاتِ دنیا کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر دنیا میں رنج و مصیبت نہ ہوتی تو اس کی جو برابر بھی قیمت نہ ہوتی۔ دنیا کی تاریکیوں کو واقعات وحوادث آ کر زائل کر دیتے ہیں۔ حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے۔ جس سے مرض زائل ہوتا ہے۔

فقیر کو اس طرح محسوس ہوا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے کی عام کھانے کی دعوتیں کرتے ہیں اور اس میں خلوص نیت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور دعوت کھانے والوں میں سے بعض لوگ شکوے اور شکایت کی زبان کھولتے ہیں اور طعام وصاحب طعام کا عیب نکالتے ہیں۔ اور دعوت کرنے والا ان کے اس رویّے سے دل شکستہ ہوتا ہے۔ اور یہی شکستہ دلی صاحب دعوت کی اس ظلمت (نیت کی خرابی) کو جو دعوت طعام میں پائی جاتی ہے' قبولیت کے مقام میں لے آتی ہے۔ اگر وہ جماعت شکوہ شکایت نہ کرتی' اور اس سے صاحب طعام کو شکستہ دلی لاحق نہ ہوتی تو وہ طعام ظلمت وکدورت سے پُر ہوتا۔ اس صورت میں اس طعام کی قبولیت کے احتمال کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ پس کام کا

---

[1] یعنی جب انسان نے کفر اختیار کیا اور اپنی فطرت سلیمہ کو ضائع کر دیا۔ (سورۂ تین۔ پارہ ۳۰)

مدار شکستگی اور آوارہ دلی پر ہے۔ اور ہم ناز پردہ اور عیش و نعمت کے دلدادگان کے لیے کام بڑا مشکل ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

نص قطعی ہے۔ اور عبادت تذلل اور شکستگی سے عبارت ہے۔ تو انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔ خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کی پیدائش و خلقت کہ ان کے لیے تو دنیا ہے ہی قید خانہ [1]۔ اور قید خانہ میں عیش و آرام تلاش کرنا عقل سے بعید بات ہے۔ پس آدمی کے لیے محنت و کوشش اور جدوجہد کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس معنی و حقیقت پر استقامت نصیب کرے۔ آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیه وعلیٰ اٰله من الصلوات اتمها و من التحيات اكملها۔

مکتوب نمبر (۶۵)

خان اعظم کی طرف صادر فرمایا:

مسلمانوں کی بے چارگی اور ضعف اسلام پر غم کھانے اور اہل اسلام کی تقویت اور شرعی احکام کے اجراء پر ابھارنے اور ترغیب دینے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اسلامی احکام کی بلندی میں آپ کو دشمنانِ اسلام پر فتح و نصرت عطا فرمائے۔

مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے۔

اَلْاِسْلَامُ بَدَا غَرِیْبًا وَّ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ

اسلام مسافر کی طرح ظاہر ہوا۔ (یعنی سے بہت کم لوگوں نے پہچانا) اور عنقریب اپنی ابتدائی غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس خوشحالی ہے غرباء کے لیے۔ یعنی اس کی مدد کرنے والوں کے لیے۔ (صحیح مسلم شریف، ابن ماجہ، طبرانی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غربت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے پھر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کر

---

[1] صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس باب میں وارد ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں الدنیا سجن المومن وجنة الکافر۔ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔" مسلم شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مترجم عفی عنہ۔

جاتی ہے۔

پری نہفتہ رُخ ودیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

پری تو اپنا منہ چھپائے رکھے اور شیطان کرشمہ و ناز دکھائے۔ حیرت سے عقل جل جاتی ہے کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔

سبحان اللہ و بحمدہ مقولہ ہے کہ **الشرع تحت السیف** (شرع تلوار کے نیچے ہے) اور شرع شریف کی رونق بادشاہانِ اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ جملہ اُلٹ ہو چکا ہے اور معاملے میں انقلاب آ چکا ہے۔ واحسرتا واندامتا، واویلا۔ (ہائے ہائے ندامت، ہائے افسوس)

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں۔ اور اس کمزور اور شکست خوردہ معرکہ میں مرد میدان صرف آپ کی ذات کو ہی تصور کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بحرمت نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد کے آپ کا موید اور مددگار ہو۔ **علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات** ۔ ایک حدیث میں وارد ہے:۔

لَنْ يُّؤْمِنَ [۳] اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے دیوانہ نہ کہا جائے۔

آج وہ جنون جس کا مبنیٰ اسلامی غیرت ہے آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ یہ وہ دن ہے کہ بالکل تھوڑے عمل کو عظیم ثواب اور پوری اہمیت کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ ہجرت کے سوا اصحاب کہف کا کوئی عمل نمایاں نہیں۔ مگر دیکھ لو کہ اس کا کس قدر اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبے کے وقت تھوڑا سا تردد کریں تو اس کی دشمنوں کے سکوں اور امن کے وقت کی نسبت بہت زیادہ قدر ہوتی ہے۔ اور یہ قولی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے، اس کو غنیمت جانیں۔ اور **هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ** کا نعرہ لگائیں، اور زبان کے اس جہاد کو جہادِ قتل سے بہتر جانیں۔ ہمارے جیسے بے دست و پا فقراء اس دولت سے محروم ہیں۔

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها و للعاشق المسكين ما يتجرع

نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہیں۔ اور عاشق مسکین کے جصے وہی ہے جو غم واندوہ کے گھونٹ گلے سے اتار رہا ہے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں گرما نرسیدیم تو شاید بری

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتادیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی اس تک پہنچ سکے۔

---

[۳] حصن حصین، ابن حبان، احمد، ابو یعلی وابن سنی بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باختلاف یسیر ۱۲ مترجم عفی عنہ

حضرت خواجہ احرار اقدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے: اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی بھی پیر اور شیخ کو جہان میں مرید نہ ملے۔ سب کو میں ہی اپنی طرف کھینچ لوں۔ مگر میرے ذمے ایک دوسرا کام لگایا گیا ہے۔ اور وہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلام کی تائید و تقویت ہے۔'' اس بنا پر آپ سلاطین وقت کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنے تصرف [1] سے ان کو اپنا مطیع بناتے اور اس ذریعہ سے شریعتِ حقہ کی ترویج فرماتے۔

آپ سے التماس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بزرگ خانوادہ (مشائخ نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ محبت و عقیدت کی برکت سے آپ کی باتوں پر اثر بخشا ہے اور آپ کی عظمت مسلمانی کو آپ کے ہمعصر لوگوں پر نمایاں اور ظاہر کر دیا ہے تو سعی اور کوشش کریں کہ اہل کفر کی بڑی بڑی کافرانہ باتیں جو اہل اسلام میں پھیل چکی ہیں ویرانی کا شکار ہو جائیں اور ہٹ جائیں اور اہل اسلام خلاف شرع امور سے محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس سے پہلی بادشاہی میں تو دینِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریح محسوس ہوتی تھی۔ اس بادشاہی میں ظاہراً عناد محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہے بھی تو عدم علم کے باعث ہے۔ لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ اب بھی معاملہ عناد تک نہ پہنچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ تنگ ہو جائے۔ ؏

چون بید برسر ایمان خویش می لرزم

میں اپنے ایمان کے بارے میں درخت کی طرح کانپ رہا ہوں

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت و پیروی پر ثابت قدم رکھے۔

فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ آپ کو اپنی آمد سے بے خبر رکھنا مناسب خیال نہ کیا' اور یہ بھی مناسب نہ جانا کہ بعض مفید اور نافع باتیں آپ کو نہ لکھے۔ اور طبعی محبت سے جو بندہ کو فطری مناسبت کے طور پر آپ سے ہے واقف نہ کرے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

[1] مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْ اِیَّاہُ۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے بتا دے۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

---

[1] اولیاء اللہ کے تصرف کے منکران الفاظ پر غور فرمائیں۔ مترجم عفی عنہ۔

[2] مسند احمد' ادب المفرد للبخاری' ترمذی' ابن حبان و حاکم۔

مکتوب نمبر (٦٦)

یہ مکتوب بھی خان اعظم کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح وثنا اور اس طریقہ صحابہ کرام ان کے صاحب اوران پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مناسبت اور صحابہ کرام کی باقی تمام دوسروں پر افضیلت کے بیان ہیں اگرچہ اویس قرنی یا عمر بن عبدالعزیز مروانی ہی کیوں نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ سرّہم کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور سرور عالم وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا کہ اولیاء امت کو نہایۃ النہایۃ میں جا کر اس کا کمال کا تھوڑا سا حصہ ہاتھ آتا ہے۔ لہٰذا وحشی رحمۃ اللہ علیہ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتدائے اسلام میں صحبت سید اولین وآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا شرف نصیب ہوا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین سے افضل قرار پایا۔ اور وحشی کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا' اویس قرنی کو اپنی خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔ تو لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ کلمہ ثُمّ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجے کی دوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ [1]

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے سوال کیا: ''امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟'' تو آپ نے جواب دیا ''وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے۔ تو ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب قرار پایا۔ اور اس طریقہ (نقشبندیہ) عالی کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلسلوں پر صحابہ کرام کے زمانے کی دوسروں کے زمانہ پر فضیلت کی طرح مضبوط دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

وہ جماعت جسے آغاز ہی میں کمال فضل سے حصہ عطا کر دیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا

---

[1] عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم. (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بہترین امت میرے صحابہ ہیں۔ ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے ملتا ہے پھر ان کے بعد بہترین اُمت وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متصل ہے۔

تو کلمہ ثُمّ نے جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے دوسروں کے کام کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ جس طرح تراخی زمانہ کے لیے آتا ہے تراخی مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مطلع اور آگاہ ہونا مشکل ہے۔ ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا
میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کرلو
ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست
یعنی سال کی خوبی اس کی بہار کے باعث ہے۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے تھے ہمارا سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بحرمت نبی قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا ہمیں اور تمہیں ان اکابر سے دوستی رکھنے والوں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں میں سے کرے۔

مکتوب نمبر (۶۷)

ایک محتاج آدمی کی سفارش کے بارے میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ظاہراً باطناً حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزاد کا گمان رفع کرنے کا اظہار۔ بلکہ آپ سے دوستی اور اخلاص کا ہونا۔ اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی محتاجی کی طرف اشارہ جو فضیلت اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت و شہود سے مزین ہے جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔

مخدوم گرامی! اظہارِ حق میں قدرے تلخی ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ تلخی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ بہت ہی بلند حوصلے والا سعادت مند ہونا چاہیے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور ھل من مزید کہتا ہوا آگے بڑھے۔ حالات کا اختلاف امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ جماعت جو تمکین واطمینان کے مقام تک پہنچی ہے۔ دراصل تلوین واختلاف اس کی طبیعت و سرشت میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن بے چارہ کبھی صفات جلالیہ کے غلبے کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر صفات جمالیہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز یہ ممکن کبھی قبض کا محل ہوتا ہے اور کبھی بسط کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور ہر موسم و وقت کے احکام و تقاضے جدا ہوتے ہیں۔ کل وہ تھا' آج یہ ہے۔ حدیث میں ہے:

قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن' یقلبها کیف یشاء والسلام	مومن کا دل خدائے رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اسے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

مکتوب نمبر (۶۸)

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دولت مندوں کو تواضع اور انکساری زیب دیتی ہے اور فقراء کو بے نیازی

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ' بہتری اور خیر اسی میں ہے جو اللہ سبحانہ کرے۔

مخدوم گرامی!

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ، ملال!

تبلیغ کی شرط کے تحت جو کچھ ہے وہ میں نے تجھے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے نصیحت حاصل ہو یا رنج و ملال۔ (وہ تو جانے)

آپ کے تینوں خطوں سے بے نیازی ہی ٹپکتی تھی۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً آخری خط میں یوں تحریر تھا:

"بعد الحمد و الصلوٰۃ عرض ہے کہ اس عبارت میں اچھی طرح غور کریں کہ اسے کہاں لکھا جائے۔"

یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی خدمت بہت کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تا کہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ یعنی کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔ لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کو ایک شخص نے متکبر کہا۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر خدا کے لیے ہے اس گروہ فقراء کو ذلیل خوار خیال نہ کریں۔ کیونکہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

رُبَّ[۲] اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

بہت سے پراگندہ بال گرد آلود' دروازوں سے دھکیلے جانے والے' باطن میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں' کہ اگر خدا پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے اپنا غم دل بہت تھوڑا بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ

---

[۲] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم

باتیں بہت ہیں۔

آپ کے عزیز دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ سچائی اور حقیقت معاملہ کو سامنے رکھیں۔ اور جو کچھ آپ تک پہنچائیں صحیح اور درست پہنچائیں۔ اور جو مشورہ بھی آپ کو دیں اس میں آپ کی بھلائی کو مدنظر رکھیں، اپنی غراض اور مصلحتوں کو سامنے نہ رکھیں کہ یہ سراسر خیانت ہے۔

بعض منافع اس سفر کے آپ کے لیے علت غائی کی حیثیت رکھتے تھے (مگر کیا کیا جائے۔) اس عالم سباب میں آپ کے "دوستوں اور مخلصوں" نے آپ کو نہ چھوڑا (تا کہ وہ منافع آپ تک پہنچتے) اس طرح سے کوتاہی کا خیال نہ کریں۔ اگر چہ یہ مقدمات (باتیں) تلخی نما ہیں۔ لیکن آپ کی خوشامد و چاپلوسی کرنے والے بہت ہیں، آپ اسی پر اکتفا کریں۔ فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس قسم کی باتوں سے آزار اور تکلیف دینا مقصود نہیں، بلکہ یہ باتیں خیر خواہی اور دلسوزی کے طور پر ہیں۔ آپ یقین کریں۔

خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آ جاتا تو احتمال تھا کہ بندہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں لے آتا۔ مگر وہ تو سرہند کے راستے میں ملا۔ لہٰذا معذور جانیں۔

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ. بہتری اسی میں ہے جو خدا تعالیٰ کرے۔

مکتوب نمبر (۶۹)

اس بیان میں کہ تواضع دارین کی بلندی کا باعث ہے۔ نیز اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی متابعت سے وابستہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰه

التفات نامہ گرامی جو آپ نے برادرِ عزیز مولانا محمد صدیق کے ہمراہ روانہ کیا تھا، موصول ہوا۔ آپ نے کرم فرمایا۔ **جزاکم اللّٰہ سبحانہ عنا خیر الجزاء**

چونکہ آپ نے فقراء کے آداب کا لحاظ رکھا ہے اور باتوں میں تواضع اختیار کی ہے۔ اس کے مطابق

مَنْ[1] تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے
بلندی و رفعت عطا کرتا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا یہ عجز و تواضع آپ کی دینی و دُنیوی رفعت کا سبب بنے۔ بلکہ بن چکا ہے۔ آپ کو بشارت ہو۔[2]

---

[1] ابو نعیم نے حلیہ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

[2] "لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء۔" مترجم عفی عنہ۔

چونکہ آپ درمیان میں رجوع اور انابت کے الفاظ لے آئے ہیں اس لیے یوں تصور کریں کہ آپ کا یہ رجوع درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہو چکا ہے' لہٰذا اچھے نتائج وثمرات کے منتظر رہیں۔ لیکن حتی الامکان درویشوں کے حقوق وآداب کا لحاظ ضرور رکھیں۔

وصیتوں اور نصیحتوں میں سے کیا لکھے۔ اور علوم ومعارف کا کیا اظہار کرے۔ علماء مجتہدین اور صوفیہ محققین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بسط وتفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی۔ اور اس کم مایہ بندے کی تحریرات کا کچھ حصہ بھی ظاہراً آپ کے دوستوں نے آپ کی خدمت میں پہنچا دیا ہے۔ آپ کی نظر شریف سے گزر چکا ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ نجات کا راستہ اہل سنت وجماعت کی متابعت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس گروہ کو اور زیادہ کرے۔) اقوال میں بھی' افعال میں بھی' اور احوال وفروغ میں بھی۔ کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے۔[1] باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں۔ آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے۔ لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا۔ مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا۔

اے اللہ! اس سے قبل کہ موت آ کر ہمیں جگائے اور ہوشیار کرے اس وقت بیداری اور ہوشیاری کی نعمت نصیب فرما۔

سیادت مآب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق ونسبت رکھتا ہے اور آپ کے دعا گوؤں میں شامل ہے۔ آپ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔ کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل وعیال میں فراغت وسکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے لیے دونوں جہان کی سلامتی کی دعائیں مشغول رہیں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۷۰)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت راہ راست سے اس کی دوری کا سبب بن جاتی ہے جس طرح یہی جامعیت اس کے قرب کا سبب ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم وثابت رکھے۔

---

[1] آج فتنہ اور گمراہی کے تاریک دور میں اہل اسلام پر لازم ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مسلک حقہ اہل سنت وجماعت پر قائم وثابت رہیں۔ نجات یافتہ گروہ صرف یہی ہے۔ دوسرے تمام فرقے اس نعمت وسعادت سے محروم ہیں۔ مترجم عفی عنہ۔

اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

انسان کے لیے اس کی جامعیت جس طرح قرب حق، بزرگی اور فضیلت کا موجب ہے اسی طرح اسے گمراہ اور جاہل رکھنے کا سبب بھی ہے۔ قرب کا سبب تو اس طرح ہے کہ انسان کا شیشہ فطرت سب مخلوق کی نسبت کامل تر ہے۔ اور تمام اسماء وصفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے ظہور کی قابلیت بھی اس میں ہے۔ حدیث قدسی:[1]

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآءِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ — میری وسعت نہیں رکھتے نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان، بلکہ میری وسعت و گنجائش میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

میں اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔

اور راہ راست سے اس کی دوری کا سبب جہان کی ہر شے کی طرف اس کا احتیاج ہے۔ کیونکہ انسان کے لیے ہر چیز درکار ہے۔

خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط — اللہ تعالیٰ نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے

اس احتیاج کے سبب اسے ہر شے میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی گرفتاری اس کے بُعد اور اسے گمراہ کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر — نیست از وے ہیچکس محروم تر

انسان بلندی کے سب سے آخری مرتبہ پر ہے۔ لیکن انسان محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ اگر یہ مسکین اس (گرفتاری اشیاء) کے سفر سے واپس نہ لوٹا تو پھر اس سے زیادہ کوئی بھی محروم نہیں۔ پس تمام موجودات میں بہترین بھی انسان ہی ہے۔ اسی نوع انسانی میں سے محمد ﷺ بھی ہیں جو رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے رب کا دشمن ابوجہل لعین بھی اس نوع میں سے ہوا ہے۔ تو لازمی بات ہے کہ جب تک انسان کو تمام گرفتاریوں سے نجات میسر نہ آئے سب عیوب و نقائص سے منزہ ذاتِ بحت حق تعالیٰ کی گرفتاری اور اس سے وابستگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر حق میں گرفتاری خرابی ہی خرابی ہے۔ لیکن بتقاضائے ما لا یدرک کلہ لایترک کلہ (جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ہی ترک نہیں کرنا چاہیے) چندروزہ زندگی صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع کے موافق بسر کرنا چاہیے۔ کیونکہ عذاب آخرت سے نجات اور دائمی نعمتوں (جنت) کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔

پس بڑھنے والے مال اور چر کر پیٹ بھرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ کما حقہٗ ادا کرتے ہیں۔ اور اس

---

[1] احیاء العلوم طبرانی، دیلمی در مسند الفردوس بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ وامام احمد از وہب منبہ بالفاظ مختلفہ۔

ادائے زکوٰۃ کو اموال اور مویشیوں میں دل نہ لگانے کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور لذیز کھانوں اور نفیس ملبوسات میں حظِ نفس ملحوظِ خاطر میں نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کھانے پینے کی اشیاء میں ادائے طاعات کی نیت کے سوا اور کچھ نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور نفیس لباس مطلق آیۃ۔

خُذُوْا[1] زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اَیْ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ — یعنی اختیار کرو اپنی زینت ہر مسجد یعنی ہر نماز کے وقت

حکم ربی کی زینت کے تحت پہننا روا ہے۔ اور کوئی نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر حقیقت میسر نہ آئے تو تکلف سے یہ نیت دل میں لانی چاہیے۔

فان[2] لم تبکوا فتباکوا — اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنالو۔

اور ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کرتے رہنا چاہتے تا کہ حقیقت نیت نصیب ہو اور کلف سے نجات ملے۔

می تواند کہ دہد اشک مرا حُسنِ قبول! آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

ممکن ہے کہ وہ ذات میرے آنسوؤں کو حسن قبول کے شرف سے نواز دے جس نے بارش کے قطرے کو موتی کی صورت عطا کر دی ہے۔

اسی طرح تمام کاموں میں ان دیندار علماء کرام کے فتویٰ کے مطابق جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت ے اجتناب کرتے ہیں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور اس کو نجات اُخروی ابدی کا وسیلہ قرار دینا چاہیے:

مَا[3] یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ — اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا جبکہ تم لوگ شکر گزار اور مومن بنو۔

مکتوب نمبر (۷۱)

یہ مکتوب مرزا داراب ابن خانِ خاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ نعمتوں سے مالا مال انسان پر نعمت فرمانے والے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ضروری ہے۔ اور شکر کی ادائیگی صرف احکام شریعت کی بجا آوری کی صورت میں ہے۔

---

[1] پارہ ولو اننا (۸) سورۂ اعراف

[2] شرح السنہ بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[3] پارہ والمحصنت (۵) سورۂ نساء

اللہ تعالیٰ تمہاری تائید و نصرت فرمائے۔

نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر از روئے عقل و شرع ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ پس جس قدر نعمتیں زیادہ ہونگی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔ تو دولت مندوں پر ان کے درجات کے مطابق فقراء کی نسبت کئی درجے شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ لہٰذا اس اُمت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔

اور نعمتیں عطا کرنے والے رب تعالیٰ کے ادائے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق صحیح اور درست رکھے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شرعیہ بجالاتا رہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تصفیہ اور تزکیہ کرے۔

اس آخری رکن کا وجوب درجہ استحسان میں ہے۔ بخلاف پہلے دو رکنوں کے۔ کیونکہ اصل اسلام پہلے دو رکنوں کے ساتھ وابستہ ہے، اور کمال اسلام تیسرے رکن سے متعلق ہے۔ اور وہ عمل جو ان تین ارکان کے خلاف ہے، اگرچہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کی جنس سے ہو، معصیت، نافرمانی اور حق تعالیٰ کی ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور فلاسفۂ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں؟ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام (ان سب سے افضل نبی پر خصوصاً اور باقی پر عموماً اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول ہو) کی شریعتوں کے مطابق واقع نہیں ہوئیں، اس لیے سب مردود ہیں۔ اور یہ لوگ نجاتِ اُخروی سے محروم ہیں۔

تو تم پر ہمارے سردار و مولیٰ اور ہمارے گناہ بخشوانے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور حضور کے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت اور پیروی لازم و ضروری ہے۔

مکتوب نمبر (۷۲)

خواجہ جہاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دین و دنیا دونوں کا جمع کرنا دشوار و مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے ترک دنیا کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر ترک حقیقی میسر نہ آئے تو کم از کم ترک حکمی تو ضرور ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں اکٹھی ہو سکتیں۔

دین و دنیا دونوں کو جمع کرنا دو ضدوں کے جمع کرنے کے قبیلہ میں سے ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور جب اس وقت حقیقۃً ترک دنیا میسر نہیں بلکہ مشکل ہے۔ تو کم از کم ترک حکمی و صوری تو ضرور ہونا چاہیے۔

اور ترک حکمی سے یہ مراد ہے کہ دنیوی امور میں بندہ روشن شرع کے تقاضوں کے مطابق اس کے احکام کی پابندی کرے۔ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھے اور ان حدود سے تجاوز کرنے کو روا اور جائز نہ رکھے۔ اور سونے چاندی اور مال تجارت وغیرہ اور مویشیوں میں نصاب مکمل ہونے کی صورت میں فریضہ زکوٰۃ ادا کرے۔ جب احکام شرعیہ کی ادائیگی کے ساتھ انسان مزین و آراستہ ہو گیا تو دنیا کی مضرتوں سے نجات حاصل ہو گئی۔ اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی۔ اور اگر اس طرح کا ترک حکمی بھی میسر نہ آئے تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے اور منافق کے حکم میں ہے' جو صرف صورت ایمان رکھتا ہے۔ اور منافق کا ایمان آخرت میں کچھ نفع نہیں دے گا۔ ایسے آدمی کے ایمان کا نتیجہ اور ثمرہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں اس کے مال اور اس کی جان کا تحفظ ہو جاتا ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال!

شرط تبلیغ کے تحت جو کچھ میرے ذمے تھا وہ میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے تجھے چاہے نصیحت حاصل ہو چاہے رنج و ملال۔

دیکھئے! کون صاحب دولت ایسا نکلتا ہے جو اس دُنیوی کرّ و فر اور ان نوکروں چاکروں اور ان لذیذ و چرب کھانوں اور لباسہائے فاخرہ امیرانہ کے باوجود کلمۂ حق قبول کر لینے والے کانوں کے ساتھ سنتا ہے۔

گوشش ازبارِ دُرگراں شدہ است نشنود نالۂ و فغان مرا

اس کے کان موتیوں کے بوجھ سے بھاری ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میرے نالۂ و فغاں کو کہاں سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی توفیق عطا کرے۔

باقی ایک لائق گزارش بات یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے عہدہ تحصیلداری پر فائز تھا آج کل محبوس اور بند ہے۔ شومی اعمال کے باعث مدت سے قید خانہ میں بند ہے۔ ضعف پیری' تنگی معاش اور قید خانہ میں عرصہ سے پڑا رہنے کی وجہ سے بالکل تنگ اور پریشان ہے۔ اس نے مجھے لکھا تھا کہ لشکر میں آ کر میری رہائی کی کوشش کریں۔ راستے کی لمبی مسافت وہاں تک آنے میں مانع ہوئی۔ برادر عزیز خواجہ محمد صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ ضرورت کے ان چند کلمات کی تکلیف دی ہے۔ امید ہے کہ اس بوڑھے اور ضعیف شخص کے بارہ میں توجہ عالی

کریں گے۔ کیونکہ وہ عالم بھی ہے۔ اور اس ضعف پیری بھی لاحق ہے۔......... والسّلام اوّلاً و اٰخراً۔

مکتوب نمبر (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور غیر نفع مند علوم کو حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خاص کر عنوان جوانی میں خیرات اور اعمال صالحہ کی ترغیب و تحریض میں۔

قلیج اللہ بن قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ روشن شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات الابدیہ والسرمدیہ کے طریقہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

اے فرزند! دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو مختلف ملمع سازیوں اور زینتوں سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔ اس کی صورت کو موہوم خال و خط اور زلف و رخسار سے خوبصورت کیا گیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور طراوت و تازگی کا خیال آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ٹٹی خانہ اور آب نماریت اور زہر سے لبریز شکر ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے۔ اس کا معاملہ اپنے طالبوں کے ساتھ اس گندگی اور غلاظت کے ساتھ جس قدر تم بُرا خیال کر سکتے ہو اس سے بھی بدتر ہے۔ اس دنیا پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ اور مسحور (جادو کیا ہوا) ہے۔ اس کا گرفتار مجنون اور فریب خوردہ ہے۔ جو اس کے ظاہر پر فریفتہ ہو گیا اور نقصان ابدی کے ساتھ داغدار ہو گیا۔ جس نے بھی اس کی حلاوت و طراوت پر نظر کی دائمی ندامت و شرمندگی اس کے حصہ میں آ گئی۔ سرور کائنات حبیب ربّ العالمین علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتحیات نے فرمایا ہے:

مَا[1] الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ   یعنی دنیا اور آخرت دو سوکنوں کی طرح ہیں۔ اگر
رَضِيَتْ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى   ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوتی ہے۔

تو جس نے دنیا کو راضی کیا اس سے آخرت ناراض ہو گئی۔ اور آخرت کی نعمتوں سے بے نصیب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے پناہ میں رکھے۔

اے بیٹے! تو کچھ جانتا ہے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا وہ چیز ہے جو تجھے خدا تعالیٰ سے[2] دور کر دیتی ہے۔ لہٰذا بیوی، اولاد، مال و جاہ، سرداری اور لہو و لعب اور لایعنی چیزوں میں اشتغال سب دنیا میں داخل ہے (اگر خدا سے دور کر دے)۔ وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے وہ بھی دنیا میں داخل ہیں۔ اگر علوم نجوم، منطق، ہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل کرنا کارآمد چیز ہوتی تو فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔

---

[1] احمد، حاکم، طبرانی اور ابن حبان بالفاظ مختلفہ۔

[2] عارف رومی فرماتے ہیں: چیست دنیا از خدا غافل شدن۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:

[1]علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بما لا یعنیہ۔

اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول ہوجائے۔

؎ ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق ومحبت کے سوجو کچھ بھی چاہے شکر ہی کیوں نہ کھائی جائے اس میں بھی جان کی ہلاکت ہی ہے۔

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے علوم نجوم درکار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس علم کے بغیر اوقات نماز کی پہچان نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقات نماز پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ علم بھی ہے۔ ایسے بہت لوگ ہیں جو علم نجوم بالکل نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات ماہرین نجوم سے بھی بہتر جانتے ہیں۔ اسی کے قریب وہ وجہ ہے کہ جو علوم منطق اور حساب وغیرہ جن کی بعض علوم شرعیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے تکلفات اور تحملات اختیار کر کے ان علوم میں مشغول ہونے کا جواز نکلتا ہے۔ ان علوم کے پڑھنے اور حاصل کرنے سے اگر مقصود صرف احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت ہو تو صرف اس قصد کے تحت ان علوم کے حصول کا جواز ہے۔ ورنہ ان کی تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہی نہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر ایک امر مباح کا ارتکاب بہت سے واجب امور کے فوت ہوجانے کا باعث بنتا ہو وہ حد جواز سے خارج ہوجائے گا یا نہیں یعنی ضرور خارج ہوجائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے ضروری شرعی علوم کے حصول واشتغال کو فوت کردیتی ہے۔

اے فرزند! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے عنایت سے تجھے ابتدائے جوانی میں ہی توبہ کی توفیق نصیب فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ساتھ رجوع کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس وشیطان نے تجھے اس توبہ پر قائم وثابت رہنے دیا یا نہیں۔ توبہ پر استقامت مشکل ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا آغاز جوانی کا وقت ہے۔ تمام دنیوی اسباب ووسائل مہیا ہیں۔ اور نامناسب وناپسندیدہ ہمنشین اور ساتھی بھی آپ کے اردگرد جمع ہیں۔

---

[1] علی متقی نے جوامع الکلم میں اور ابن حجر نے شرح اربعین میں اور ترمذی وابن ماجہ نے بالفاظ مختلفہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

ہمہ اندر زمن بتو این است کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

میری طرف سے تجھے ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان بڑا رنگین اور خوشنما ہے (کہیں اس کے نقش و نگار میں کھو کر مقصد کو ہی نہ بھول جائے۔)

اے فرزند! کرنے کا کام یہی ہے کہ انسان فضول مباحات سے بھی بچے اور مباحات میں سے صرف قدرِ ضرورت پر اکتفا کرے۔ وہ بھی اس نیت سے کہ وظائف بندگی ادا کرنے کی ہمت و طاقت بحال اور موجود رہے۔ مثلاً خوراک سے مقصود ادائے طاعات کی قوت ہے۔ اور لباس سے ستر شرمگاہ اور گرمی و سردی کا دفاع ہے۔ اسی قیاس پر باقی مباحات ضروریہ ہیں۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے ہم عزیمت کو اپنا معمول بنایا ہے اور رخصت سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔ اور یہ بھی عزیمت میں داخل ہے کہ بقدرِ ضرورت پر اکتفا کی جائے۔ اور اگر عزیمت کی یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ اور حرام اور مشتبہ امور کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مباحات کے اندر ہی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو اتم و اکمل طور پر جائز قرار دے دیا ہے اور اسی دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ تمام تنعمات سے قطع نظر کونسی آسائش اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال پر راضی اور خوش ہو جائے۔ اور کونسی سختی اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ انسان کا آقا اس کے اعمال سے ناراض اور ناخوش ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا جنت میں جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ کی ناراضگی نارِ دوزخ سے بُری ہے۔

یہ انسان بندہ محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا پابند ہے۔ اسے شترِ بے مہار کی طرح کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ جو دل میں آئے کرے۔ غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ اور عقل دور اندیش سے سوچنا چاہیے۔ ورنہ کل قیامت کو سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کام کرنے کا وقت یہی جوانی کا موسم ہے۔ جوان مرد وہی ہے جو اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کے لمحات کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کارکنانِ قضا و قدر اسے بڑھاپے تک دنیا میں نہ رہنے دیں۔ اور اگر بڑھاپے تک عمر وفا بھی کرے تو شاید اس وقت دل جمعی اور سکون نصیب نہ ہو۔ نہ اگر اس وقت سکون میسر بھی ہو تو وہ ضعف اور پیری کا وقت ہے، کام کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت جگہ دل جمعی اور سکون کے اسباب مہیا ہیں، اور والدین کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہے کہ فکر معاش ان کے سر پر ہے۔ اور فرصت کا موسم ہے اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ تو پھر کس عذر کے تحت آج کا کام کل پر ڈالا جائے۔ اور "اچھا کل کر لیں گے۔" پر عمل کیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ[1] ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں عنقریب ہم یہ کام کرلیں گے۔ یعنی آج کا کام کل پر ڈالنے والے۔

ہاں، اگر کمینی دنیا کے کام کل پر ڈالیں اور آخرت کے کاموں کو آج سرانجام دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہے جس طرح اس کا الٹ نہایت قبیح ہے۔ اس آغاز جوانی کے وقت میں کہ دشمنوں یعنی نفس اور شیطان کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کا اس قدر اعتبار اور اس قدر وقعت ہے کہ دشمنوں کے غلبہ نہ ہونے کے وقت کئی گناہ زیادہ عمل کا بھی اتنا اتنا اعتبار اور اتنی قدر و قیمت نہیں۔ فوجی قاعدہ اور دستور کے مطابق دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہیوں کی کارگزاری کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ان کا تھوڑا سا تردد بھی بڑی وقعت اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اور دشمنوں سے امن و امان کے وقت وہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اے فرزند! پیدائش انسانی سے مقصود جو خلاصۂ کائنات ہے، لہو و لعب اور کھانا اور سونا نہیں۔ بلکہ انسانی خلقت و پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ بندہ وظائف بندگی ادا کرے۔ اور ذل و انکسار، عجز و محتاجی اور ہمیشہ جناب قدس خداوندی جل سلطانہ، میں التجاء اور تضرع کا تعلق قائم رکھے۔

وہ عبادات جو شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہیں۔ اور ان عبادات سے مقصودات بھی بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔ اور جناب قدس خداوندی عز شانہ، کی طرف کوئی نفع عائد نہیں ہوتا ان سب کو جان و دل سے ممنون ہو کر ادا کرنا چاہیے اور پوری تسلیم و اطاعت سے تمام مامورات کی فرمانبرداری اور تمام ممنوعات سے رکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کامل بے نیازی کے باوجود اپنے بندوں کو مامورات اور ممنوعات سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اتم طریقہ پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پوری احسان مندی کے ساتھ احکام کی فرماں برداری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ اگر اہل دنیا میں سے ظاہری شوکت و مرتبے والا شخص اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو کسی خدمت کے ساتھ سرفراز کرے اور اس خدمت میں خدمت سپرد کرنے والے صاحب شوکت شخص کا نفع بھی ہو تو یہ ماتحت انسان اس کے حکم کو کس قدر عزیز خیال کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے۔ تو یہ ماتحت انسان پوری احسان مندی کے ساتھ اس خدمت کے بجالائیگا۔ تو بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی عظمت اس دنیا دار شخص کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو کر خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے وظائف زندگی کی ادائیگی میں کوشش نہ کی جائے۔ شرم آنی چاہیے۔ اور خواب خرگوش سے بیدار ہونا چاہیے۔

---

[1] دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بالفاظ التسویف شعار الشیطان یلیقه فی قلب المؤمن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ ایاک والتسویف بالتوبۃ نقل کی۔ اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عکرمہ سے بطریق ارسال روایت کی۔ اور خطیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ لعن اللہ المسوفات روایت کی۔ مترجم عفی عنہ

خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے احکام بجانہ لانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو اس بنا پر کہ اخبارات شرعیہ کو جھوٹا خیال کیا جائے۔ اور ان پر یقین نہ ہو اور یا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حکم و فرمان کو دنیا داروں کے حکم سے بھی حقیر اور کم تر خیال کیا جائے۔ اس صورتِ حال کی شناحت اور بڑائی آپ خود ملاحظہ کر لیں۔

اے فرزند! جس شخص کے جھوٹ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہو وہ اگر یہ اطلاع دے کہ فلاں قوم پر ان کے دشمن فلاں رات شب خون ماریں گے۔ تو اس قوم کے عقل مند لوگ اپنی حفاظت کے لیے چارہ جوئی کریں گے اور مصیبت کے دفاع کی فکر کریں گے۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اطلاع دینے والا شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ عقلمندی یہی ہے کہ خطرے کے وہم سے بھی پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے۔

(اس بات پر قیاس کرتے ہوئے جاننا چاہیے کہ) مخبر صادق جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے پورے مبالغے کے ساتھ عذاب اُخروی کے بارے میں خبر دی ہے۔ لیکن آپ کی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اگر متاثر ہوتے اس کے ازالے کی فکر کرتے۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا علاج بھی معلوم کر چکے ہیں۔ تو یہ کیا ایمان ہوا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر کو جھوٹے آدمی کی خبر جتنی اہمیت بھی نہ دی جائے۔ اسلام کی صرف رسمی صورت نجات کے لیے کافی نہیں یقین درکار ہے۔ اور یقین کہاں ہے بلکہ وہم بھی نہیں۔ کیونکہ عقلمند لوگ خطرے کے مقامات میں وہم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔

[1] وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس ارشاد خداوندی کے باوجود لوگ اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر یہ جانتے ہوں کہ ایک ادنیٰ اور حقیر شخص ان کے اعمال قبیحہ سے باخبر ہے تو ہرگز یہ بُرے اعمال اس کے سامنے نہ کریں۔

ایسے لوگوں کا حال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا ان کو یقین نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو ایسا کردار ایمان میں داخل ہے یا کفر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس فرزند پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان کی تجدید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جددوا [2] ایمانکم بقول لا الہ الا اللّٰہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

اور اعمال ناپسندیدہ سے توبہ خالص کا اعادہ کرنا چاہیے۔ وہ امور جن سے روکا گیا ہے اور جو شرع میں حرام ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اگر قیام لیل اور نماز تہجد بھی میسر آئے تو زہے سعادت۔

مالِ زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ ادائیگی زکوٰۃ کا آسان

---

[1] سورۂ حجرات پارہ حم (۲۶)

[2] احمد و طبرانی بالفاظ مختلفہ

طریقہ یہ ہے کہ سال کے اندر فنڈ زکوٰۃ کے طور پر جو حصہ فقراء کا بنتا ہے اسے باقی مال سے الگ کر لے۔ اور ذہن میں رکھے۔ اور سارا سال مصارف زکوٰۃ میں ادا کرتا رہے۔ اس طرح ہر بار دیتے وقت نئی نیت کی ضرورت نہیں۔ جدا کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کفایت کرے گی۔ اور اس کا اندازہ تو آپ کو ہوگا ہی کہ سارا سال فقراء اور مستحقین پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال بہ نیت زکوٰۃ ادا نہ کیا جائے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بیان کردہ صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کافی مقدار میں مال زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوۃ کا روپیہ الگ رکھیں اور ادا کریں۔ اسی طرح ہر سال کرتے رہیں۔ فقرا کے لیے مال زکوٰۃ جو الگ کیا گیا اگر اس وقت اس کی ادائیگی نہ ہو سکے ممکن ہے کل ہو جائے۔

اے فرزند! جبکہ نفس فطرتاً سخت بخیل اور کنجوس ہے اور احکام خداوندی جل سلطانہ کی ادائیگی میں سرکش واقع ہوا ہے۔ اس لیے تاکید و مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت تمام اموال و املاک کا ملک حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ کس کی مجال ہے کہ ادائیگی میں دیر کر سکے۔ لہٰذا پوری اللہ تعالیٰ کی پوری احسان مندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اسی طرح باقی تمام عبادات میں کسی طور پر بھی اپنے آپ کو معاف اور مستثنیٰ قرار نہ دیں اور حق العباد کی ادائیگی میں تو بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہے۔ دُنیا میں اس حق کی ادائیگی آسان ہے۔ نرمی اور چاپلوسی سے بھی دوسرے کا حق رفع ہو سکتا ہے (کہ اس کی منت خوشامد کر لی جائے)۔ آخرت میں مشکل ہے وہاں ادائیگی کا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔

احکام شرعیہ کی صحیح نوعیت علمائے آخرت سے معلوم کیا کریں۔ ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے۔ شاید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔

علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے دور رہنا چاہیے۔ مگر جبکہ متقی اور پرہیزگار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں آپ کے پاس حاجی محمد اُترہ دیندار علماء میں سے ہیں۔ اور یہاں شیخ علی اُترہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔

اے فرزند! ہم فقراء کو ابنائے دنیا سے کیا تعلق و مناسبت کہ ان کی اچھی و بری بات زبان پر لائیں اس باب میں نصائح شرعیہ اتم و اکمل طریقہ پر وار ہو چکی ہیں۔ فَلِلّٰہِ الحجة البالغة (اللہ ہی کے لیے مکمل حجت ہے)۔

لیکن اُس فرزند یعنی تم نے فقراء کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس مناسبت کے باعث اکثر اوقات دل کی توجہ

اُس فرزند کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا بھی باعث اور سبب ہے۔ میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور مسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے، صرف علم مقصود نہیں۔ بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو، جب تک دوا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی۔ دوا کا صرف علم کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان پر حجت مکمل کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة	قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب اس
عالم لم ینفعه اللّٰه بعلمه[۱]	عالم کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ سابقہ رجوع ہے اہل اللہ کے صحبت کم نصیب ہونے کے باعث کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ کہیں اس فرزند کے جوہر استعداد کی نفاست سے ضرور خبر دار کرتی ہے۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس رجوع کی برکت سے اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے گا اور اہل نجات میں سے کرے گا۔

بہر حال اس گروہ اہل اللہ سے اپنا رشتۂ محبت نہ توڑے اور ان پاک لوگوں کے حضور میں التجا اور عاجزی کو اپنا شعار اور دستور بنا رکھے۔ اور منتظر رہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس گروہ اہل اللہ کی محبت وعقیدت کے وسیلہ[۲] سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ان دنیوی تعلقات کے خرخشوں سے پورے طور پر نجات عطا کرے۔

عشق آں شعلہ ست کوچوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند! درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سوز وقت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو اس نے معشوق کی ہستی کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دیا۔ غیر حق کو قتل کرنے کے لیے اس عشق نے تلوار چلائی تو دیکھو کہ لا کے بعد کیا باقی رہا۔ صرف الا اللہ باقی رہا اس ذات کے علاوہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے مضبوط طریقہ پر شرکت کی جلا دینے والے عشق تو ہمیشہ خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۷۴)

---

[۱] ابن عساکر از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے صغیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عدی اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا، بالفاظ مختلفہ۔ (مترجم عفی عنہ)

[۲] جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں کہ بزرگوں سے عقیدت ومحبت اور ان کا وسیلہ کوئی چیز نہیں ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ کی نعمت عطا فرمائے۔ (مترجم عفی عنہ)

فقراء (اہل اللہ) کی محبت پر ابھارنے، ان کی طرف متوجہ رہنے اور صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع وپیروی کی نصیحت کے بیان میں۔

میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا مراسلہ شریفہ اور مفاوضہ لطیفہ وارد ہوا۔ حَمۡدًا لِلّٰہ سبحانہٗ کہ اس کے مضمون ومعانی سے فقراء سے محبت اور درویشوں کے ساتھ عقیدت وتوجہ ظاہر ہو رہی تھی جو تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے۔

[1] لِانھُم جُلَسَاءُ اللّٰہِ سُبۡحَانَہٗ. وَھُمۡ [2] قَوۡمٌ لَّا یَشۡقٰی جَلِیۡسُھُمۡ	بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ کے ہمنشین ہیں یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں۔
[3] وَکَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسۡتَفۡتِحُ بِصَعَالِیۡکِ الۡمُھَاجِرِیۡنَ	اور حضور نبی کریم ﷺ فقراء مہاجرین کے طفیل اور وسیلہ سے کفار پر نصرت وکامیابی طلب کرتے ہیں۔
[4] وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیۡ شَانِھِمۡ رُبَّ اَشۡعَثَ مَدۡفُوۡعٍ بِالۡاَبۡوَابِ لَوۡ اَقۡسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ، [5]	حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اہل اللہ کی شان میں فرمایا: بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے دھکیلے جانے والے اگر اللہ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

اے سعادت آثار! آپ کے مکتوب گرامی میں میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خدیو نشاءتین، یعنی مالک دو جہان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صفت ذات حضرت واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے جل سلطانہٗ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں۔ اس کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے خداوند جل سلطانہٗ کے ساتھ مشارکت ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔ خاص کہ آخرت کے جہان میں جہاں مالکیت اور ملکیت کیا حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا۔ لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ یعنی آج سلطنت کس کی ہے؟ اور خود ہی جواب میں فرمائے گا۔ لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ

---

[1] یہ مضمون بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے و انا معہ اذا ذکرنی "اور جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔" اور اللہ کا بندہ کسی وقت بھی یاد حق سے غافل نہیں ہوتا۔

[2] بخاری ومسلم بالفاظ متفاوتہ۔ [3] مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ

[4] مسلم شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[5] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یہ احادیث یہاں نقل فرما کر دراصل میں مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اولیاء کرام کو وسیلہ جاننے کا عقیدہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس عقیدہ کو شرک وبدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ منکرین وسیلہ غور فرمائیں۔ (مترجم عفی عنہ)

اَلْقَهَّارَ یعنی صرف اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ اس روز بندوں کے لیے دہشت اور خوف کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوگا اور حسرت وندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں اس روز کی شدت وسختی اور اس دن کے مخلوق کے انتہائی اضطراب سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ. یَوْمَ
تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ
عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ
حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ
بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ط
(پ ۱۷۔ سورہ حج)

بیشک قیامت کے دن کا زلزلہ عظیم شے ہے اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اور تم لوگوں کو بیہوشی کی حالت میں دیکھو گے وہ فی الحقیقت بیہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

دراں روز کز فعل پرسند وقول   اولو العزم رادل بلرزد ز ہول
بجائیکہ دہشت بر اندا بنیاد   تو عذار گنہ راچہ داری بیا

اس روز جبکہ قول وفعل سے باز پرس ہوگی، اولوالعزم انبیاء کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت جاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا۔

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع اپنے اوپر لازم پکڑو۔ اس کے بغیر نجات محال ہے۔ اور دنیا کی زیبائش وآرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو۔ اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو۔ کیونکہ دنیا اللہ سبحانہٗ کی نظر میں مبغوض ومردود ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر ومنزلت نہیں۔ لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہتر جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہوجانے کا قصہ مشہور بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے تم دنیا چاہنے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

مکتوب نمبر (۷۵)

یہ مکتوب بھی میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

حضور سیّد کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر ابھارنے کے بیان میں۔ اوّلاً تصحیح عقائد کے ساتھ اور ثانیاً فقہ کے ضروری احکام کے ساتھ۔ اور اس بات کے بیان میں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کی ذات کو بوسیلہ یا بے وسیلہ طلب کرنا چاہیے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامتی اور عافیت عطا کرے۔

سعادت دارین کی دولت سیّد کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا داکملہا کی اس متابعت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور جو طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بیان کیا ہے سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔ دوسرے نمبر پر حلال وحرام، فرض وواجب، سنت و مستحب اور مباح ومشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دو اعتقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ کمینی دنیا اس لائق نہیں کہ اسے اپنا مطلوب بنالیں۔ اور نہ مال و جاہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے لیا جائے بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیلہ یا باوسیلہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے، اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

جب تم نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کی ہے تو آپ کو بشارت ہو کہ آپ باسلامت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔ لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل) اپنے قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے:

"ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا"

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں

حضرت سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں، سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۷۶)

قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ترقی ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضول مباحات کے دائرے کو تنگ تر رکھنا چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو قسم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَبِهٖ نَسْتَعِيْن ۔ ''ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں اور ی سے مدد کے طلبگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر داغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے بطفیل حرمت سید بشر ن سے کجی نظر کی نفی ہو چکی ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۱] مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا۔ اور ان دو میں جز خیر کو زیادہ اہمیت و عظمت حاصل ہے' جسے ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

[۲] ذکر رجل عند رسول الله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه و علیٰ اله وسلم بعبادة و اجتهاد و ذکر اخر برعته فقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و علیٰ اله و سلم لا تعدل بالرعته شیئا یعنی الورع	حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت گزار تھا اوراد وظائف میں بہت کوشش کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو ورع سے موصوف تھا یعنی خلاف شرع امور سے بچتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو

اور حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

[۳] مِلَاكُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ	تمہارے دین کا دارومدار ورع و تقویٰ پر ہے۔

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع و تقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی بھی اس دوسرے جزء ورع و تقویٰ کے باعث ہے۔ کیونکہ ملائکہ جزء اول (عبادت) میں انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ مگر ان میں ترقی مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کے جزء کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔ اور اس جزء کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے' کامل طور پر اسی وقت میسر آ سکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ ارتکاب مباحات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا

---

[۱] سورہ حشر۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)

[۲] ترمذی شریف بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔

[۳] مشکوٰۃ شریف۔

ہے اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

[1] مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ	جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے ایک روز چراگاہ میں گھس جائے۔

پس کامل ورع وتقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور با مقصد تھوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے حکم میں داخل ہے۔

اور جب فضول مباحات سے بالکلیہ اجتناب خصوصاً آج کل بہت کمیاب ہے۔ تو حرام چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مباحات کے ارتکاب کو تنگ کرنا چاہیے۔ اور اس ارتکاب مباحات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اور فضول مباحات کے ارتکاب کو محرمات میں داخلے کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجاء اور زاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ ندامت واستغفار اور التجا و تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مباحات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں گنہ گاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔

اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ غنی مطلق ذات' اور ارحم الراحمین ہے۔ اور بندے سے فقیر اور محتاج اور فطرتاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

[2] مَنْ کَانَتْ لَہٗ مَظْلِمَۃٌ لِّاَخِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اَوْشَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّہُ فِیْہِ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَادِرْھَمٌ اِنْ کَانَ لَہ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدَرِ مَظْلِمَتِہٖ وَاِنْ لَّمْ تَکُنْ لَّہٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّاٰتِ صَاحِبِہٖ فَحُمِلَ عَلَیْہِ	جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق از قسم بے آبروئی وغیرہ ہو تو چاہیے کہ آج ہی اس کو معاف کروا لے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم۔ کیونکہ قیامت کے روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کی بدیاں لیکر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

---

[1] بخاری شریف ومسلم بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] بخاری شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضورِ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

[1] اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّادِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ. فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِیَامٍ وَّ زَکٰوةٍ وَّ یَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذا وَ اَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ

جانتے ہو مفلس اور قلاش کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے، جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں لے کر ان کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضورِ نبی اکرم ﷺ نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلدہ معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مؤید و ناصر ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

[2] لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِکَ

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام پر غالب اور دین حق پر قائم رہے گا۔ ان کی امداد کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے اور وہ اپنے حال پر قائم ہوں گے۔

---

[1] مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] حاکم نے حضرت عمر و نیز حاکم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز ابن ماجہ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابو داؤد نے عمران بن حصین سے بالفاظ مختلفہ یہ حدیث روایت کی۔

مکتوب نمبر (۷۷)

جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے کیف کی صحیح عبادت و بندگی کب میسر آتی ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بے دولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کے سوا جس شے کی بھی پرستش کی جائے بالکل ہیچ ہے۔ وہ شخص بے نصیب ہے جو بے کار کام کو پسند کرتا ہے۔

بے مثل و بے کیف خدائے جل سلطانہٗ کی عبادت اس وقت میسر آتی ہے جبکہ ماسوی اللہ کی بندگی سے آزاد ہو کر صرف ذاتِ احد کو قبلۂ توجہ بنا لیا جائے۔ اور اس توجہ کی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمت یا تکلیف دونوں برابر ایک سے محسوس ہوں۔ بلکہ اس مقام کے ابتداء حصول کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تکلیف انعام کی نسبت زیادہ مرغوب و پسندیدہ محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ آخرکار معاملہ تفویض (سب کچھ اللہ کے حوالے کرنا) تک جا پہنچتا ہے۔ اور انعام و تکلیف جو کچھ ملتا ہے بہتر اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عبادت جو رغبت جنت یا خوف دوزخ کے تحت ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ اس سے مقصود اپنی نجات اور اپنا سرور ہے۔

تا تو دربندِ خویشتن باشی عشق گوئی دروغ زن باشی

جب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے۔ تیرا دعویٰ عشق دروغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اس دولت کا حصول فنائے مطلق سے وابستہ ہے۔ اور صرف ذات احدیت کی طرف توجہ محبت ذاتی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ظہور کا مقدمہ ہے۔ اس ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیۃ کی نعمت عظمیٰ کا حصول نبی اکرم علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کی کمال اتباع پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت جو از راہ نبوت اس کو عطا کی جاتی ہے اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ ولایت میں کلیۃً رُخ حق سبحانہٗ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب سے نبوت کے ساتھ دعوت و ارشاد کے لیے نیچے لاتے ہیں تو وہ اسی نور کے ساتھ نیچے تشریف لاتا ہے اور اسی کمال کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوی کے کمالات کے حصول کا سبب بھی وہی نور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر

کہا گیا ہے کہ ”نبی کی ولایت[1] اس کی نبوت سے افضل ہے۔“

اس گفتگو سے بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس شریعت کی اتباع و پیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے۔ پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے۔ تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے، بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ کی کمال متابعت میں کمی کے سبب ہوتا ہے۔ اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں۔ اس لیے ولایت کے درجات میں بھی فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ کا کمال اتباع میسر آ جاتا تو آپ کی ولایت تک وصول ممکن ہو جاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ دوسر انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہو جائے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا، ہمیں صراط مستقیم اور دین قویم کی طرف ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ صراط مستقیم دین کے مضبوط راستے اور روشن شریعت سے عبارت ہے:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ آپ رسولوں میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں۔

اس معنی و مضمون کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ کی کامل اتباع آپ کے کامل متبعین اور معظم اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل نصیب فرمائے۔

اس رقعۂ دعا کو آپ کے پاس لانے والا چونکہ آپ کی طرف جا رہا تھا، تو سلسلۂ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک بن گیا۔ والسلام علیکم و رحمة الله سبحانه لدیکم.

---

[1] جاننا چاہیے کہ یہ اہل سکر کا مقولہ ہے جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے متعدد مکاتیب میں تصریح کی ہے۔

مکتوب نمبر (۷۸)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا:

سفر در وطن کے معنی اور سیر آفاقی و انفسی اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب شریعت علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

چند روز کی بات ہے کہ بندہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپس لوٹا ہے اور اپنے وطن مالوف میں آرام پذیر ہوا ہے۔ اس وقت حُبّ الوطن من الایمان نقد وقت ہے۔ وطن مالوف میں آنے کے بعد اگر سفر ہے تو اپنے وطن ہی میں ہے۔ ''سفر در وطن'' اس خانودہ علیہ نقشبندیہ کے اکابر کے اصول مقررہ میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

اس طریقہ میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی میسر آجاتی ہے اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ کارکنانِ قضاء وقدر اگر چاہتے ہیں تو اس گروہ کی ایک جماعت کو مجذوب سالک بناتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سیر آفاقی کے مکمل ہونے کے بعد سیر انفسی میں جو سفر در وطن سے عبارت ہے آرام عطا کرتے ہیں۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ کام دولت ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

ع هَنِیاءً لِّاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمَهَا

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں خوشگوار رہیں۔

اس نعمت عظمیٰ تک وصول سیّد اولین و آخرین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے۔ اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رُکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے۔ اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہو اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب ربّ العالمین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات

کملہا کی اتباع اور پیروی کے بغیر عذاب اُخروی سے خلاصی اور نجات ناممکن ہے۔ چند روزہ زندگی کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک و مولیٰ اس کے عمال و افعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بندے کے جُزی اور کُلی حالات سے واقف و آگاہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ ایسی عظیم و برتر ہستی کے سامنے افعال قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب و ناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائیگا تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بُرے اعمال سے آگاہ ہو۔ تو کیا مصیبت ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے علم و اطلاع کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اعتبار نہیں کرتے۔ نعوذ باللّٰہ سبحانہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا۔ "ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے مطابق حدیث مبارک:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنے ایمان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے تازہ کرتے رہو۔

اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت و مہلت نہ دیں۔

هَلَکَ الْمُسَوِّفُوْنَ ٥ یعنی "ابھی کر لیں گے" کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لمحاتِ زندگی صرف کرنے چاہیں۔ توبہ کی توفیق حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں۔ اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے' اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و ہمت و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مدد[1] طلب کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہو کر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ لے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود ہونے ضروری ہے۔

---

[1] معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ مشرکانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مترجم)

محال است سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو اور درمیان میں راہِ افادہ کھلا ہوا ہو ہرگز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو زہرِ قاتل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفتگو بے مقصد اور اطناب میں داخل ہے۔

یہ چند حروف رابطۂ محبت واخلاص کی بنا پر لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسن شریف زادے ہیں۔ ملازمت و نوکری کے طلبگار ہیں۔ امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کر لیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصہ پائے گا۔ زیادہ دردِ سری ٹھیک نہیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۷۹)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ یہ روشن شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔ اس شریعت پر عمل کرنا تمام پہلی شریعتوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر ثبات واستقامت عطا فرما کر مکمل طور پر اپنی جنابِ قدس کی طرف کھینچ لے۔

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی جو تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہے بطور خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی وصفاتی کمالات کی مظہر ہے۔ نیز وہ شریعت جو سرورِ دین ودنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام ماسبق شریعتوں کا انتخاب ہیں بلکہ اعمال ملائکہ کا بھی انتخاب ہیں۔ کیونکہ بعض ملائکہ حالت رکوع میں رہنے پر مامور ہیں، بعض کو سجود میں رہنے کا حکم ہے اور بعض قیام میں ہیں۔ اسی طرح پہلی

امتوں میں بعض پر نماز فجر فرض تھی اور بعض دوسری امتوں پر دوسری نمازیں۔[1] اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام والتحیہ میں امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر ان کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس شریعت کی تصدیق اور اس کے مطابق اعمال صالحہ کا بجالانا در حقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق اور تمام شریعتوں کے مطابق اعمال کا بجالانا ہے۔ اسی بنا پر اس شریعت کی تصدیق کرنیوالے خیر الامم کہلائے۔

اسی طرح اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجانہ لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے۔ اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا انکار تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر بدترین امم ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا　گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

محمد عربی کار برئے ہر دوسراست
کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سراو

محمد عربی ﷺ جو دو جہاں کی عزت و آبرو ہیں۔ جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔ یعنی وہ ذلیل و خوار ہو۔

اللہ صاحب انعام اور صاحب احسان ہی کی حمد و ثنا ہے کہ اس شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے متعلق آپ کو حسنِ اعتقاد اور کمال یقین آپ پر ثابت ہو چکا تھا۔ اور آپ کو اپنے نامناسب حالات پر ہمیشہ ندامت دامنگیر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کیفیت میں مزید اضافہ فرمائے۔

دوسرا التماس یہ ہے کہ اس رقعہ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت

---

[1] حضرت ملا علی قاری رحمۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید اللہ بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب فجر کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کیں۔ اس طرح نماز فجر کا آغاز ہوا۔ اور بوقت ظہر جب حضرت اسحاق صحیح حضرت اسماعیل کا مینڈھے کی شکل میں ذبح قبول ہوا تو آپ نے ظہر کی چار رکعت ادا کیں' اس طرح نماز ظہر کی ابتداء ہوئی۔ اور جب حضرت عزیز علیہ السلام سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا کَمْ لَبِثْتَ یعنی کتنی دیر یہاں پڑے رہے۔ آپ نے کہا ایک روز۔ تو آپ نے سورج دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ تو آپ نے چار رکعت عصر کی پڑھیں' تو اس طرح نماز عصر شروع ہوئی۔ اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت بوقت مغرب ہوئی۔ تو آپ چار رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تین رکعت پڑھ کر شدت غم اور رونے کے باعث تھک گئے۔ تو اس طرح مغرب کی نماز تین رکعت قرار پائی۔ اور عشاء کی نماز سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمائی۔ پہلی امتوں میں نماز عشاء نہیں تھی۔

سے وظائف مقرر تھے شیخ مصطفےٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دل جمعی اور سکون نصیب ہو جائے گا۔ شخص مذکور کے لیے بڑے آفیسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ موثر ثابت ہو۔ اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۸۰)

میرزا فتح اللہ حکم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے صاحبِ فرقہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور بدعتی فرقوں کی مذمت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے۔

ع کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ باقی سب کام ہیچ ہیں۔

تہتر (۷۳) فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے:۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ اپنے مشرب وطریقہ پر خوش ہے۔

سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے یہ ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ یعنی فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جو نجات پائے گا وہ ہے جو اس طریقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ

اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے۔ اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے در حقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی ہے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر حکم کفر لگاتا

ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

[1] یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ، وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً. اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّاo

بے ایمان لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کریں ایسے ہی لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گزشتہ بیان سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہٰذا اصحابہ کرام سے مخالف طریقہ اختیار کرکے نجات کی مجال و گنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔

[2] یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکَاذِبُوْنَ.

ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی (صحیح شی (مسلک) پر ہیں۔ سن لو بیشک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیھم۔ لہٰذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے شعیہ، خارجی اور معتزلہ۔ یہ سب نو پیدا شدہ فرقے ہیں۔

ان کا رئیس و سردار واصل[3] بن عطا امام اہل سنت امام حسن[4] بصری رحمۃ اللہ کے شاگردوں میں سے

---

[1] سورہ نساء۔ پارہ لایحب اللہ (۶) [2] سورہ مجادلہ۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)

[3] یہ شخص ۸۰ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ ہجری میں میں مرگیا۔ اس شخص کی کچھ تصانیف بھی ہیں جیسے کتاب اصناف المرجہ۔ کتاب التوبہ، کتاب معانی القرآن۔ یہ شخص واقعہ جمل میں شرکت کرنے والے لوگوں کے عادل ہونے میں توقف کرتا تھا۔

[4] آپ طبقہ ثالثہ کے سردار ہیں۔ ۱۱۰ھ ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ستر سال کے قریب تھی۔ علامہ ابن حجر نے ان کی یوں تعریف کی ہے۔ آپ فقیہ ہیں، فاضل ہیں اور شہرت دوام کے مالک ہیں۔ کتابوں کے اوراق اور تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کے مناقب جلیلہ اور محامد جمیلہ ثبت ہیں۔ آپ کے تذکروں سے کتب سیر و رجال بھری پڑی ہیں۔ آپ صوفیہ صافیہ کے سردار اور رئیس اور ان کے پیشرو ہیں اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔ مترجم۔

ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کی بنا پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ''یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا'' اسی طرح باقی فرقے بھی اہل سنت سے الگ مسلک و عقیدہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جل وعلا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے:

ما اٰمن برسول اللہ من لم یؤتر اصحابہ۔

اس شخص کا رسول خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں جو صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر کا منکر ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام میں خبث وخرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبث وخرابی ہونے کا باعث ہے۔ نعوذ باللہ سبحانہ من ھذا الاعتقاد السُّوء۔ ''ہم ایسے برے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

نیز قرآن واحادیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل وروایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل و روایت بھی مطعون متصور ہو گی۔ اور احکام شریعہ کی نقل و روایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت' صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن وعیب دین میں طعن وعیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ' و تعالیٰ

اور اگر صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت وپیروی کریں۔ بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سود مند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو' بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا وجود متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہٗ نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتوقیر کی ہے۔ اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کا یہ انکار حقیقت میں حضرت امیر کا انکار ہے اور حضرت امیر کے اقوال وافعال کا صریح رد ہے۔

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔ عقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال معرفت وشجاعت کے باوجود تیس سال تک خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے اور اتنا

عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت و مجلس قائم رکھی۔ اہل اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعت کا تصور کرنا چاہیے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی بے بسی، ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوف تھے۔

اور اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر تقیہ کے تحت از روئے نفاق کرتے تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم و توقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق کی تبلیغ و اشاعت پیغمبر پر واجب ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا زندقہ اور بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۱] يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے۔ اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل اور نقص لازم آئے گا۔ تو جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کے خلاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ اور زوال سے مامون ہے۔

اب ہم پھر اصل بات کی طرف رُخ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید منقح اور صاب کرتے ہیں۔ کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے۔ لیکن ان کا اکابر دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اتفاق سے دور پھینک دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا

---

[۱] پارہ لا یحب اللہ (۶) سورۃ مائدہ

دیتا ہے۔

نیز شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں۔ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ رعدول ہیں۔ ہر ایک کی نقل وروایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے انکار سے ان سے نقل شدہ اس آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہٰذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے تو نجات اور فلاح کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ[1] بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ
بِبَعْضٍ ط فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ
مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ○

تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو
اور بعض کا انکار کرتے ہو، تو تم میں سے ایسا کرنے
والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے دنیا کی
زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگ
سخت عذاب کاطرف دھکیلے جائیں گے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ موجود قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق وحضرت فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور قرآن جمع کیا ہو گا (بزعم شیعہ) تو سوچنا چاہیے کہ ان کا اکابر انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہ۔

کسی نے اہل تشیع کے ایک مجتہد نے سوال کیا کہ یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ تو اس مجتہد نے جواب دیا کہ انکار میں کوئی مصلحت ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے انکار سے تمام دین کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے۔ اور سب نے خوشی ورغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی وضلالت (بیعت صدیق بزعم شیعہ) پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

[2] لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ — میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جو دیر ہوئی وہ اس بنا پر تھی کہ آپ کو مشورہ خلافت میں طلب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خود حضرت علی رضی اللہ

---

[1] پارہ اول سورہ بقرہ

[2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

[1] مَاغَضِبنَا اِلاَّ لِتَاَخِرنَا عَنِ المَشُورَةِ وَاِنَّا لَنَعلَمُ اَنَّ اَبَا بَکرٍ خَیرٌ مِنَّا۔

ہمیں کسی بات سے رنج نہیں پہنچا مگر اس بات سے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور بیشک ہمارا یقین ہے کہ ابوبکر صدیق ہم سب سے بہتر ہیں۔

اور صحابہ کرام کا آپ کو مشورہ خلافت میں نہ بلانا ایک مصلحت پر مبنی تھا۔ اور وہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت میں موجود رہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے حادثہ اور مصیبت میں صدمہ اولیٰ کے وقت ان کو تسلی اور صبر جمیل کی تلقین میں مصروف تھے۔ وغیر ذالک۔

اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے۔ کیونکہ اُن بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور حق کی سربلندی پر مبنی تھا۔ لہٰذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے۔ اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔ اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہییں۔''

امام شافعی ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

> ''لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہوئے تو انہیں اس آسمان کے نیچے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی ان کو بنالیا۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقیہ نہیں تھا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق کی بیعت پر راضی اور خوش تھے۔

باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ سفر دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ کی عنایت والتفات کا امیدوار ہے۔ مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ ایک عالم دین شخص تھا۔ معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والاکرام۔

---

[1] تاریخ الخلفاء۔

مکتوب نمبر (۸۱)

لالہ بیگ کی طرف صادر فرمایا:

اسلام کی ترویج پر ابھارنے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار کے غلبہ کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرتِ اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلادِ اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتدائے پادشاہت ہی میں اگر مسلمانی رواج پذیر ہو گئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کر لی تو فبہا اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آ جائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث۔ "اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد۔ پھر فریاد۔ فریاد" دیکھیے کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۸۲)

سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے بھلانے کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ اور ماسوا کے بھلانے کا نام ہی فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے پاک' سید بشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے حوالے نہ کرے۔

وہ چیز جو ہم اور تم سب پر لازم ہے' یہ ہے کہ غیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنے دل کو محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ

سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ غیر حق تعالیٰ کا دل پر گزر نہ رہے۔ اور غیر حق کا دل پر نہ گزرنا غیر حق کے نسیان اور بھول جانے پر مبنی ہے جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بلند گروہ کے نزدیک غیر حق کا خیال بالفرض تکلف سے بھی دل میں لانا چاہیں تو ہرگز ہرگز نہیں گزر سکتا۔ کام جب تک یہاں تک نہ پہنچے سلامتی محال اور ناممکن ہے۔ آج یہ نسبتِ کوہِ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے بلکہ وجود تو کجا، اگر اس نسبت کا تذکرہ بھی کیا جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے۔

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها وللعاشق المسكين ما يتجرع

ارباب نعمت کو جنت کی نعمتیں دل پسند رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ رنج والم کی شراب پی رہا ہے۔

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۸۴)

بہادر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

شریعت وحقیقت اپنے ظاہر وباطن کی جمعیت کو شریعت وحقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ابھارنے میں:

حق سبحانہ وتعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کر کے مکمل طور پر اپنی جناب قدس کا گرفتار کرے۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست
گر شکر خوردن وبود جاں کندن ست

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر ہی کھانا ہو در حقیقت جان کو ہلاک کرنے والی بات ہے۔

ظاہر کو ظاہر شریعت غرا (روشن) سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دیکھیے کس صاحبِ قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج ان دو نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے۔ یہ چیز کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہراً باطناً حضور سید اولین وآخرین کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

مکتوب نمبر (۸۴)

سید احمد قادری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ شریعت وحقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں۔ اور حق الیقین تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم ومعارف علوم ومعارف شرعیہ کے مطابق ہو جائیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ راہِ شریعت پر استقامت عطا کر کے اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف ہماری توجہ بندوں کراتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود بشری سے آزادی عطا کرے۔ اور غیر حق سے بالکلیہ اعراض اور روگرانی میسر فرمائے۔ بطفیلِ کجی نظر سے پاک سید بشر علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر ست

دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت ہی اچھی ہے

اگر چہ دوست کے متعلق جو کچھ کہا جائے وہ دوست کے مقام سے بہت ہی نیچے ہے لیکن ایسی گفتگو کو جناب حق تعالیٰ وتقدس کے ساتھ قدرے مناسبت ہوتی ہے۔ اس معنی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس باب میں جرأت ودلیری کرتا ہے۔

اصل اور با مقصد بات یہ ہے کہ شریعت وحقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال وتفصیل، کشف واستدلال، غیبت وشہادت اور تکلف اور عدم تکلف کا ہے۔

وہ علوم واحکام جو روشن شریعت کے مطابق علم میں آئے ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت سے موصوف ہونے کی بعد بھی وہی احکام وعلوم تفصیل سے منکشف ہوتے ہیں اور غیبت سے شہادت کی طرف لے آتے ہیں۔ اور کسب کی مشقت اور تکلف کے ساتھ عمل کی دقت رفع ہو جاتی ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم ومعارف شرعی علوم ومعارف کے بالکل مطابق ہو جاتے ہیں۔ جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم وعمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال   لیک صافی فارغ است از وقت وحال

صوفی تو حال و وقت کا تابع ہوتا ہے' مگر صافی (حق الیقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت اور حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ثابت ہو گیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقتِ کار تک عدم وصول کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔ یہ عبارت اگرچہ متکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے۔ لیکن ممکن ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مجمل مفصل کے سامنے پوست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن مستقیم الاحوال اکابر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے۔ اور اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔

ایک سائل نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سیر و سلوک سے کیا چیز مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا "تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کی شکل اختیار کرے' اور استدلال کشف کی صورت میں بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم و عمل میں شریعت پر ثبات و استقامت عطا فرمائے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علی صاحبہا۔

ایک تکلیف آنجناب کو یہ دی جاتی ہے کہ حامل رقعہ دعا میاں شیخ مصطفےٰ شریحی قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل رکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے۔ شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے۔ متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر لشکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے۔ التفات و مہربانی فرما کر اس طرح توجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب و پراگندگی سے نجات پا جائے۔ زیادہ دردسری ٹھیک نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۵)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اعمال صالحہ کے بجالانے نے خصوصاً سب نمازیں با جماعت ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عنایت کرے۔

آدمی کے لیے جس طرح درستی عقائد ضروری ہے۔ اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور تمام عبادتوں میں جامع تر اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

[1] اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ

نماز دین کا ستون ہے۔ تو جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کرلیا۔ اور جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرادیا۔

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچا لیتے ہیں۔ آیۂ کریمہ:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ وَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنکَرِ

بیشک نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے۔

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ اور وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی صرف صورت نماز ہے اور حقیقتِ نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعد نہیں۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[2] قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝

بیشک فلاح پا گئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

کام وہی ہے جو خطرے کے وقت بھی جاری رکھا جائے۔ سپاہی غلبہ دشمن کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو اس کی بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔

جوانوں کی خوبی اس وجہ سے ہے کہ شہوت نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو درستی پر قائم رکھیں۔

اصحاب کہف نے یہ سب فضیلت و بزرگی مخالفِ دین لوگوں کے پاس سے ہجرت کر جانے کے سبب حاصل کی۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

[3] عِبَادَۃٌ فِی الْھَرَجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ

فتنہ کے وقت عبادت میں معروف رہنا میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راغب کرنے والے اسباب ہیں اس سے

---

[1] دیلمی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً روایت کی۔

[2] پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون

[3] مسلم و ترمذی و ابن ماجہ بروایت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزند شیخ بہاؤ الدین کو فقراء کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں۔ دولت مند اور اہل نعمت کی طرف مائل اور کشش رکھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا لقمہ تر ظلمت اور سیاہی میں زیادتی اور اضافہ کرتا ہے۔ اَلْحَذَر اَلْحَذَر ثُمَّ اَلْحَذَر اَلْحَذَر "ڈرو ڈرو پھر ڈرو اور ڈرو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث صحیح میں وارد ہے۔

[1] مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهِ	جو شخص کسی دولت مند کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو تہائی دین تباہ ہو جاتا ہے۔

تو اس شخص پر افسوس جو دولت کی بنا پر دولت مندوں کی تواضع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی توفیق خیر عطا کرنے والا ہے۔

مکتوب نمبر (۸۶)

ضلع جرک کے ایک حاکم کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق سبحانہ سے اپنے قلب کو سالم رکھنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت کی توفیق عنایت کرے۔

جو چیز ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ دل کو غیر حق کے خیالات سے پاک اور سالم کر لیں۔ اور اس طرح سلامتی اس کی ہونی چاہیے کہ غیر حق کا دل پر بالکل گزر نہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے تب بھی غیر حق کا خیال دل پر نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو غیر حق سے حاصل ہو چکا ہو۔ ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے۔ بعض حاجات کی بنا پر قرضدار ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے والسلام۔

---

[1] امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے بروایت ابن مسعود اور دیلمی نے بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا درست نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت وقائم رکھے۔

آپ کے خاندان کے لیے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ میاں شیخ مزمل تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت کی برکات کی کیا شرح کرے۔

کس قدر سعادت ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمالیں۔ چہ جائیکہ اُسے اپنی قربت و محبت سے ممتاز کریں اور نوازیں۔

هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہیں۔

مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اور صحبت کے آداب کی رعایت ملحوظ رکھیں تا کہ مؤثر ثابت ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۸۸)

یہ مکتوب بھی پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ کس قدر نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے سیاہ بال سفید کرے۔ اور جوانی میں خوف غالب رہے اور بڑھاپے میں رجا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے جوانی کے سیاہ بال سفید کرلے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

[1] مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ غُفِرَ لَهٗ جو شخص اسلام کی پابندی میں بوڑھا ہوا اُس کی مغفرت ہوجائے گی۔

جانب امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں۔ کیونکہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا اور امید کا غلبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

---

[1] ابوداؤد بروایت عمرو بن شعیب اور ترمذی ونسائی بروایت کعب بن مرہ بالفاظ مختلفہ۔

مکتوب نمبر (۸۹)

ماتم پرسی کے متعلق میرزا علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر استقامت نصیب فرمائے۔ انسان کے لیے مطابق فرمان خداوندی:

[۱] کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ.	ہر جان نے موت کا مزا چکھنا ہے۔

موت سے چارہ نہیں۔

[۲] فَطُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَ کَثُرَ عَمَلُہٗ	تو مبارک ہے وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور نیک اعمال بھی زیادہ ہوں۔

یہ موت ہی ہے جو مشتاق لوگوں کو تسلی دیتی ہے، اور دوست کو دوست سے ملنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

[۳] مَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ	جو شخص خدا تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ ملاقات ضرور آنے والا ہے۔

ہاں، پس ماندگان اور حضور کی دولت سے محروم غیر حق تعالیٰ میں گرفتار لوگوں کا حال موت کے ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچ جانے والوں اور قید دنیا سے رہائی پانے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی خراب اور ابتر ہے۔ آپ کی ولی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بسا غنیمت تھا۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعہ ہر آن مدد کرتے رہو۔

فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ	بیشک میت ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے وہ ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے جو اسے باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

نیز یہ بھی چاہیے کہ ان کی موت سے اپنے مرنے کی عبرت پکڑیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر حق تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے حوالے کر دیں اور دنیا کی زندگی کو سامان غرور کے ماسوا کچھ شمار نہ کریں۔ اگر دنیوی ساز و سامان کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو کفار بد کردار کو ایک بال برابر بھی دنیا کی کوئی چیز نہ دی جاتی۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ماسواء اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اپنی جناب قدس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ والسلام والاکرام۔

---

[۱] سورۂ آلِ عمران، پارہ ۴۔

[۲] ابوداؤد، مشکوٰۃ۔ احمد و ترمذی۔

[۳] سورۂ عنکبوت، پارہ ۲۰۔

مکتوب نمبر (۹۰)

خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کی ترغیب میں کہ مکمل طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور آج اس دولت کا حصول اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ اخلاص اور ان کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس کمینی دنیا کو آپ کی نظر میں خوار و بے اعتبار کر دے اور آخرت کے حسن و جمال کو آئینہ باطن میں آراستہ اور مزین کر دے۔ بحرمۃ سید بشر جو نظر کی کجی سے پاک و طاہر تھے علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی معزز ہدیوں کے ساتھ موصول ہوا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ خیر الجزاء

جو نصیحت محبوں اور مخلصوں کو کی جاتی ہے سب کی سب یہی ہے کہ مکمل طور پر پوری توجہ اور رجوع جناب قدس خداوندی عز شانہٗ کی طرف میسر آنا چاہیے اور غیر حق تعالیٰ سے اعراض حاصل ہونا چاہیے۔ ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

کرنے کا کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے

آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آ سکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت ہدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہاء پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کہ صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کی اوّل صحبت میں وہ کمالات میسر آ گئے جو اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں۔ اور یہ چیز نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دارومدار ہے۔ آپ پر اور تمام ہدایت کے پیروکاروں اور مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرنے والوں پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

---

[1] یہ قول اس حدیث کی طرح اشارہ ہے جو مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ مردوں کو ایصال ثواب کا عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نیز تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کما فی الہدایہ۔

مکتوب نمبر (۹۱)

شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا

اس امر کے بیان میں کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دو پر ضروری ہیں۔ ایک تصحیح عقائد اور دوسرا اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ اور اعمال شریعت اور احوال حقیقت سے مقصود و تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت و استقامت نصیب فرمائے۔

کرنے والا ضروری کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں۔ کیونکہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) یہی گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق علم و عمل کو اپنے پر لازم کر لینا چاہیے۔ ان دو اعتقادی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ
کرنے کا کام یہی ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے

اعمال شریعت اور احوال طریقت و حقیقت سے مقصود اور غرض و غایت تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔ جس تک نفس تزکیہ پذیر نہیں ہوگا اور قلب کو سلامتی نصیب نہیں ہوگی۔ ایمان حقیقی جس پر نجات کا انحصار ہے میسر نہیں آ سکتا۔ سلامتی قلب اس وقت وجود میں آتی ہے جبکہ دل پر غیر خدا تعالیٰ کے خیالات کا گزرنا بالکل بند ہو جائے۔ اگر ہزار برس بھی گزر جائیں دل میں غیر خدا کا گزر نہ ہو۔ کیونکہ اسی وقت ہی دل کو غیر خدا کا نسیان پورے طور پر میسر آتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر غیر خدا کو تکلف اور کوشش سے بھی دل میں لانا چاہیں تو نہ آ سکے۔ اس حالت کو لفظ فنا سے تعبیر کرتے ہیں' اور یہ اس راستے میں پہلا قدم ہے۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ والسلام اوّلاً وآخراً۔

مکتوب نمبر (۹۲)

یہ مکتوب بھی شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ نظر و استدلال سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت وقائم رکھے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ سُن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

اطمینان قلب کا راستہ اللہ سبحانہ کا ذکر ہے۔ نظر واستدلال اس کا راستہ نہیں۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تاہم ذکر کے ذریعہ ذاکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اطمینانِ قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولتِ ابدی حاصل ہو گئی۔

ذکر گو ذکر تا تراجان ست پاکی دل ز ذکر یزدان ست

جب تک تم میں جان ہے اس کے ذکر میں مصروف رہو۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے۔

والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب نمبر (۹۴)

یہ مکتوب سکندر خان لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔

پانچوں نماز با جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔ کھانے، سونے، آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ذکر کا طریقہ تمہیں بتا دیا گیا ہے اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اوّل اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں التجاء اور زاری کے ذریعے اس کوتاہی کی

تلافی کرنی چاہیے۔ اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔ اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۴)

خضر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ انسان کے لیے عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کا بجالانا بہت ضروری ہے۔

تاکہ ان دو بازوؤں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت نصیب فرمائے۔

وہ چیز جو ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں، یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے، اپنے عقائد درست کرنے چاہییں۔ پھر احکام فقہ کے موافق فرائض، سنتیں، واجبات، مستحبات، حلال و حرام اور مکروہ و مشتبہ سب ضروری احکام کو علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بازو میسر آ جائیں تو پھر اگر توفیق خداوندی جل سلطانہٗ دستگیری کرے۔ تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے۔ ان دو بازوؤں کے مہیا ہوئے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز ناممکن اور محال ہے۔

محال ست سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

اے سعدی! یہ بات ناممکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ مصطفےٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلے بغیر نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور ﷺ کی اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۹۵)

سید احمد بجواڑہ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان ایک نسخہ جامعہ ہے۔ اور انسان کا قلب بھی صفت جامعیت پر پیدا ہوا ہے۔

اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعتِ قلب وغیرہ کے بارے میں حالِ سکر میں صادر ہوئے ہیں انہیں صحیح توجیہات پر محمول کیا جائے۔ اور امر کے بیان میں کہ صحو سکر سے افضل ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

انسان ایک نسخہ جامع ہے۔ جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے۔ لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطورِ حقیقت موجود ہیں، اور مرتبہ وجوب بطور صورت۔

[1] إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

اور اسی جامعیت پر انسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا دل میں موجود ہے۔ لہٰذا قلب انسانی کو حقیقتِ جامعہ کہتے ہیں۔ قلب کی اسی وسعت و کشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے جامعیت و وسعتِ قلب کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ:

''اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔''
کیونکہ قلب اربعہ عناصر، افلاک، عرش، کرسی، عقل، نفس اور مکانی اور لامکانی اشیاء سب کا جامع ہے۔

---

[1] یہ دراصل بخاری اور مسلم شریف میں مذکور طویل حدیث کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلق اللّٰه ادم علی صورته طوله ستون ذراعاً الخ.

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: علماء کا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء تو اس حدیث کی کوئی تاویل بیان نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے لہٰذا اس کی تاویل سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے متشابہات میں سلف کا یہی مذہب ہے۔

بعض دوسرے علماء اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کی مشہور تاویل یہ ہے کہ لفظ صورت سے مراد صفت ہے۔ جس طرح عام محاورات میں کہا جاتا ہے۔ ''اس مسئلے کی صورت یہ ہے۔'' اور ''فلاں معاملے کی صورتِ حال یہ ہے۔'' اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا۔ ''خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا فرمایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان صفات کا موصوف بنایا جو اس کی صفات کا پرتو ہیں۔ تو اس حیّ، عالم، قادر، متکلم، سمیع، بصیر پیدا فرمایا۔

حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اضافت شرفت و بزرگی کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے بیت اللہ، روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیل و لطیف صورت پر پیدا فرمایا اور آپ کی ذات کو منبع اور اسرار و لطائف بنایا۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ ضمیرہ سے مراد حضرت آدم ہی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کے بالکل ابتدائی حال پر بالکل ٹھیک اور متناسب الاعضاء پیدا فرمایا کہ آپ کا طول ساٹھ گز تھا۔ دوسرے انسانوں کی طرح کہ وہ پہلے نطفہ پھر مضغہ پھر جنین ہوتا ہے۔ پیدا نہیں فرمایا۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک صورت خاصہ پر پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات کا نسخہ

تو چونکہ قلب لامکانی امور پر بھی مشتمل ہے' لہٰذا عرش اور جو کچھ اس میں ہے' قلب میں اس کی کچھ مقدار نہ ہوگی۔ کیونکہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے باوجود وسعت و کشادگی کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی چیز اپنی جگہ چاہے کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو' لامکانی کے سامنے تنگ ہی ہے اور کوئی قدر نہیں رکھتی۔ لیکن مشائخ قدس اللہ اسرارہم میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم (قلب کا عرش سے بھی وسیع ہونا) سکر پر مبنی ہے۔ اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونے میں عدم امتیاز کے باعث ہے۔

عرش مجید جو ظہور تام کا محل و مقام ہے' اس سے بہت بلند ہے کہ قلب تنگ میں اس کی گنجائش ہو۔ قلب کے اندر عرش کا جو کچھ نظر آتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے۔ حقیقت عرش نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قلب کے آگے عرش کے نمونے کی کچھ حیثیت نہیں۔ کیونکہ قلب بے انتہاء اشیاء کے نمونوں کا جامع ہے۔ آئینہ جس میں آسمان اپنی تمام بڑائی اور اس میں موجود تمام اشیاء کے ساتھ دکھائی دیتا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ آسمان سے وسیع ہے۔ ہاں آسمان کی مثال اور اس کا عکس جو آئینے میں دکھائی دیتا ہے وہ آئینہ کے سامنے چھوٹا ہے۔ لیکن حقیقت آسمان آئینے سے بہت بڑی ہے۔ اس بحث کی ایک مثال سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا عنصر پوشیدہ ہے۔ انسان کی جامعیت کا خیال کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کرہ ارض سے وسیع ہے۔ بلکہ وجود انسان کی کرہ خاک کے سامنے کچھ مقدار نہیں بلکہ اس کے سامنے انسان ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ دراصل ایک چھوٹی چیز میں موجود نمونے کو حقیقت جانتے ہوئے یہ حکم لگا دیا جاتا ہے۔

اسی قبیلہ سے ہے بعض مشائخ کا وہ کلام جو غلبہ سکر میں ان سے صادر ہوا ہے کہ جمع محمدی خدا تعالیٰ جل

جامع ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایسی کوئی مخلوق نہیں جس کی مثال صورت آدم میں نہ ہو۔ اس لیے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

پانچویں تاویل یہ ہے کہ صورت سے مراد شان اور امر ہے کہ آپ مسجود ملائکہ ہیں اور تمام کائنات کو مسخر کرنے والے اور ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔

بعض جاہل صوفی اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور اللہ کی بھی صورت ہے جو انسان کی ہے۔ اس معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذی صورت اور جسم ہونا لازم آتا ہے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حدوث لازم آتا ہے۔ نیز یہ معنی آیہ کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اور لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ کے بالکل خلاف ہے اس لیے اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں اور یہ معنی گمراہی اور کفر پر مشتمل ہے۔ محقق علماء کے نزدیک مذکورہ احادیث کی صحیح تاویلات میں سے جو چند ایک یہاں بیان کی گئی ہیں انہی پر اعتماد کیا جائے۔ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ (مترجم عفی عنہ)

سلطانہ' کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔ ان مشائخ نے جب یہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقت امکان اور مرتبہ وجوب کے جامع ہیں' تو انہوں نے یہ حکم لگا دیا کہ محمد ﷺ کی جامعیت اللہ تعالیٰ شانہ' کی جامعیت سے زیادہ ہے۔

یہاں بھی انہوں نے صورت کو حقیقت تصور کرتے ہوئے ایسا حکم لگا دیا۔ حضرت محمد ﷺ مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں' حقیقت وجوب کے جامع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ و تقدس واجب الوجود حقیقی ہے۔ یہ حضرات اگر صورت وجوب اور حقیقت وجوب میں فرق کرتے تو ایسا حکم ہرگز نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام سکر یہ سے منزہ اور مبرا ہے۔ محمد ﷺ بندے ہیں اور محدود و متناہی ہیں' اور اللہ تعالیٰ و تقدس غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔

شیخ ابو یزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحو سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ' فرماتے ہیں:

لوائی ارفع من لواء محمد

میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے

یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ پھر لوائے ولایت کو جس کا رُخ سکر کی طرف ہے اسے لوائے نبوت پر جس کا تعلق صحو سے ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے یہ جملہ جو بعض سے صادر ہوا ہے:

اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رُخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور نبوت کا مخلوق کی طرف اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رُخ مخلوق کی طرف رُخ ہونے سے افضل ہے۔

اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ لیکن اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دور از کار ہیں۔ کیونکہ نبوت میں رُخ صرف مخلوق کی طرف نہیں' بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے۔ نبی کا باطن خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل غیر متعلق ہو' ایسا شخص بدقسمت ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات تمام موجودات سے افضل ہیں۔ لہٰذا بہترین دولت و نعمت بھی انہی کا حصہ ہے۔ ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہٰذا نبوت ہی افضل ہے' خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو

ثابت ہوا کہ صحو سکر سے افضل ہے کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے۔ جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا ایک بے معنی امر ہے۔ لیکن وہ صحو جو سکر کو متضمن ہے البتہ سکر سے افضل ہے۔

علم شرعیہ جن کا مصدر و منبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سکر سے ہے۔ صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں۔ سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں...... اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت رکھے۔ ان علوم کے سرچشمہ اور مصدر پر صلوٰۃ و سلام اور تحیات کا نزول ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ	میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا۔ ہاں
یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ	میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

تو گنجائش سے مراد مرتبہ وجوب کی صورت کی گنجائش ہے۔ حقیقت رب کا سمانا مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں حلول کرنا محال ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ قلب کا لامکانی ذات کو شامل ہونا لامکانی کے صورت کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت کے لحاظ سے حقیقت کے لحاظ سے عرش اور جو کچھ اس میں ہے اس کی ذات واجب کے سامنے کچھ مقدار اور حیثیت نہیں۔ یہ حکم لامکانی ذات کی حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

مکتوب نمبر (۹۶)

محمد شریف کی طرف صادر فرمایا۔

نیک کام میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنے سے روکنے اور ڈانٹنے میں۔ اور متابعت شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ابھارنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اے فرزند! آج جبکہ فرصت کا وقت ہے' اور سکون و دل جمعی کے تمام اسباب میسر ہیں' ٹال مٹول اور تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ زندگی کے بہترین اوقات کو جو اُٹھتی جوانی کا زمانہ ہے' بہترین اعمال یعنی اپنے مالک و مولیٰ تعالیٰ و تقدس کی طاعت و عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

اور نصاب موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اسے بھی رغبت بلکہ خدا کا احسان جانتے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے پورے دن رات میں صرف پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر کیے ہیں اور بڑھنے والے مال اور چرنے والے مویشیوں میں صرف

چالیسواں حصہ تحقیقاً یا تقریباً فقراء کے لیے معین فرمایا ہے۔ اور مباحات کے استعمال کے میدان کو فراخ کر دیا ہے۔ بہت ہی بے انصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں دو گھڑی بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طاعت میں صرف نہ کیا جائے۔ اور چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے۔ اور مباحات سے وسیع دائرہ سے پاؤں باہر نکال کر حرام اور مشتبہ چیزوں تک لے جایا جائے۔

موسم جوانی میں جو نفس امارہ کی سلطانی کا زمانہ ہے اور شیطان لعین کے غلبے کا وقت ہے، تھوڑے عمل کو زیادہ ثواب کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ اور کل جب ارذل عمر تک پہنچا دیں گے، اور حواس اور قویٰ سست ہو چکے ہوں گے، اور سکون و دل جمعی کے اسباب منتشر ہو جائیں گے، حسرت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ کل بڑھاپے کے وقت تک فرصت نہ دیں۔ اور ندامت و پشیمانی کی فرصت جو ایک طرح کی توجہ ہے میسر نہ آئے، اور ابدی عذاب اور دائمی سزا جس کے متعلق پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا نے خبر دی ہے۔ اور نافرمان لوگوں کو ڈرایا ہے اور در پیش ہے۔ اس سے ضروری دوچار ہونا پڑے گا۔ آج شیطان مردود خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم کا دھوکا دے کر مداہنت میں ڈالتا ہے، اور خدائے سبحانہ کے عفو کا بہانہ کر کے گناہوں کا ارتکاب کراتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں جو آزمائش و ابتلا کا مقام ہے، دوست و دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ   میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔

اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ آیہ کریمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ   اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔

اسی بات کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔ اور آیہ کریمہ:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝   میں اپنی رحمت عنقریب ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس معنی کی شاہد و گواہ ہے۔ یعنی میں اپنی رحمت ثابت کر دوں گا ان لوگوں کے لیے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار اور نیک کردار اہل اسلام کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے بھی اگر خاتمہ اچھا ہوا تو رحمت سے حصہ ملے گا۔ اگرچہ زمانہ دراز کے بعد عذاب دوزخ سے نجات پائیں گے۔ لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل شدہ احکام

خداوندی سے لاپرواہی کرنے والا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نور ایمان سلامتی کے ساتھ لے جائے گا۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔ عیاذًا باللّٰہ سبحانہ۔

اندکے پیشِ تو گفتم غم دل، ترسیدم	کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے تھوڑا سا غم دل بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق نصیب کرے۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ حامل رقیمہ مولانا اسحاق فقیر کا آشنا اور مخلص ہے اور قدیم زمانہ سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر آپ سے مدد واعانت طلب کرے تو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ موصوف فن کتابت وانشاء سے بھی بقدر ضرورت واقفیت رکھتا ہے والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۷)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عبادتِ خداوندی سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم میں الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا۔

جس طرح پیدائش انسانی سے مقصود عبادات شرعیہ کا بجا لانا ہے اسی طرح ادائے عبادت سے مقصود دولتِ یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان سے ممکن ہے کہ آیہ کریمہ:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ	رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین کے مقام تک پہنچ جاؤ۔

میں اسی طرف اشارہ ہو۔ اس لیے کہ کلمہ حتّٰی جس طرح غایت کے معنی کے لیے آتا ہے معنی علیت کے لیے بھی آتا ہے۔ علیت کے لیے ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: ای لِاَجَلِ اَنْ یَّاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی تاکہ تم کو یقین حاصل ہو جائے۔ گویا وہ ایمان جو ادائے عبادات سے پہلے ہوتا ہے وہ صورتِ ایمان ہے نہ کہ حقیقت ایمان جسے یہاں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزشانہٗ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ای الذین اٰمَنُوا صورۃ اٰمِنُوا حقیقۃ باداء وظائف العبادات المامورۃ	اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔ یعنی اے صورۃً ایمان لانے والو عبادات مامورہ کہ ذمہ داریوں کو ادا کر کے حقیقۃً ایمان لاؤ۔

فنا بقا سے مقصود کہ ولایت اسی دولت کے حاصل کرنے سے عبارت ہے، یہی یقین ہے اور بس۔ اور اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کوئی اور معنی مراد لیں جس سے حق تعالیٰ کے مخلوق میں حلول کا وہم پڑے تو یہ بلاشبہ الحاد اور بے دینی ہے۔ غلبۂ حال اور سکر کے وقت میں ایسی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جن سے آخر کار آگے گزرنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (طقبہ رابعہ) میں سے ہیں (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) فرماتے ہیں:

> ”فنا اور بقاء کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں۔“

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنا فی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

فقیر دوسری تکلیف آپ کو یہ دیتا ہے کہ درستی کے نشانات والے میاں شیخ اللہ بخش صلاح وتقویٰ اور فضیلت سے آراستہ ہیں۔ جماعت کثیر ان سے وابستہ ہے۔ کسی بارے میں اگر جناب سے مدد طلب کریں تو امید ہے کہ توجہ شریف ان کے حال کی طرف مبذول فرمائیں گے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۹۸)

شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا۔

احادیث نبویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی روشنی میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب اور سختی ترک کر دینے کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔

حضور نبی اکرم علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی چند احادیث جو وعظ وتذکیر اور نصیحت سے متعلق ہیں، لکھی جاتی ہیں۔ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے مطابق عمل کی توفیق عطا کرے۔

انَّ اللّٰہ رفیقٌ یحبّ الرفقَ و یُعطِی علی الرفقِ ما لا یُعطِی علی العُنف وما لا یعطی علی ما سواہ. (رواہ مسلم)

بیشک اللہ تعالیٰ لطف و نرمی فرمانے والا ہے۔ نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا۔ اور نہ نرمی کے ماسوا کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔

(۲) ایک روایت میں آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

علیک بالرفقِ ایاکِ بالعُنفِ وَ الفُحشَ انّ الرفقَ لا یکون فی شیءٍ الازانَہ' ولا ینزع من شیءٍ الاّ شانَہ'

اے عائشہ! نرمی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا اور سختی اور زبان درازی سے بچنا۔ کیونکہ رفق و نرمی سے شے میں زیبائش ہے۔ اور جس کسی شے سے رفق و نرمی کو نکال لیا جائے تو وہ شے داغدار ہو جاتی ہے۔

(۳) حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ

جو کوئی لطف و نرمی کی اچھی عادت سے محروم ہے وہ نیکی سے محروم ہے۔

(۴) اور حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے یہ بھی فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخلَاقًا.

تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

(۵) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہ' مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہ' مِنَ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃ (شرح سنہ)

جسے لطف و نرمی سے حصہ عطا کیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی نیکی میں سے حصہ عطا کیا گیا۔

(۶) حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجفَاءِ وَالْجفَاءُ مِنَ النَّارِ. (مسند احمد)

حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت کی چیز ہے اور بیہودہ گوئی برائی سے ہے اور برائی دوزخ میں جانے والی چیز ہے۔

(۷)

اِنَّ اللّٰہَ یُبغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِی (ترمذی)

بے شک اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے حد سے بڑھنے والے بیہودہ گو کو۔

(٨) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَّحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ يَّحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَّيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ (ترمذی شریف)	کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون آتش دوزخ پر حرام ہے اور کس پر آتش دوزخ حرام ہے؟ ہر آسان روی اختیار کرنے والے، نرم طبع، لوگوں سے نزدیک نرم خو آدمی پر۔
(٩) اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ. وَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ نِ اسْتَنَاخَ (ترمذی شریف)	مومن نرم طبع اور مطیع فرمان ہوتے ہیں جس طرح مہار پڑا ہوا اونٹ، اگر اسے کھینچا جائے تو اطاعت کے لیے گردن رکھ دیتا ہے اور اگر کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔
(١٠) مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّ هُوَ يَقْدِرُ عَلٰٓى اَنْ يُّنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْٓ اَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ. (ترمذی)	جو شخص اپنا غصہ پی گیا حالانکہ وہ اسے جاری کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کے سامنے اسے بلائے گا یہاں تک کہ وہ جو حور منتخب کرنی چاہے گا اللہ کی طرف سے اسے اختیار ہوگا۔
(١١) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ	ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کرنا اس نے بار بار وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے ہر بار اسے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کر۔
(١٢) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّتَكَبِّرٍ. (متفق علیہ)	کیا میں تمہیں بہشت میں جانے والے لوگ نہ بتاؤں؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جسے لوگ کمزور اور حقیر جانیں لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم پوری کرے۔ کیا میں دوزخ میں جانے والوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جو تلخ مزاج، سخت گر، جھگڑالو اور تکبر کرنے والا ہے۔

(۱۳) اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ. وَ اِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ. (احمد و ترمذی شریف)

جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ ایسا کرنے سے اگر غصہ ختم ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ ہو جائے۔

(۱۴) اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُا الْعَسَلَ. (بیہقی شریف)

بے شک غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو تباہ کرتا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّ فِیْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ. وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِیْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِیْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ (بیہقی شریف)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اور جو متکبر بنتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے، تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے۔ لیکن خواپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور خنزیر سے بھی حقیر اور خوار ہوتا ہے۔

قَالَ مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ يَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ خَفَرَ. (بیہقی شریف)

حضرت موسیٰ بن عمران علی نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات نے عرض کیا اے رب، تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قدرت رکھنے کے باوجود بخش دے۔

(۱۷) حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ، سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ، كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ، يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ، (بیهقی شریف)

جو شخص اپنی زبان کی نگہداشت کریگا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پوشیدہ رکھے گا۔ اور جو اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر خواہی کرے گا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔

(۱۸) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَه‘ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ
اَوْشَیْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا
يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّ لَادِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَه‘
عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدَرِ مَظْلِمَتِهٖ وِاِنْ
لَّمْ يَكُنْ لَه‘ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ
صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ

(بخاری شریف)

جس شخص پر اس کے مومن بھائی کا کوئی حق ہو۔ یعنی ظلماً اس سے کوئی چیز لی ہو چاہیے کہ اس سے آج ہی معاف کروالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار رہے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ اس سے باندازہ ظلم اس سے لے لی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی۔ تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

(۱۹) نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا
مَنْ لَّا دِرْهَمُ لَه‘ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ
الْمفْلِسُ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
بِصَلٰوةٍ وَّ صِيَامٍ وَّ زَكوٰةٍ وَّ يَاْتِیْ قَدْشَتَمَ
هٰذَ اَو قَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا
وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا وَ
سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى
هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ
فَنِيَتْ حَسَنَاتُه‘ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ
اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُم فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ
طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم شریف)

جانتے ہو مفلس اور تنگدست کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری اُمت میں سے بڑا مفلس اور تنگدست وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا مال ہوگا' کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو ایک حقدار کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی' اور دوسرے کو بھی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لکھا:

(۲۰) سَلَامٌ عَلَیْکُمْ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَی اللّٰہِ مُؤْنَۃِ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَی النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ وَکَلَہُ اللّٰہُ اِلَی النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ.

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ اور گرانی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ دار نہیں لے گا۔

والسلام علیک۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم وبارک نے سچ فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں مخبر صادق علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ احادیث اگرچہ بلا ترجمہ لکھی گئی ہیں تاہم آپ حضرت شیخ جیو کی طرف رجوع کریں اور ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے مطابق عمل نصیب ہو۔ دنیا کا قیام بہت تھوڑے عرصہ کے لیے ہے۔ اور عذاب آخرت بہت سخت اور دائمی ہے۔ عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے اور اس دنیا کی بے حلاوت تروتازگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اگر دنیا داری کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار و دنیا دار سب سے زیادہ صاحب عزت ہوتے۔ ظاہر دنیا پر فریفتہ ہونا بے عقلی ہے۔ چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور رب تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور خلق خدا کے ساتھ نیک کرنا چاہیے۔

اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت و مہربانی نجاتِ اُخروی کی دو عظیم بنیادیں ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ معاذ اللہ مسحہ این اور بیہودگی کا اس میں قطعاً کوئی شائبہ نہیں۔ خواب خرگوش کب تک۔ آخر سخت ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ (پارہ ۱۸، سورۂ مومنون میں فرماتا ہے:)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری بارگاہ میں لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

فقیر کو اگرچہ اس بات کا احساس ہے کہ آپ کا وقت اس طرح کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتا۔ جوانی کا آغاز ہے۔ دنیوی نعمتیں میسر ہیں۔ لوگوں پر حکومت و غلبہ بھی حاصل ہے۔ (ایسے حالات میں نصیحت کی بات سننا

بڑا مشکل ہے) لیکن تمہارے حالات پر شفقت کے طور پر باتیں کر رہا ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا توجہ اور رجوع الی اللہ کا وقت موجود ہے۔ اطلاع کرنا شرط ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست
اگر گھر میں کوئی موجود ہے تو ایک ہی حرف کافی ہے

مکتوب نمبر (۹۹)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

اس استفسار کے جواب میں جوانہوں نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غصت اور تعطیل ہے کے متعلق کیا تھا۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غفلت اور بےکاری ہے۔ اس دولت کے حصول کے متعلق اس سلسلہ کے بعض اکابر نے خبر دی ہے۔

مخدوم گرامی! اس اشکال کی حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ روح انسانی کے اس پیکر جسمانی کے ساتھ تعلق قائم ہونے سے پہلے ترقی وعروج کی راہ بند تھی۔ اور

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

کے پنجرے میں محبوس ومقید تھی۔ لیکن اس جوہر نفیس کی فطرت وسرشت میں جسم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی۔ اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی فضیلت فرشتہ پر ثابت ہوئی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جوہر کو اس جسم کے ظلمانی پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور خلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور جب کہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکیم مطلق جل سلطانہٗ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس نظام کو موجود رکھنے کے لیے روح کی نفس کے ساتھ عشق وگرفتاری کی نسبت قائم کر دی۔ اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا۔ اور آیہ کریمہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○ پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔
(سورۃ تین۔ پارہ عم ۳۰)

میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور روح کا یہ تنزل وگرفتاری حقیقت میں مدح بما یشبہ الذم کے قبیلہ سے ہے۔ تو اس نسبت حبی کے باعث روح نے بھلا دیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ کے ساتھ تعبیر کرنا شروع

کر دیا۔ روح میں یہ ایک دوسری لطافت ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لطافت کے کمال کے باعث روح جس طرف بھی رُخ کرتی ہے' اسی کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ تو جب اپنے آپ کو فراموش کر دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو پورے طور پر غفلت کے سپرد کر دیتی ہے۔ اور ظلمت کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔ اور ان اکابر کے توسل سے اپنی طرف لوگوں کو بلایا۔ اور روح کو نفس کی مخالفت کا جو روح کا معشوق ہے حکم دیا۔ پس جو شخص واپس لوٹ آیا تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جس نے اپنا سر اوپر نہ اٹھایا اور زمین کے ساتھ چمٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جا گرا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب بیان کرتے ہیں:

اس مقدمہ سے معلوم ہوا کہ روح کا نفس سے اجتماع ہو جاتا ہے۔ بلکہ روح نفس میں فنا اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر لیتی ہے۔ پس لازماً جب تک یہ اجتماع اور انتظام موجود ہے' ظاہر کی غفلت عین باطن کی غفلت ہے۔ اور جب یہ انتظام خلل پذیر ہوتا ہے' اور باطن ظاہر کی محبت سے اعراض کر کے اپنا منہ ابطن بطون (حق تعالیٰ) کی طرف کر لیتا ہے اور فانی کے ساتھ پیدا شدہ فنا و بقا رو بزوال ہو کر باقی حقیقی ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے' اس وقت ظاہر کی غفلت باطنی حضور پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتی۔ غفلت ظاہر باطن پر کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے جبکہ باطن نے ظاہر کی طرف پوری طرح پشت کر لی ہے۔ اور ظاہر سے باطن کی طرف کوئی شے گھس نہیں سکتی۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو اور باطن آگاہ۔ اور اس میں استحالہ نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک پھوک کے ساتھ مخلوط ہے۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور جب روغن پھوک سے الگ ہوا دونوں کا حکم الگ ہو گیا۔ تو اب ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں ہوگا۔

اس طرح کے صاحب دولت کو اگر چاہتے ہیں' جہان کی طرف واپس لے آتے ہیں اور عالم کو اس کے وجود شریف کے توسط سے نفسانی تاریکیوں سے نجات عطا کرتے ہیں۔ اس صاحب دولت کو بطور سیر عن اللہ باللہ عالم کی طرف نیچے لاتے ہیں۔ اس کا پورا رُخ خلق کی طرف ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ مخلوق میں گرفتار ہو۔ کیونکہ وہ اپنی سابقہ گرفتاری پر ہی قائم ہے۔ اسے اس کے اختیار کے بغیر اس عالم میں لائے ہیں۔

پس یہ منتہی جناب قدس خداوندی تعالیٰ و تقدس سے روگردانی اور مخلوق کی طرف رُخ کرنے میں تمام مبتدیوں کے ساتھ صورۃً شریک ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک گرفتاری سے دوسری گرفتاری تک بڑا فرق اور فاصلہ ہے۔

نیز مخلوق کی جانب رُخ کرنے میں یہ منتہی بے اختیار ہے۔ اسے اس میں کچھ رغبت نہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف اس توجہ میں بھی اسے حق تعالیٰ کی رضا مقصود ہے' اور مبتدی میں مخلوق کی طرف یہ توجہ ذاتی اور طبعی اور رغبت و

چاہت سے ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔

ہم مبتدی اور منتہی کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتے ہیں:

مبتدی کو یہ بات میسر ہے کہ عالم سے روگردانی کر کے اپنا رخ حق تعالیٰ وتقدس کی طرف کر لے۔ لیکن منتہی کے لیے خلق سے اعراض محال ہے۔ ہر وقت مخلوق کی طرف رُخ اور توجہ اس کے مقام کو لازم ہے وہاں اگر مگر جبکہ اس کی دعوت کا کام مکمل کر لیا ہوا سے وار فنا سے وار بقا کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس وقت ندائے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اس کا نقد سرمایہ ہوتا ہے۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم نے مقام دعوت میں مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک جماعت نے اس مقام کو جمع توجہ بین الحق والخلق سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے۔ صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اور وہ جو سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے النهاية هي الرجوع الى البداية کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ یہ اس مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں تحریر ہوا ہے۔ کیونکہ ابتدا میں پورا رخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔ حدیث مبارک:

[1] تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ   میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

جو آپ نے تحریر فرمائی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس میں آپ نے اپنے اور اپنی امت کے حالات کے جاری رہنے سے عدم غفلت کی خبر دی ہے۔ اسی بنا پر نیند آپ کے وضو کو نہیں توڑتی تھی۔ اور جب کہ نبی اپنی امت کی محافظت میں بکریوں کے ریوڑ کے پاسباں اور نگہبان کی طرح ہے۔ لہٰذا غفلت اس کے منصب نبوت کے شایانِ شان نہیں۔

---

[1] یہ حدیث مسند ابوداؤد میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی روای ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے ہر وقت آگاہ ہیں۔ اور حالات امت سے بے خبری منصب نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اس عقیدہ کے مطابق یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کے منکر ہیں اور اس پر معترض ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت کو نہیں مانتے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وسعتِ علم پر بے شمار آیات واحادیث صحیح دلالت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے "خالص الاعتقاد" انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ" "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" وغیرہ تصنیفات اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آپ نے ان کتابوں میں ہر طرح کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

اور حدیث شریف:

[2] لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ	مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت نصیب ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ تو فرشتہ مقرب شریک ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مرسل نبی۔

صحیح ہونے کی صورت میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ اور وہ تجلی بھی جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ کی طرف رُخ کرنے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ یہ تجلی اس جانب سے ہے۔ متجلّی کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ یہ تجلی معشوق کے عاشق میں سیر کرنے کی مانند ہے۔ عاشق تو سیر کرنے سے سیر ہو چکا ہے۔ ع

آئینہ صورت از سفر دور است
کاں پذیرائے صورت از نور است

صورت کا آئینہ سفر کے اعتبار سے دور ہے۔ لیکن اپنی نورانیت کی وجہ سے صورت کو قبول کرنا اور اپنی طرف کھینچتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں زائل شدہ حجابات پھر واپس عود نہیں کرتے۔ بے پردگی کے باوجود اسے مخلوق کے ساتھ مشغول کیا گیا ہے اور مخلوقات کی فلاح و نجات اس کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ سے کمال قرب رکھتا ہو اور بادشاہ اور اس کے درمیان کوئی معنوی اور صوری حجاب حائل نہ ہو۔ اس کے باوجود اسے صاحب حاجت لوگوں کی خدمات پر مامور کیا گیا ہو۔ یہ مبتدی اور منتہی مرجوع (مخلوق کی طرف لوٹائے گئے) کے درمیان ایک اور فرق ہے۔ کیونکہ مبتدی صاحب حجابات ہے لیکن منتہی کے آگے سے سب حجابات اُٹھ چکے ہیں۔

آپ پر اور تمام متبعینِ ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۰۰)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کہا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ جو آپ نے کرم نوازی کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میری رگِ فاروقی بے اختیار حرکت میں

---

[2] موضوعات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ و رسالہ قشیریہ

آتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ محمد عربی وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونیوی یا عبدالرزاق کاشی کا کلام۔ ہمیں نص کے ساتھ کام ہے، فص کے ساتھ نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی صفت کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس ذات سبحانہٗ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور بُرا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کا کوئی اور معنی کرنا بھی اس بُرائی سے نہیں نکال سکتا۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ان کے مونہوں سے بہت ناگوار کلمہ نکل رہا ہے۔

کاش میں سمجھتا کہ انہیں اس طرح کے صریح خلاف شریعت کلمات زبان پر لانے پر کون سی چیز ابھار رہی ہے۔

منصور اگر انا الحق کہے اور بسطامی سبحانہٗ کا نعرہ لگائے تو یہ حضرات معذور ہیں اور غلبہ احوال کے تحت مغلوب ہیں۔ لیکن اس طرح کا کلام احوال میں سے نہیں، علم سے تعلق رکھتا ہے اور تاویل کا متقاضی ہے۔ اس طرح کی باتوں کو معذوری پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہاں کوئی تاویل بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ صرف اہل سکر کا کلام کسی تاویل پر محمول کیا جاتا اور ظاہر معنی سے پھیرا جاتا ہے۔ اور اگر اس کلام کے متکلم کا اس طرح کے کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی نفرت ہے تو یہ بھی برا اور قبیح ہے مخلوق کی ملامت حاصل کرنے کے اور بہت سے راستے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنی ملامت کے لیے اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے۔ اور جب کہ آپ نے اس کلام کی تاویل کے متعلق کہا اور استفسار فرمایا ہے تو ''سوال کا جواب ملنا چاہیے۔'' کے مطابق مجبوراً اس باب میں کچھ عرض کرتا ہے۔ اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے۔

اس کی ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ غیب معدوم ہے، اور علم معدوم کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب کہ غیب حق سبحانہٗ کی نسبت سے معدوم مطلق اور لاشے محض ہے تو علم کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ صرف معلومیت اسے مطلق علومیت ولاشیئیہ محض سے باہر نہیں نکال سکتی۔ جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کا عالم ہے۔ کیونکہ اس ذات تعالیٰ وتقدس کا شریک اصلاً موجود نہیں اور لاشے محض ہے۔ ہاں مفہوم غیب اور مفہوم شریک کا تصور ہو سکتا ہے لیکن ہمارا یہ کلام شریک اور غیب کے مصداق میں ہے، نہ ان کے مفہوم میں۔

اور یہی حال ہے ان تمام محالات کا جن کا مفہوم تو ممکن التصور ہے اور ان کے مصداق ممتنع التصور ہیں۔ کیونکہ معلومیت انہیں استحالہ سے باہر لے آتی ہے۔ اور کم از کم وجود ذہنی تو ان کو عطا کر دیتی ہے۔

اور جو اعتراض آپ نے مولانا محمد[1] روجی کی توجیہ پہ کیا ہے درست ہے۔ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت کی نفی مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ علم غیب کی نفی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

مولانا محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ پر آپ کے اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر چہ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت منتفی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر برقرار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات سے عالم ہے' صفت سے عالم نہیں کیونکہ صفت تو وہاں ہے ہی منتفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو منتفی جاننے والے بھی حق سبحانہٗ کے عالم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ صفت علم کو اس ذات سے مسلوب قرار دیتے ہین۔ اور جو انکشاف علمی صفت پر مرتب ہوتا ہے وہ اسے ذات پر مرتب مانتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے خود کی ہے۔ اور غیب سے مراد غیب ذات واجب تعالیٰ مراد لیا ہے اور علم کے تعلق کو اس کے ساتھ جائز قرار نہیں دیا۔ اگر چہ واجب تعالیٰ و تقدس کا علم ہی ہو۔ یہ سب توجیہات سے اقرب توجیہ ہے۔ لیکن فقیر کو واجب تعالیٰ کے اس کی ذات بحت کے ساتھ علم کا تعلق نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی جو وجہ آپ نے بیان کی ہے وہ احاطہ معلوم کے لیے حقیقت علم کا تقاضا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق عدم احاطہ کی متقاضی ہے۔ لہٰذا اس تعلق سے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس جگہ ایک خدشہ ہے۔ کیونکہ یہ چیز علم حصولی میں درکار ہے۔ جہاں قوت علیہ میں معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لیکن علم حضور میں یہ چیز کچھ درکار نہیں۔ اور ہماری بحث علم حضور میں ہے حصولی میں نہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی خرابی نہیں کہ واجب سبحانہٗ و تعالیٰ کا علم اس کی ذات کے ساتھ بطریق حضور ہو نہ بطریق حصول۔ **واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا محمّد و اٰلہ الطاھرین و سلم و بارک. والسّلام اولاً و اٰخرًا.**

مکتوب نمبر (۱۰۱)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس گروہ کے رد میں جو کاملین کو ناقص خیال کر کے ان پر زبان اعتراض دراز کرتا ہے۔

اَحْسَنَ اللّٰہ سبحانہ حالکم و اصلح بالکم ۔ (اللہ تعالیٰ آپ کے حال کو حسن عطا کرے اور

---

[1] مولانا شمس الدین محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سعد الدین کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ مولانا روجی علیہ الرحمۃ سالہا سال جامع مسجد ہرات میں طالبان حق کو راہِ حق کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کی ولادت بستی روج میں ہوئی جو شہر ہرات سے نو فرسخ جانب قبلہ میں واقع ہے۔ آپ ۸۲۰ھ ماہ شعبان المبارک کی شب برات کو پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں مولانا کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ (رشحات)

آپ کے دل کی اصلاح فرمائے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا مکتوب شریف آ کر دیا۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ہم دور افتادہ لوگوں کو فراموش نہیں کیا۔ بحسب ظاہر آپ نے نفس انسانی پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وضاحت سے فقیر کے ذہن میں آئے۔ ہاں، اتنی بات تو ٹھیک ہے نفس کے زمانہ امارگی میں اس پر اعتراض کیا جائے۔ لیکن اس کے مطمئنہ ہو جانے کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اطمینان کے مقام پر پہنچ کر نفس حق سبحانہٗ سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے، اور مقبول خدا پر اعتراض روا نہیں۔ اور نفس مطمئنہ کی مراد حق کی مراد ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس دولت کا حصول تخلق باخلاق اللہ کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا قدسی صحن ہم پست فطرت لوگوں کے اعتراض سے بلند و برتر ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہماری طرف لوٹتا ہے۔ ع

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں چہ خبر دارد از چنان و چنیں

پیٹ میں پڑا ہوا بچہ جب اپنے آپ سے واقف نہیں تو وہ اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جاہل لوگ اپنے کمال جہل کے باعث نفس مطمئنہ کو نفس امارہ تصور کر لیتے ہیں۔ اور امارگی کے احکام مطمئنہ پر جاری کر دیتے ہیں۔ جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح سمجھتے ہوئے ان کی نبوت و رسالت کا انکار[1] کیا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں ان اکابر اور ان کے متبعین علیہم الصلوات والتسلیمات کے انکار سے پناہ میں رکھے۔

---

[1] عارف رومی فرماتے ہیں۔

(۱) اشقیا را دیدہ بینا نبود! نیک و بد در چشم شاں یکساں نمود
(۲) ہمسری با انبیاء برداشتند اولیا را ہم چو خود پنداشتند
(۳) گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور
(۴) ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ ہست فرقے درمیاں بے انتہا

(۱) بدبختوں کو چشم بینا نصیب نہیں تھی۔ اس لیے اچھا اور بُرا ان کی نگاہ میں یکساں تھا۔
(۲) ان بدبختوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء اللہ کو اپنی طرح گمان کیا۔
(۳) اور یوں کہا کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ انبیاء و اولیاء سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔
(۴) اندھاپن کے باعث ان بدبختوں نے یہ جانا کہ ہم میں اور ان میں بے انتہا فرق ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو اپنی طرف جاننا شقاوت و بدبختی ہے اور گمراہی اور ان کے کمالات کے انکار کا پیش خیمہ ہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۲)

لامظفر کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سودی قرضہ میں مجموعی رقم حرام ہے۔ صرف زیادتی حرام نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے' تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائینگے نہ کہ سود کے صرف دو ٹکے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. (اللہ کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام)

آپ نے اس روز کہا تھا کہ سودی قرض میں ربا صرف زیادتی ہے' اور بس۔ اور دس ٹکے قرض بحساب دو ٹکے سود میں صرف دو ٹکے سود کے ہی حرام ہیں' دس ٹکے حرام نہیں۔

جب بعض کتب فقیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو ربوا اور سود ہے۔ لہٰذا اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام قرار پائے گا۔ اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ پس وہ دس ٹکے بھی ربٰو اور حرام ہوں گے۔

کتاب "جامع الرموز" اور ابراہیم شاہی کی کتاب کی روایات کے ارسال کرنے سے مقصود تمہیں یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔ باقی رہی محتاجی کی صورت۔ تو میرے مخدوم! سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنٰی قرار دینا حکم قطعی کو منسوخ کرتا ہے۔ قنیہ[1] کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر سکے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہور جو اعلم علماء لاہور ہیں' فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایات لائق اعتماد نہیں۔ اور کتب معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں۔ اور اگر قنیہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطرار دمخمصے کی حالت پر محمول کرنا چاہیے۔ تا کہ اس حکم قطعی کا مخصص آیہ کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ کو قرار دیا جائے۔ کیونکہ قوت میں اس کی طرح ہے۔ ع

کہ رستم را کشد ہم رخش سر ستم

رستم پہلوان کو رستم جیسا ہی پچھاڑ سکتا ہے۔

---

[1] کشف الظنون میں ہے۔ قنیہ المنیہ علٰی مذہب ابی حنیفہ۔ شیخ امام ابو الرجاء نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی حنفی المتوفی ۶۵۸ھ کی تصنیف ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الذی او ضح معالم العلوم۔ علامہ یہ بھی نے فرمایا ہے کہ کتاب قنیہ اگرچہ غیر معتبر کتب سے اوپر ہے۔ اور بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے نقل کیے ہیں لیکن علماء کے ہاں وہ ضعف روایت کے ساتھ مشہور ہے۔ اور یہ کہ اس کا مصنف معتزلی ہے۔

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربا کی حرمت کے لیے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا۔ آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت ہی قبول کرے گا۔ کوئی بھی بلا احتیاج وضرورت اپنے نقصان کا اقدام نہیں کرتا۔ تو اس طرح کے توتم کے باعث حکیم وحمید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیز میں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اگر بفرض محال عام محتاجی ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضروریات میں سے ہے اور ضروری شے کو باندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔ پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔ اسی لیے ترکہ میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ اور اس ضرورت کو اس کے کفن دفن میں منحصر کیا ہے۔ اس کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا شرعاً احتیاج وضرورت میں داخل نہیں۔ حالانکہ میت صدقہ وخیرات کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازع فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں۔ اور احتیاج و ضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہوگا اسے کھانے والوں کے لیے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

عیال داری اور فوجی ملازمت کو ضرورت واحتیاج کا بہانہ بنانا اور اس وجہ سے سودی قرض لینا اور اسے جائز اور حلال جاننا دینداری سے دور ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ اور دستور بناتے ہوئے جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں انہیں منع کرنا چاہیے اور اس حیلے کے نادرست ہونے سے انھیں آگاہ کریں۔ ایسا کام کیوں جائے جو آخر کار اس طرح کے ممنوع اور ناجائز کام کے ارتکاب میں مبتلا کر دے۔ معاش کے ذرائع اور بہت ہیں۔ فوجی ملازمت میں ہی منحصر نہیں ہیں۔ جب آپ اہل اصلاح وتقویٰ میں سے ہیں تو حلال وطیب خوراک کی تاکید آپ کو کی جا رہی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ کی غذا کا میسر آنا مشکل ہے۔ یہ بات درست ہے تاہم حتی الامکان شبہ کی چیز سے بچنا چاہیے۔ بے طہارت کھیتی باڑی کی روزی جس کو آپ نے غیر طیب جانا ہے' ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن نہیں:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا — اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر اس کی طاقت ووسعت کے مطابق

لیکن سودی کھانے کو ترک کرنا بہت آسان ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظنی امور یہ بات نہیں۔ حنفی کے نزدیک موت سے امور مباح ہیں مگر شافع کے نزدیک وہ مباح نہیں۔ اور اس کے برعکس۔

پس ہمارے اس زیر بحث معاملے میں مشکوک ضرورت مند کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر قطعی کے حکم کے خلاف ہے' توقف کرے تو اسے گمراہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اسے اس کی حلیت کا معتقد ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ اس کے درست موقف کو ترجیح بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس کا مخالف خطرے میں ہے۔

آپ کے بعض دوستوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کی خدمت میں کہا کہ اگر بلاسود قرض میسر آ جائے تو بہتر ہے۔ کسی کو سودی قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ نے مولانا موصوف کو ڈانٹا اور کہا کہ ''تم حلال شے کا انکار کرتے ہو؟''

مخدوم گرامی! ایسی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں۔ اور اگر یہ حلال بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ اہل ورع رخصت پر عمل کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ عزیمت پر عمل کی دلالت کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج وضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج و ضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔ اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ کو یہ بات تو خوب ملاحظہ کرنی چاہیے کہ سود پر قرض لینے والے کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا کون سی ضرورت میں داخل ہے؟ قنیہ کی روایت بہرحال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لیے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لیے اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ یہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرورت مند ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا' تو کفارے کے طور پر روزے رکھے۔ نہ یہ کہ سود پر قرض لے۔ اور اگر اس طرح کی اور ضرورتیں اور احتیاج درپیش آئیں تو تھوڑی سی توجہ سے تقویٰ کی برکت سے دور ہو سکتی ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورۂ طلاق۔ پارہ ۲۸)	جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے رزق عطا کرتا ہے اس مقام سے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوگا۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۰۳)

سیادت و بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

لفظ عافیت کے معنی اور سرہند کے لیے قاضی طلب کرنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔

آپ کے لیے اس عافیت کی دعا کی جاتی ہے جس عافیت کی ہمیشہ ایک بزرگ اپنے لیے بدعا اور صرف ایک دن کے لیے ہی اس عافیت کی آرزو کی تھی۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے سوال کیا کہ جس طرح سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے کیا یہ عافیت نہیں؟ اس بزرگ نے فرمایا ”میں یہ چاہتا ہوں کہ صبح سے لے کر شام تک کسی وقت بھی مجھ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کا صدور نہ ہو۔

مدت سے سرہند میں کوئی قاضی شرع نہیں۔ اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں بے بسی اور رکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک یتیم برادر زادہ ہے۔ اس کی کچھ وراثت ہے۔ لیکن اس کا کوئی وصی نہیں۔ فقیر اس کے اس مال میں بلا اجازت شرعی تصرف نہیں کر سکتا۔ اگر قاضی شرع موجود ہو تو اس کی اجازت سے کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو قاضی نہ ہونے کے باعث التواء میں پڑے ہوئے ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۰۴)

ماتم پرسی میں ضلع مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا:

اگرچہ مغفرت پناہ کی وفات سے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ بہت شدید اور بہت سخت ہے لیکن ہم اور تم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے مولیٰ تعالیٰ وتقدس کے فعل پر راضی ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ کارکنانِ قضاوقدر یہاں رہنے کے لیے نہیں لائے' کام کرنے کے لیے لائے ہیں۔ کام کرنا چاہیے۔ اگر یہاں سے کام کر کے گئے تو کوئی ڈر نہیں بلکہ ایسا شخص بادشاہ ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

یہ فقرہ اس کی شان میں موجود ہے۔ جانے میں مصیبت نہیں بلکہ حبیب کی طرف جانے والے کے حال میں مصیبت ہے کہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ دعا استغفار اور صدقہ وخیرات سے اس کی امداد کرنی چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

ما المیّت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق فاذا الحقته کان احب الیه من الدنیا و ما فیها و ان اللّٰه لیدخل عل اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال من الرحمة و ان هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم. (مشکوۃ شریف)

میت قبر میں ڈوبنے والے فریادرسی کے لیے پکارنے والے کی طرح ہے۔ چنانچہ میت منتظر رہتا ہے دعا کا جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہات زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک رب تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور زندوں کا مردوں کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار اور بخشش طلب کریں۔

آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ فقراء پر موسم سرما کی ہوا بڑی سخت ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ (بلکہ فوراً جواب دیتا)۔ سفارش تاکید سے لکھ دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ سودمند ثابت ہوگی۔ زیادہ گفتگو درد سری ہے۔

محبت شعار قاضی حسن اور باقی اعزہ بہت دعاؤں سے مستفید ہوں۔ اور تمام کاموں راضی اور شکر گزار رہیں۔

مکتوب نمبر (۱۰۵)

حکیم عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ بیمار سب تک تندرست نہ ہو اسے کوئی غذا بھی فائدہ نہیں دیتی اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

چونکہ اطباء کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو کوئی غذا بھی اسے فائدہ نہیں دیتی، چاہے مرغ مسمّن ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسی غذا اس کے مرض کو اور بڑھا دیتی ہے۔

ع ہر چہ گیرد علّتی علت شود

جس چیز کو بیمار اختیار کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔

لہٰذا پہلے بیمار کے مرض کا ازالہ کرتے ہیں، اس کے بعد آہستہ آہستہ مناسب غذاؤں کے ذریعہ اسے

اصل قوت وطاقت کی طرف لاتے ہیں۔ پس انسان جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے فِی قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں فرض ہے) کوئی عبادت وطاعت اس کے لیے نفع مند نہیں بلکہ مضر ہے۔

رُبَّ تَالٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ	بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں حالانکہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث مشہور ہے۔ اور:

رُبَّ صَائِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ	بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث صحیح ہے۔ قلبی امراض کے حکیم (مشائخ کرام) بھی پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں۔ اور مرض قلبی دل کے غیر خدا کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے۔ بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال ودولت اور سرداری اور مرتبے کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے پس فی الحقیقت اس کا معبود اس کی خواہش نفس ہے جب تک اس گرفتاری سے خلاصی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے عقلمند علماء اور صاحب دانش حکماء پر اس مرض کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست
اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک ہی کلمہ کافی ہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۶)

محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت جو ان کی معرفت وپہچان پر مرتب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

آپ کا مکتوب مرغوب جس سے فرطِ محبت اور کمال دوستی کا اظہار ہوتا تھا، موصول ہوا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ الحمد والمنة علی ذلک (اس حالت کے نصیب ہونے پر اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان۔)

اس گروہ کی محبت جو ان کی پہچان پر مرتب ہوتی ہے، خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھیں کس صاحبِ قسمت کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں:

"الٰہی! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پا لیا، اور جب تک

تجھے شناخت نہ کر سکا انہیں بھی نہ پا سکا۔"

اس گروہ کے ساتھ بغض و عناد زہر قاتل ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلا و آزمائش سے نجات دے۔ شیخ الاسلام مذکور نے فرمایا ہے۔

"الٰہی! تو جسے مردود بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا دیتا ہے۔"

بے عنایات حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حق تعالیٰ اور خاصان حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہی رہے گا۔

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے از سر تو تمہیں عطا فرمائی ہے اسے نعمتِ عظمیٰ تصور کریں۔ اور حق سبحانہٗ سے اس پر استقامت طلب کریں...... ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۷)

یہ مکتوب بھی محمد صادق کشمیری کی طرف فرمایا۔

ان چند جواباتِ سوالات میں جن سے بدگوئی کی بو آتی ہے۔ یہ مکتوب ان فوائد ضرور پر مشتمل ہے جو اس بلند مرتبہ گروہ اولیاء اللہ پر ایمان رکھنے میں نفع مند ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس بلند گروہ کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے۔ چند سوالات پر مشتمل جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا' موصول ہوا' اگرچہ وہ سوالات جو بدگوئی اور تعصب سے آلودہ ہوں' جواب کے مستحق نہیں۔ اس کے باوجود بطور تنزل ان کے جوابات عرض کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ ہو شاید دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ متقدمین اولیاء سے بہت کرامات و خوارق کا ظہور ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت کے اولیاء سے کم ظاہر ہوتی ہو؟

اگر اس سوال سے مقصود اس زمانہ کے بزرگوں کا انکار ہے کیونکہ ان سے خوارق و کرامات کا ظہور کم ہوا ہے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہوتا ہے' تو شیطان کی فریب کاریوں سے اللہ سبحانہ کی پناہ۔ خوارق و کرامات کا ظہور نہ تو ولایت کے ارکان میں ہے اور نہ اس کے شرائط میں سے۔ بخلاف نبی علیہ السلام کے لیے اس کا معجزہ' کہ اس کا اظہار مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن اولیاء اللہ سے خوارق کا ظہور عام اور شائع ہے۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ کسی ولی سے ان کا ظہور نہ ہوا ہو ہاں کثرت سے ظہورِ خوراق افضیلت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں ایک دوسرے

پر فضیلت قربِ الٰہی جل سلطانہ کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زیادہ قربِ الٰہی رکھنے والے بزرگ سے خوارق کا ظہور بہت کم ہو اور کم قرب رکھنے والے سے ان کا ظہور زیادہ ہو۔ وہ خوارق جو اس اُمت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا دسواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور استعداد تقلیدی کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ نبوت وولایت کے فیوض قبول کرنے کے لائق وہ جماعت ہے جن میں قوت نظری کی نسبت تقلیدی استعداد غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعداد تقلیدی کی قوت کی بنا پر حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے میں بالکل کسی دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اس کے برعکس ابوجہل لعین اس استعداد میں کمی کے باعث روشن نشانات اور غالب معجزات کے کثرت کے ساتھ ظہور کے باوجود تصدیق نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان بدنصیبوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

یہ کفار جو آیت ونشانی بھی دیکھیں گے اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب آپ کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں یہ قرآن تو محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اکثر متقدمین سے بھی ساری عمر میں پانچ چھ خوارق سے زیادہ کا ظہور منقول نہیں حضرات جنید جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے یوں خبر دیتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ

بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزے عطا کیے۔

اور اس وقت کے مشائخ کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا ہے کہ اتنی بھی مقدار خوارق کا ظہور نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام اولیاء اللہ سے چاہے پہلے ہوں یا پچھلے ہر گھڑی خوارق کا ظہور ہوتا رہتا ہے مدعی کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اگر کوئی خود اندھا ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے

دوسرا سوال یہ تھا کہ طالبانِ صادق کے کشف وشہود میں القاء شیطانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو اس میں کشف شیطانی کی کیفیت کی وضاحت کس طرح ہے؟ اور اگر نہیں ہوسکتا تو الہامی امور میں بعض غلطیوں کا پایا جانا کس سبب سے ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب) کہ کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں۔ جبکہ یہ دخل انبیاء کرام کے لیے بھی متصور ہو سکتا ہے بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ طالب صادق کیا چیز ہے۔ غایہ مافی الباب یہ ہے کہ انبیاء کو اس القاء پر متنبہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دیتے ہیں۔

آیہ کریمہ۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اٰيٰتِهٖ	اللہ تعالیٰ القاء شیطانی تو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔

اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اولیاء اللہ کے لیے یہ تنبیہ ضروری نہیں۔ کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے۔ جو کچھ نبی کے خلاف ہوگا مردود شمار ہوگا اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو اور نفی یا اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے۔ کیونکہ الہام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجا آوری اور نبی کی متابعت نجات آخرت کی ضامن ہے۔ اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ شریعت سے زائد ہیں۔ اور ہم زائد امور کے مکلف نہیں ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کشف میں غلطی کا واقع ہونا القاء شیطانی پر منحصر نہیں۔ بسا اوقات قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں۔ جن میں القاء شیطانی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ جب بعض لوگ خواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور آپ سے بعض احکام اخذ کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت ان کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں القاء شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ ابلیس صورت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسی بھی صورت میں ہو۔ تو اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کے تصرف کے دخل ہے۔ جس نے غیر واقع کو واقع سمجھ لیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کے طور پر تصرف اور استدراج کی صورت میں تاثیر دونوں کے ظاہر کے اعتبار سے برابر ہیں تو مبتدی کس طرح شناخت کرے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی اور یہ صاحب استدراج مدعی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب) کہ طالب مبتدی کے لیے دونوں میں فرق و امتیاز کے لیے ایک واضح دلیل موجود ہے۔ اور وہ اس کا صحیح وجدان ہے کہ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو رب تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جان لے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف پائیگا تو معلوم کر لے گا یہ صاحب استدراج مدعی اور جھوٹا انسان ہے۔ اور اگر اس معنی میں خفا اور پوشیدگی ہے تو وہ عوام الانعام کو ہے راہِ حق کے طالبوں کو نہیں۔ اور عوام کا خفا خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ عوام کے خفا کا منشا انکار مرض قلبی اور آنکھوں کا

پردہ ہے۔ عوام سے بہت سی ایسی چیزیں مخفی ہیں جن کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اب ہم اس مکتوب کو بعض معارف کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو ان شکوک وشبہات کے ازالے میں تمہارے لیے نفع مند ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تخلق باخلاق اللہ کے معنی جو ولایت میں ماخوذ معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مُناسب ہوں۔ لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی اور عموم صفات میں مشارکت ہوگی۔ خواص معانی میں مناسبت نہیں ہو سکتی کہ وہ محال ہے۔ اور قلب حقائق کو مستلزم ہے۔

تحقیقات میں خواجہ محمد پارسا قدس سرّہٗ تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے بیان معنی کے مقام میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مَلِک ہے۔ اور ملک کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں۔ جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ[1] ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت سَمِیع ہے۔ اور اس کے معنی سننے والے کے ہیں۔ جب راہِ حق پر چلنے والا ہر کسی سے حق تعالیٰ کی باتیں گرانی اور بوجھ کے بغیر سُن کر قبول کرتا ہے اور غیبی اسرار و حقائق روح کے کان سے سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت بَصِیر ہے۔ بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک راہِ حق کی بصیرت کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے، اور وہ نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھتا ہے، اور تمام دوسرے لوگوں کے کمالِ حال کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے۔ نیز حق کا دیکھنا اس کا منظور نظر ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ کا پسندیدہ فعل ہی کرتا ہے تو اس وقت اس صفت سے موصوف قرار پاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کی ایک صفت مُحِیٖ ہے۔ اس کے معنی کرنے والے کے ہیں۔ جب سالِک راہ چھوڑ دی گئی سنت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مُمِیت ہے۔ یعنی مارنے والا۔ جب سالک ان بدعتوں سے جنہیں لوگوں نے سنت کی جگہ اختیار کیا ہوتا ہے روکتا اور منع کرتا ہے، تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

---

[1] بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

ان رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم قال من رآنــي فــي الـمـنـام فقد رآني. فـان الشيطان لا يتمثل بي	کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے لوگوں پر تصرف کرنے کا عقیدہ درست ہے۔

عوام نے تخلق کے معنی کچھ سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں ولی کے لیے احیاءِ جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاءِ غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے۔ وغیرہ [۲] سالک۔ حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں۔ اور بعض گمان گناہ ہیں۔

نیز خوارق صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم نشانات اور بلند درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقوی اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں' کہاں سے آ رہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شریعہ کے مطابق و موافق ہیں' ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔

ہمارے قدس خواجہ سرہٗ نے لکھا تھا کہ تمہارے (مجدد صاحب قدس سرّہٗ کے) سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ حضرت خواجہ کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔ اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمانِ شیخ خیال کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھے۔

آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم و معارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر سب باتیں دائرہ تحریر میں آ گئیں تو ٹھیک اور بہتر ہو گیا۔

ہیچ زشتے نیست کورا خوبیِ ہمراہ نیست
زنگیِ شب رنگ را دنداں چوں درو گوہرست

کوئی بھی بُری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خوبی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے حبشی کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

عجب کام ہے کہ آپ نے پہلے خط میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور اس کا سبب پے در پے دو واقعے کے ظہور کو قرار دے کر آپ نے لکھا تھا کہ ان کا اثر حالت ہوش میں بھی محسوس ہوا اور اس حد تک تم کو ندامت و پشیمانی لاحق ہوئی تھی کہ سابقہ طور طریقے سے توبہ اور رجوع نصیب ہوا' اور تم تجدید ایمان سے مشرف ہوئے۔ اب پھر ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ تمہاری وضع و حالت میں تبدیلی معلوم ہوئی ہے' اور پچھلے پاؤں واپس ہو کر پھر تم اپنی پہلی

---

[۲] یعنی ولی کے ولی بننے کے لیے مردے کا زندہ کرنا اور غیب کی خبریں دینا وغیرہ کوئی شرط نہیں کہ اگر یہ افعال اس سے صادر نہ ہوں تو وہ ولی ہی نہ ہو۔ امام ربانی کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ ولی مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ اور غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ کیونکہ مکتوبات شریف میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو ان طاقت و قدرت بھی عطا کرتا ہے۔ فافہم

وضع کی طرف منتقل ہو گئے ہو یہاں تک کہ تم اس کے در پے ہوئے کہ ان دو واقعات کو تم نے القاء شیطانی یا غلط کشف کہنا شروع کر دیا۔ وہ کیا حالت تھی اور یہ کیا حالت ہے۔

بگفتا فلانے چہ بدی کند نہ ما من کہ بانفس خودی کند

کسی نے کہا فلاں بُرا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کے ساتھ برا کر رہا ہے...... ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ الصلوات والتحیات والتسلیمات کی متابعت کے پابند انسان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۸)

میاں سید احمد بجواری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس کے برعکس جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اللہ سبحانہ ٗ ہم سب کو اور تم اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت وقائم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر وقت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ تاکہ ولی کے نبی پر افضل ہونے کے وہم کو رفع کیا جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت بھی اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تو تنگی سینہ کے باعث رُخ مخلوق کی طرف نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن نبوت میں کمال انشراح صدر کی بنا پر نہ تو حق سبحانہ ٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے ٗ اور نہ خلق کی طرف توجہ حق سبحانہ ٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے۔ پیوت میں صرف مخلوق کی طرف ہی رُخ نہیں ہوتا تاکہ ولایت کو جس میں رخ حق کی طرف ہوتا ہے ٗ نبوت پر ترجیح دیں۔ عیاذا باللّٰہ سبحانہ ٗ۔

صرف مخلوق کی طرف رُخ رکھنا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ شان نبوت بہت بلند و برتر ہے۔ اس معنی کا سمجھنا ارباب سکر پر دشوار ہے۔ مستقیم الاحوال اکابر ہی اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ ع

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ میاں شاہ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم ان فقراء (مجدد صاحب اور ان کا خاندان) کے ساتھ تعلق قرابت رکھتا ہے۔ ان کے والد مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے ہیں اور صاحب مرتبہ۔ اب نابینا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس جا کر ملازمت کرے۔ اس بارے

میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند رہے گا۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۰۹)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا:

سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہٗ کو بھلا دینے کے بیان میں۔

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (بخاری و مسلم)	یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہمنشین بدنصیب نہیں۔
وَهُمْ جُلَسَآءُ اللّٰهِ.	یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔
بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ (بخاری شریف)	انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔

امراضِ باطنی اور عللِ معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہٗ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سورہ زمر)	سُن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ شریک کو غالب کر دیا جائے۔ نہایت بے حیائی کی بات ہے کہ غیر حق سبحانہٗ کی محبت کو حق تعالیٰ کی محبت پر اس طرح غالب کر دیا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے آگے بالکل معدوم ہو کر رہ جائے یا مغلوب ہو جائے۔ اور حدیث:

اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ	حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور قلب کے غیر حق کے ساتھ گرفتار ہونے کی علامت یہ ہے کہ قلب ماسوا کو کلیۃً بھول جائے اور اشیاء کو پورے طور پر اس طرح فراموش کر دے کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرنا چاہے تو یاد نہ آئیں۔ تو اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی اس مقام میں کیا گنجائش۔ یہ حالت اہل اللہ کے نزدیک فنا سے تعبیر ہوتی ہے۔ اور یہ فنا اس راہ میں قدم اول ہے۔ اور یہ مقام انوار قدم کے ظہور کا مبدأ ہے اور معارف و حکم کے ورود کا منشا ہے۔ اور اس حالت کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

ہیچ کس راتا نگردد او فنا　　نیست راہ دربار گاہِ کبریا

کوئی شخص جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے بارگاہ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا۔

مکتوب نمبر (۱۱۰)

شیخ صدرالدین کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا اور پورے طور پر جناب حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارباب کمال کی تمناؤں کی انتہاء تک عروج عطا کرے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی ر، ادا کرنا اور جناب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف دوام توجہ ہے۔ اور یہ معنی سید اولین او آخرین علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات ایمنہا کی کامل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں آپ ﷺ کی قولاً، فعلاً، ظاہراً، باطناً، عملاً، اور اعتقاداً کامل اتباع نصیب کر دے۔ آمین یارب العالمین۔

بعد از خدائے ہر چہ پرستند، ہیچ نیست
بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد،

خدا تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس شے کی بھی پرستش کی جائے کچھ نہیں۔ وہ بدنصیب ہے جو ہیچ چیز کو اختیار کرتا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا اگر کوئی چیز مقصود ہے تو وہی معبود ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی عبادت سے اس وقت نجات نصیب ہوگی جبکہ خداوند جل وعلا کے سوا کوئی چیز مقصود نہ رہے۔ اگرچہ وہ مقاصد اُخروی اور بہشتی نعمتوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ یہ مقاصد حسنات میں سے ہیں لیکن مقربین کے نزدیک سیئات میں داخل ہیں۔ جبکہ اُخروی امور کو مقاصد قرار دینے کی نوعیت یہ ہے تو امور دنیویہ کو مقاصد قرار دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا خدا کو سخت ناپسند ہے۔ اور جب سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائی۔ اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے چاہنے والے لعنت ورد کے مستحق کے ہیں۔

الدنیا ملعونة و ملعون ما فیها الّا ذکر اللہ تعالیٰ۔ (ترمذی وابن ماجہ)	دینا ملعون ہے اور اللہ کے ذکر کے سوا جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک سید الاولین والآخرین حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے طفیل اس دنیا کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے نجات عطا کرے۔

مکتوب نمبر (۱۱۱)

شیخ حمید سنبلی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید قلب کو غیر حق سبحانہ سے آزاد کرنے کا نام ہے۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

توحید دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ کی توجہ سے خالی کرنے کا نام ہے۔ جب تک دل ماسوا کی گرفتاری میں مبتلا ہے۔ اگرچہ تھوڑی سی گرفتاری ہی کیوں نہ ہو بندہ اربابِ توحید سے نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کے حصول کے بغیر واحد کہنا اور واحد جاننا اربابِ حصول کے نزدیک فضولیات میں سے ہے۔ ہاں واحد کہنا اور واحد جاننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے وہ ضروری ہے لیکن وہ دوسرے معنی میں ہے۔ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰه اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰه کے درمیان فرق بالکل واضح ہے۔ ایمانی تصدیق قبیلہ علم سے ہے اور وجدانی ادراک قبیلہ حال سے ہے۔ حال کے حاصل ہونے سے قبل حال کے متعلق گفتگو کرنا منع ہے۔

مشائخ کی ایک جماعت نے اس باب میں اگر کچھ باتیں کی ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو معذوری اور غلبۂ حال میں لپیٹے ہوئے کہی ہیں۔

(۲) یا لکھنے اور حال ظاہر کرنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ دوسروں کے حال کی کسوٹی اور ان کی استقامت کا باعث بنیں۔ نیز تا کہ دوسرے اپنے حالات کی کجی کو ان کے حالات کے ترازو پر تول سکیں۔ ان دو صورتوں کے بغیر افشاء اسرار ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اربابِ کمال کے احوال کا تھوڑا سا حصہ ہم بے نصیب لوگوں کو بھی عطا کرے اور بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علٰی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت نصیب فرمائے۔ بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات و التسلیمات.

ایک دوسری تکلیف آپ کو یہ دی جاتی ہے کہ میاں شیخ عبدالفتاح حافظ ذی عزت لوگوں میں سے اور آدمی زادہ ہیں۔ کثیر العیال اور بہت سی لڑکیوں کے باپ ہیں۔ اسباب معاش کی قلت نے ان کو اس امر پر مجبور کیا ہے کہ کریم اور سخی لوگوں کے آستانے تک پہنچیں۔ امید ہے کہ ان کا مقصود پورا ہوگا۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱۲)

شیخ عبدالجلیل تھانیسری ثم جونپوری کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ مزین و آراستہ کریں۔ اس دولت کی موجودگی میں اگر احوال و مواجید بھی عطا کر دیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔ ورنہ اسی دولت کو کافی جانیں گے۔ کیونکہ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت سے موصوف کرے اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کو ہمارا نقد وقت بنائے۔ اور وہ احوال جو ان اعمال کے ثمرات ہیں ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس جل سلطانہ کی طرف کھینچ لے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ
اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

کیونکہ وجد و حال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں۔ ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔ اور ان کیفیات کو سوائے خرابی کے اور کچھ خیال نہیں کرتے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع کے ساتھ جو کچھ مزید عطا فرمائیں ہم اس پر احسان مند ہیں اور شکر بجالائیں گے۔ اور اگر صرف عقائد حقہ کی نعمت ہی عطا فرمائیں اور وجد و حال کی کیفیات میں سے کچھ عطا نہ کریں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں اور ہم راضی اور خوش ہیں۔

اور بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے غلبہ حال اور سکر وقت کے دقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے۔ چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور ہیں۔ امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنا پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں جسے خطا کی صورت میں بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حق علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی جانب ہے۔ کیونکہ علماء کے علوم سنیہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے اخذ کیے گئے ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے۔ اور صوفیہ کے ان معارف کا مقتدا کشف و الہام ہے، جس میں خطا کی گنجائش ہے۔ اور کشف و الہام کی صحت کی علامت علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ مطابقت ہے۔ اگر کشف و الہام میں بال برابر بھی مخالفت ہے۔ تو درستی اور ثواب کے دائرہ سے باہر ہے۔ یہی صحیح علم اور صریح حق ہے۔ اس کے سوا ضلالت و گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا و من التسلیمات افضلہا کی ظاہر و باطن اور عمل و اعتقاد متابعت و پیروی پر استقامت عطا کرے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامت کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۱۳)

جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر ہوا۔

مبتدی کے جذبہ اور منتہی کے جذبہ کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس امر کے بیان میں کہ مجذوبوں کو اوّلاً صرف روح کا شہود نصیب ہوتا ہے۔ جو قلب سے اوپر ہے۔ اور وہ روح کے اسی شہود کو حق جل شانہٗ کا شہود خیال کر لیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

جذب و کشش صرف مقام فوق تک ہوتی ہے۔ فوق فوق تک نہیں ہوتی۔ اور یہی صورت حال شہود وغیرہ میں ہے۔ پس سلوک طے نہ کیے ہوئے مجذوب جو مقام قلب میں ہیں ان کا انجذاب صرف مقام روح تک ہے جو قلب سے اوپر مقام ہے۔ ذاتِ حق تک کشش و انجذاب منتہی لوگوں کا جذبہ ہے جس سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور ابتدائی جذبہ میں صرف انسانی روح کا شہود ہوتا ہے اور چونکہ روح اپنی اصل صورت میں موجود ہے:

[1] اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ   اللہ نے آدم کو اپنی صورت پیدا فرمایا۔

لہٰذا روح کے شہود کو حق تعالیٰ و تقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب کہ روح کے لیے عالم اجسام کے ساتھ ایک گونہ مناسبت ثابت ہے تو کبھی اس شہود کو شہود احدیت در کثرت کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق جل وعلا کا شہود فنائے مطلق کے حصول کے بغیر جو انتہائے سلوک پر متحقق ہوتی ہے متصور نہیں۔

نہ ہیچ کس راتا نگرد او فنا   نیست راہ دربارگاہِ کبریا
بندے کو جب تک فنا حاصل نہ ہو بارگاہِ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا

اور اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ دونوں شہودوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہو تو وہ شہود حق تعالیٰ نہیں۔ اور اگر بے مناسبت ہے تو شہود الٰہی ہے جل وعلا۔ شہود کا اطلاق تنگی عبارت کے باعث ہے۔ ورنہ اس کی طرح نسبت بھی اس کی ذات پاک کی طرح بے کیف و بے مثل ہے۔ ع

چوں رابہ بے چوں راہ نیست
مثل کو بے مثل ذات کی طرف راستہ نہیں مل سکتا

بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اُٹھا سکتی ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۱۴)

صوفی قربان کی طرف لکھا گیا:

---

[1] اس حدیث کی شرح مکتوب نمبر ۹۵ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔

حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم ولہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم بے سروسامان مفلسوں کو سید اولین وآخرین کی اتباع کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔

آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو میدان ظہور میں لایا اور آپ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا، علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اُخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔

مثلاً دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کروڑ ہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ اسی طرح عید فطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفوی نے حکم دیا ہے، ابدالاباد (ہمیشہ) کے روزوں سے جو شرع سے ماخوذ نہیں، بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے اپنے اصحاب پر نگاہ ڈالی، ایک شخص کو جماعت میں موجود نہ پایا۔ اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے، شاید اس وقت سو گیا ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا اگر وہ شخص ساری رات سوتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا تو اسے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے بھی ریاضتیں اور مجاہدے بہت کیے ہیں لیکن شریعت حقہ کے مطابق نہیں، لہٰذا خوار اور بے اعتبار ہیں۔ اگر ان گمراہوں کے ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر وثواب بھی ملا تو وہ بعض دنیوی منافع ہی کی صورت میں ہوگا۔ اور اجر وثواب کے طور پر ساری دنیا کا مل جانا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ بعض دنیوی منافع کے حاصل ہونے کا کیا اعتبار ہے۔ گمراہوں کے مجاہدات اور اعمال شاقہ کی مثال جاروب کش کی ہے۔ جس کی کوشش ومحنت سب سے زیادہ ہے، مگر اس کی مزدوری سب کم ہوتی ہے۔ اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کے موتیوں اور ہیروں کے ساتھ کام میں مصروف ہو۔ ان کا کام تو بہت تھوڑا ہوتا ہے، لیکن ان کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک گھڑی کا عمل ہزار سال کے اجر کے برابر ہو سکتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ جو عمل موافق شریعت واقع ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور خلاف شریعت عمل رب تعالیٰ کی ناپسند ہے۔ پس ناپسندیدہ عمل پر ثواب کے کیا معنی بلکہ عذاب کی توقع ہے۔ اس مضمون کے عالم مجاز میں بہت سے شواہد موجود ہیں، ادنیٰ توجہ سے سامنے آ سکتے ہیں۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

بیمار جس شے سے بھی تعلق قائم کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔ اور کامل شخص کفر کی طرف رخ کرے گا

تو اسے ملتِ حقہ کی شکل دیدے گا۔

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت ہو قائم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۱۵)

ملا عبد الحق دہلوی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جس راہ کو طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ صرف سات قدم ہے

مصرع: ......از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پہنچے اچھی ہے۔

یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں صرف سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

عالم امر میں پہلا قدم رکھنے پر تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

پھر اربابِ کمال کے درجات کے تفاوت کے مطابق تجلیات ذاتیہ میں بندہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حضور سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا کی متابعت سے وابستہ ہے۔ اور جن بزرگوں نے اس راستے کو دو قدم قرار دیا ہے انہوں نے اجمال کے طور پر اس سے عالم خلق اور عالم امر مراد لیے ہیں، طالبانِ حق پر معاملہ آسان کرنے کے لیے لیکن اصل بات وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کی ہے اسے ذہن نشین کرنا چاہیے۔

مکتوب نمبر (۱۱۶)

ملا عبد الواحد[1] لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

---

[1] آپ ان خوش قسمت حضرات میں سے ہیں جنہیں حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ نے امام ربانی قدس سرہٗ کی خدمت میں برائے تربیت بھیجا۔ آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادۃ تھے۔ ایک روز آپ نے ذوق وکیف کی حالت میں اپنے ایک پیر بھائی سے دریافت کیا جنت میں نماز ہوگی؟ اس نے جواب میں کہا وہاں نماز نہیں کیونکہ وہ دار جزا ہے دار عمل نہیں۔ آپ نے آہ نکالی اور رو پڑے۔ اور فرمایا جہاں اس بے نیاز ذات کی عبادت وبندگی نہیں وہاں زندگی کس طرح گزرے گی۔ ملا عبد الواحد کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک سبزی فروش بوڑھا آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کی بڑی عزت کی جس سے دوسروں کو حیرانی ہوئی۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اس عزت افزائی کا راز دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شخص ابدال میں ہے۔ (زبدۃ المقامات)

اس بیان میں کہ قلب کی سلامتی اس کے ماسوا کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اور دنیوی امور میں زیادہ مصروف ہونے سے رُوکنے میں تا کہ دنیا کے ساتھ الفت و رغبت پیدا نہ ہو۔

عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ اور سلامتی قلب کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ ہاں ہاں دل کی سلامتی ماسوائے حق تعالیٰ کے ہر شے کو بھول جانے پر موقوف ہے۔ اس حد تک کہ اگر غیرِ حق کا خیال تکلف و کوشش سے بھی لانا چاہیں تو نہ آئے۔ اس صورت میں غیر خدا کا گزر دل پر نہیں ہو سکتا۔ اس حالت کو فنائے قلبی سے تحریر کرتے ہیں۔ اور یہ اس راہ میں قدم اول ہے۔ اور اس سے درجات استعداد کے مطابق مراتب ولایت کے کمالات کی بشارت ملتی ہے۔ ہمت بلند رکھیں۔ اخروٹ و منقی یعنی معمولی اشیاء پر قناعت نہ کریں۔

[1] اِنَّ اللّٰہ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست بناتا ہے۔

دنیوی امور میں زیادہ رغبت سے خطرہ ہے کہ اس کمینی دنیا کے کاموں میں ہی نہ کہیں الجھ جاؤ دل کی موجودہ سلامتی سے دھوکا نہ کھا جائیں۔ کیونکہ اس حالت کے چھن جانے کا امکان ہے۔ اور دنیوی اشتغال کی طرف حتی المقدور رُخ نہ کریں تا کہ تا کہ دنیا سے ہی لگاؤ پیدا نہ ہو جائے۔ اور یہ بات نقصان میں ڈال دے (عیاذاً باللہ سبحانہٗ) فقر میں جاروب کشی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ساری ہمت اس طرف مبذول کرنی چاہیے کہ فقر و نامرادی ہی میں زندگی گزر جائے جس قدر شیر سے بھاگتے ہو اس سے زیادہ دولت اور ارباب دولت سے دور بھاگو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۱۷)

ملا یار محمد[2] قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ابتداء قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔ اور انتہاء میں جا کر یہ تبعیت باقی نہیں رہتی۔

امید ہے کہ مولانا یار محمد نے ہمیں فراموش نہیں کیا ہوگا۔ ایک عرصہ تک چونکہ قلب حس کے تابع رہتا

---

[1] الجامع الکبیر للسیوطی بروایت ابن حبان طبرانی خرائطی ابن عساکر اور ضیا مقدسی بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

[2] انھیں یار محمد قدیم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے بعد ایک اور یار محمد حضرت کے آستانہ شریف پر پہنچے۔ بعد میں آنے والے جدید کہلائے۔ دفتر اوّل کے مکاتیب کے جامع بھی یار محمد جدید ہیں۔ حضرت مولانا یار محمد قدیم حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا حضور اور ان کی نسبت آپ میں نمایاں تھی۔ کثیر السکوت اور کثیر المراقبہ تھے۔ ولایت بدخشاں آپ کا وطن مالوف تھا۔ تلاش حق میں نکلے اور عنایت ربانی نے آپ کو سرہند شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے منبع برکات و خیرات آستانہ عالیہ تک پہنچا دیا۔

ہے۔ اس لیے جو چیز حس سے دور ہوتی ہے قلب بھی اسے دور محسوس کرتا ہے۔ حدیث مبارک

من لم یملک عینہ، فلیس القلب عندہ،

جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل اس کے قابو میں نہیں ہوتا۔

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور نہایت کار میں چونکہ قلب حس کے تابع نہیں رہتا، اس بنا پر حس سے دوری قرب قلبی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی لیے مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے دور رہنے کو جائز نہیں رکھا۔

الغرض ”جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے۔“ کے مطابق اسی طریقہ پر قائم رہیں، اور ناجنس لوگوں کی صحبت سے پوری طرح اجتناب کریں۔

میاں شیخ مزمل کی تشریف آوری کو سعادت کا پیش خیمہ خیال کرتے ہوئے ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور زیادہ وقت ان کی صحبت میں گزاریں۔ کیونکہ شیخ مزمل بے نظیر شخصیت ہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۱۸)

ملا قاسم علی چشتی کی طرف صادر فرمایا۔

اس جماعت کی نامرادی اور خسارے کے بیان میں: جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔

محبت کے نشانات والے مولانا قاسم علی نے جو خط ارسال کیا تھا موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا

جو شخص نیک کام کرے گا اپنے ہی نفع کے لیے کریگا اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پر آ کر رہے گا۔

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: ”الٰہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہمارے طعن و تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ترسم آں قوم کہ بر دُرد کشاں می خندند
بر سر کار خرابات کنند ایماں را

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ جو مے نوشوں پر ہنستے ہیں، شراب خانہ میں کہیں اپنا ایمان ہی نہ ضائع کر بیٹھیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ تمام اہل اسلام کو فقراء (اولیاء اللہ) کے انکار اور ان پر اعتراض سے بچائے بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات

مکتوب نمبر (۱۱۹)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب اور اس امر کے بیان میں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کامل حضرات اپنے بعض ناقص مریدوں کو بعض اچھی نیتوں کے تحت تعلیم طریقت کی اجازت دے دیتے ہیں۔

جناب میر صاحب کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ یہ راستہ دیوانگی چاہتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

لَنْ يُؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ	تم میں سے اس وقت تک ہرگز کوئی بھی مومن نہیں ہوگا۔ جب تک لوگ اسے دیوانہ نہ کہیں۔

اور جب دیوانگی آئی تو بندہ زن و فرزند کی تدبیر سے فارغ ہو گیا اور اِدھر اُدھر کے تفکرات سے نجات حاصل ہو گئی۔ یہ دیوانگی آپ کی طبیعت و سرشت میں موجود ہے۔ لیکن بے فائدہ عوارض کی خس و خاشاک میں آپ نے اسے چھپا رکھا ہے۔ کیا کیا جائے۔ اس ظاہری جدائی کے باعث آپ میں کچھ زیادہ ہی بے مناسبتی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا جلد تدارک کریں۔ اور بے استطاعتی کو عین استطاعت جانتے ہوئے اس ظاہری دوری کو دور کریں۔ اس گروہ صوفیاء کی جمعیت (دل جمعی) باقی مخلوق کی دلجمعی کے علاوہ ہے۔ جو اسباب دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہیں وہ ان کے لیے تفرقے اور بے چینی کا سبب ہیں۔ مخلوق کی پراگندگی کے اسباب اختیار کرنے چاہیں تا کہ جمعیت حاصل ہو۔ اور اگر بفرض محال مخلوق کی جمعیت کے اسباب میں ہی اس گروہ کو بھی جمعیت عطا کر دیں تو ایسی جمعیت سے ڈرنا چاہیے اور جناب حق سبحانہٗ میں التجا کرنی چاہیے تا کہ یہ جمعیت بلائے جان نہ بن جائے۔ اور دوسروں کے حالات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اختلاف درجات کے مطابق تمام مراتب نقص دور ہونے سے پہلے ہے۔ ع

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں

مشائخ طریقت نے بعض مریدوں کو ان کے تمام مراتب سلوک طے ہونے سے پہلے بھی تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے۔[1]

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے حضرت مولانا یعقوب[2] چرخی کو تعلیم طریقت اور بعض منازل سلوک طے کرانے کے بعد فرمایا "اے یعقوب! جو کچھ ہم سے تجھے ملا ہے اس مخلوق تک پہنچا دے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کو یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد مولانا علاؤ الدین کی خدمت میں رہنا۔ چنانچہ آپ

---

[1] تو مرید کو ایسی اجازت ملنے سے غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور اپنے آپ کو کامل نہیں سمجھ لینا چاہیے۔

نے زیادہ کام حضرت علاؤالدین ہی کی خدمت میں انجام دیا۔ یہاں تک کہ مولانا عبدالرحمٰن[۳] جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں آپ کو پہلے خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں شمار کیا ہے۔ ورد وسرے درجے پر آپ کی نسبت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس تفرقہ اور پراگندگی کا علاج ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ بار بار اور بڑی تاکید سے یہ مضمون آپ کو لکھا گیا ہے۔

سنا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیار کر لی ہے۔ اور فقراء کی وضع اور ان کے طور طریقے کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس، کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں ڈال دیں۔ اب اس شخص کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا نوکری میں اسے جمعیت نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر حاصل ہوگی تو بھی بُری ہے، اور اگر حاصل ہوگی تو بدتر۔

اے اللہ! ہمیں ہدات دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بے اندازہ عطا فرمانے والا ہے۔ والسلام۔

---

۲ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کے اونچے درجے کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ آپ کا اصل وطن علاقہ غزنیں میں قصبہ جرجند ہے۔ آپ عرصہ دراز تک حضرت خواکہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارکہ قصبہ ہلغتو علاقہ حصار میں ہے۔

آپ فرماتے ہیں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

اذا جالستم اهل الصدق فاجلسوهم	جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صاف دل
بالصدق فانهم جواسيس القلوب	سے بیٹھو کیونکہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس میں جو
يدخلون فی قلوبكم و ينظرون الی	تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور
هممكم	تمہارے ارادوں کو دیکھتے ہیں۔

۳ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصل لقب عمادالدین ہے۔ لیکن نورالدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ۸۱۷ھ شعبان المعظم کی ۲۳ تاریخ بوقت عشاء قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ آپ امام الائمہ کا شف الغمہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد وکرام پہلے اصفہان کے محلہ رشت میں رہتے تھے۔ حوادث زمانہ کے باعث ترک وطن کر کے ولایت جام میں اقامت پذیر ہو گئے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل لے کر مولانا جنداصولی کے درس میں شریک ہوئے۔ اور ان سے شرح مفتاح اور مطول وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد

مکتوب نمبر (۱۲۰)

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

شاید حضرت میر صاحب نے ہم کو فراموش کر دیا ہے کہ کبھی سلام و پیام سے یاد نہیں فرمایا۔ فرصت بہت کم ہے اُسے نہایت اہم کلام ہی میں صرف کرنا چاہیے۔ اور وہ ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ صحبت کے برابر کسی شے کو نہ جانو۔ چاہے کوئی ہی چیز ہو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ و بارک کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی سب لوگوں پر صحبت کی بنا پر ہی فضیلت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اویس قرنی اور عمر مروانی سے افضل تھے۔ باوجودیکہ دونوں بزرگ صحبت رسول علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام درجات کی نہایت اور تمام کمالات کی غایت تک پہنچ چکے تھے۔ اسی صحبت کی فضیلت کی بنا پر ہی حضرت امیر معاویہ کی خطا ان دونوں کے صواب سے بہتر اور عمرو بن العاص کی سہو و بھول ان دونوں کی ہوش و بیداری سے افضل تھی۔ کیونکہ ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان رسول پاک علیہ السلام کی زیارت، فرشتوں کے نزول و حضور، مشاہدہ وحی اور معائنہ معجزات کی وجہ سے شہودی ہو چکا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا اور کسی کو بھی یہ کمالات نصیب نہیں ہو سکے جو باقی تمام کمالات کی جڑ اور اصل ہیں۔ اگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت کی یہ فضیلت اس خاصیت کے ساتھ جان لیتے تو انہیں صحبت کی اس فضیلت کے پانے سے کوئی چیز نہ روکتی۔ اور نہ ہی وہ صحبت کی اس فضیلت پر کسی اور شے کو ترجیح دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت مدقق و محقق شاگرد مولانا خواجہ علی سمرقندی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد مولانا سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک عالم مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے استفادہ کیا اور ان سے تلویح اور مطول کے کچھ مقامات پڑھے۔ پھر آپ سمرقند میں محقق وقت قاضی روم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی روم نے آپ کی جودت طبع اور قوت تصرف کی بڑی تعریف کی۔ پہلے آپ نے مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم اور اسرار و معارف کا استفادہ کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق علم باطن کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۵۴ ہے جو نہایت بلند پایہ ہیں۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ نفحات الانس میں آپ کی وفات کا حال بیان کیا ہے جو مختصراً یہ ہے کہ:

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروز اتوار ۱۳ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں بیمار ہوئے۔ اس سے چھٹے روز بعد جمعہ مبارک کے دن علی الصبح آپ کی نبض چلنا بند ہوئی اور عین نماز صبح کے وقت آپ کی روح پر فتوح قفس عنصری سے پرواز کی گئی اور آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات آیہ کریمہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا سے نکلتی ہے۔

سکندر دائی بخشند آبے   بزور رو زر میسر نیست ایں کار

سکندر کو آب حیات عطا نہیں کرتے۔ زور زر سے یہ کام حاصل نہیں ہوتا۔

اے اللہ! اگرچہ تو نے اس دنیا میں ہمیں طبقہ صحابہ سے پیدا نہیں فرمایا۔ مگر آخرت میں بحرمت سیّد المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات ہمیں گروہ صحابہ میں اٹھانا۔ (آمین) والسلام

مکتوب نمبر (۱۲۱)

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم قرار ہو چکا ہے اور بعض دوست چھ قدم میں اپنی منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

حضرت میر صاحب کے ہر وقت بے شمار دُعائیں شامل حال ہوں۔ مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ اور یہاں کے فقراء کی خبر گیری نہیں فرمائی۔ الحمدُ للہ سبحانہ، والمنة (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ فقراء خوش حال ہیں۔ اجمال کے طور پر تھوڑی سی بات بیان کرتا ہے:

اے محبت کے نشانات والے! یہ سلوک کا راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت نے چھ قدم ہی میں اپنے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور ایک گروہ نے پانچ قدم میں۔ اور ایک گروہ نے چار قدم اور ایک نے اپنے درجات کے فرق کے مطابق تین قدم ہی میں منزل مقصود کو پا لیا ہے۔ تین قدم والا بھی لوگوں کو اس راستہ کی تعلیم دے سکتا ہے، تو وہ جماعت بطریق اولیٰ اس راستہ کی تعلیم دے سکتی ہے جو کئی قدم آگے جا چکی ہے۔ بلند ہمتی درکار ہے۔ حقیر و معمولی اشیاء پر کفایت کرنا ٹھیک نہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۲۲)

ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ آ جائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔

مولانا محمد طاہر خط کا جواب دیر سے دینے میں ہمیں معذور جانیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بتا دیں گے۔

جب آپ ہندوستان کے سفر کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو چلے جائیں اور اہل و عیال کی خبر گیری کریں۔ والباقی عند التلاقی۔ "باقی ملاقات کے وقت" مثل مشہور ہے۔

دل کی دائمی حضور اور اغیار کے میل جول سے پرہیز ضروری ہے۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے۔ اور جو کچھ ہاتھ آئے جائے اس پر کفایت نہیں کرنی چاہیے۔

ما از پئے نورے کہ بود مشرق انوار
از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گزشتیم

ہم اس نور کی خاطر جو مشرق انوار بنا ہوا ہے، جانب مغرب ستاروں اور فراخ وکشادہ طاق سے آگے گزرے گئے ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر فقراء سیراب ہو جانے اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ ان کی صحبت ومجالست زہر قاتل ہے۔ ان سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اسی طریقہ پر کاربند ہیں اور واقعات کو کچھ اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ تاویل کی گنجائش کا میدان بڑا وسیع ہے۔ خواب وخیال کے مکروہ فریب میں نہ آئیں۔

کیف الوصال الٰی سعاد و دونہا
قلل الجبال و دونہن خیوف

(ترجمہ): سعاد (معشوقہ) تک پہنچنا آسان نہیں۔ کیونکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور خوفناک نشیب وفراز حائل ہیں۔ والسلام۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے حصہ دوم دفتر اوّل کا اُردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ و صلی اللہ تعالیٰ عَلٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا محمّد و علیٰ اٰلہ و صحبہٖ اجمعین وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الرحمین.

---

[1] آپ اوّلاً فوج میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ جبکہ فوج کوئی قلعہ سر کرنے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی، آپ کو خواب میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے خلفاء کرام اور صحابہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو فرمایا یہ سفر ختم ہونے کے بعد تم فوج سے چلے جانا اور فقر و تجرید کا راستہ اختیار کرنا۔ اس سفر سے واپسی پر آپ نے ایسا ہی کیا اور کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بزرگ نے آپ کو فرمایا تمہارا حصہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور دہلی و لاہور کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے چند روز کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہ، کا وصال ہو گیا۔ تو آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ شریف کے ہو کر رہ گئے۔ اور اس آستانہ سے اپنے فقر و عرفان کا حصہ پا لیا۔ آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ خلوت وجلوت میں عالم بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوتے تھے اور مدت تک دیدار حبیب کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر جونپور کی طرف روانہ فرمایا۔

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اوّل ــــ حصہ سوئم

تالیف مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح وحواشی وترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354

فہرست مکتوبات امام ربّانی (اُردو) حصہ سوم (۳) دفتر اوّل

مضمون — صفحہ

مکتوب نمبر (۱۲۳)

اس بیان میں کہ ادائے نفل اگرچہ بیت اللہ میں ہو۔ اگر فرائض میں سے کسی فرض کے فوت ہونے کا باعث ہو تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔ ۲۹۶
اپنے احوال کی تفتیش کرتے رہنا چاہیے کہ نفلی عبادت میں مصروف ہو یا فرض میں۔ ......
ایک نفل حج کے لیے اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا ٹھیک نہیں۔ ......

مکتوب نمبر (۱۲۴)

اس بیان میں کہ استطاعت راہ وجوب حج کی شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج کی ادائیگی حصول مطلوب کی نسبت تضیع اوقات میں داخل ہے۔ ۲۹۷
فقراء (اولیاء اللہ) کی محبت میں عدم فتور عظیم سعادت کی نشانی ہے۔ ......
اہم کام کو چھوڑ کر غیر اہم میں مشغول ہونا غیر مناسب ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۲۵)

اس بیان میں کہ عالم صغیر (انسان) اور عالم کبیر (جہان) صفات اور اسمائے الٰہی کے مظاہر ہیں عالم کو صانع کے ساتھ مظہریت اور مخلوقیت کے سوا کچھ مناسبت نہیں۔ ......
مضمون — صفحہ
اللہ تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہو۔ ......
جہان اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور اس کے شیونات پر دلالت کرنے والا ہے۔ ۲۹۸
اس بات کا بیان کہ اتحاد اور عینیت اور احاطہ اور معیت اور سُریان ذاتی کا حکم سُکر میں سے ہے۔ ......
کشف صحیح والے حضرات حق تعالیٰ کو بسیط حقیقی جانتے ہیں۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت ......
ایک ذات موجود تسلیم کرنا اور اس کے ماسوا کو اوہام وخیالات قرار دینا سوفسطائیہ کا مذہب ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۲۶)

اس بیان میں کہ طالب کو چاہیے کہ تمام انفسی اور آفاقی آلہہ کی نفی کرے۔ ۲۹۹
جو کچھ فہم و وہم کے حوصلہ میں آئے اس کی نفی لا کے تحت لا کر کرنی چاہیے۔ وجود کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اس ذات کو وجود کے ماورا میں تلاش کرنا چاہیے۔ ......
وجود واجب زائد علی الذات ہے۔ ۳۰۰
وجود کو عین ذات کہنا کوتاہ نظری کے باعث ہے شیخ علاؤ الدولہ کے قول کی نقل ......
اس درویش کو مرتبہ وجود سے اوپر گزار کر لے گئے۔ وجود کو راہ ہی میں چھوڑ گیا۔ ......

مضمون صفحہ

الغرض حوصلہ ممکن میں جو کچھ آتا ہے وہ بطریق اولیٰ ممکن ہی ہوتا ہے ......
فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے۔ ......
بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے کہ اس ذات سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے اور اس کا کچھ نشان بھی معلوم نہ ہو۔ ......

مکتوب نمبر(۱۲۷)

اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ حسنات میں سے ہے لیکن مطلب حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری میں داخل ہے۔ ۳۰۱
اللہ کا حق تمام خلائق کے حقوق پر مقدم ہے مخلوق کے حقوق کی ادائیگی خدا تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کی وجہ سے ہے۔ ......

مکتوب نمبر(۱۲۸)

بلند ہمتی کی ترغیب اور مطلب بے چونی کے سوا کسی شے پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔ ۳۰۲
المرء مع من احبّ ......
مطلب کو وراء الورا میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس معنی کا حصول شیخ مقتداء کی توجہ سے وابستہ ہے اور اس کی توجہ مرید کے اخلاص اور محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔ ......

مکتوب نمبر(۱۲۹)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے اور جامعیت کا باعث ہے۔ ......
بہترین مخلوقات بھی انسان اور بدترین مخلوقات بھی یہی ہے۔ ۳۰۳
تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد انبیائے کرام اور دوسرے اولیاء ہیں۔ ......

مکتوب نمبر(۱۳۰)

اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا کچھ اعتبار نہیں ......

مکتوب نمبر(۱۳۱)

حضرات خواجگان کے طریقہ کی شان کی بلندی کے بیان میں۔ ۳۰۴
یہ جان لیں کہ حضرات خواجگان کا طریقہ مطلوب تک پہنچانے میں تمام دوسرے طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ ......
دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے یہ سب کچھ سنت کی پابندی اور بدعت سے بچنے کی وجہ سے ہے۔ احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا گیا ہے۔ ......
بعض متاخرین خلفاء نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں رائج کر دی ہیں۔ ۳۰۵
مثلاً نماز تہجد' جماعت اور پوری جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل مکروہ ہے۔ ......
نماز تہجد میں ایک دوسری بدعت کا بیان۔ ......

مکتوب نمبر(۱۳۲)

دولت مندوں کی صحبت سے اجتناب اور فقراء

مضمون صفحہ

کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔ ۳۰۶

فقراء کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ......

ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم ......

مکتوب نمبر (۱۳۳)

اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ ۳۰۷

رسوم وعادات سے کچھ کام نہیں بنتا۔ ......

ھلک المسوفون ......

مکتوب نمبر (۱۳٤)

تسویف (تھوڑی دیر کو یہ کام کرلوں گا) اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔ ۳۰۸

مکتوب نمبر (۱۳۵)

ولایت عامہ اور خاصہ کے بیان میں۔ ......

ولایت خاصہ محمدیہ عروج و نزول کے دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے تمام مراتب ولایت سے ممتاز ہے۔ ......

آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا۔ اور آپ رویت بصری سے مشرف ہوئے۔ آپ کے کامل متبعین کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ ۳۰۹

مکتوب نمبر (۱۳٦)

مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔ ......

مضمون صفحہ

درویشی میں طول امر کفر ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۳۷)

نماز کی شان کی بلندی کے بیان میں۔ ۳۱۰

عبادات میں لذت اور ان کی ادائیگی میں کلفت کا دور ہو جانا خصوصاً ادائے نماز میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ وہ لذات جو نماز میں نصیب ہوتی ہے۔ اس میں نفس کا کچھ حصہ نہیں۔ ......

مکتوب نمبر (۱۳۸)

کمینی دنیا کی مذمت اور برائی میں اور ارباب دولت سے دور رہنے کے بیان میں۔ ۳۱۱

دنیا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ ......

ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم ......

دنیاداروں کی صحبت و مجلس زہر قاتل ہے۔ ......

حدیث من تواضع لغنی لغناہ ذھب ثلثا دینہ ۳۱۲

مکتوب نمبر (۱۳۹)

اس بیان میں کہ اس بدنصیب گروہ کی مذمت کرنا جائز ہے جو اہل اللہ پر اعتراض کرتا ہے۔ ......

مخلوق کی طرف سے ایذاء اور ملامت عشق کے تحفوں میں سے ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱٤۰)

اس میں بیان میں کہ رنج و محنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ ۳۱۲

مضمون — صفحہ

مکتوب نمبر (۱۴۱)

اس بیان میں کہ اس کام (راہ معرفت) میں عمدہ کام اخلاص و محبت ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۴۲)

اس بیان میں کہ ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی سی بھی نصیب ہو جائے تو وہ تھوڑی نہیں۔ ۳۱۴

مکتوب نمبر (۱۴۳)

اس بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جاننا چاہیے اور لہو و لعب میں صرف نہیں کرنا چاہیے۔ ۳۱۵

مکتوب نمبر (۱۴۴)

سیر و سلوک کے معنی کے بیان مین اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دو اور سیروں کا بیان ۳۱۶
سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ ولایت کے حاصل کرنے کے لیے ہیں، اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حصول کے لیے ہے۔ ۳۱۷

مکتوب نمبر (۱۴۵)

اس بیان میں کہ نقشبندی مشائخ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس سرّ کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں ہوتے ہیں۔ ۳۱۸

مکتوب نمبر (۱۴۶)

سبق کے تکرار کی نصیحت کے بیان میں۔ ......
ایسا نہ ہو کہ دنیا کی کرّ و فر طالب کو جگہ سے ہلا دے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۴۷)

اس بیان میں کہ گسستن پیوستن پر مقدم ہے یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ۳۱۹
اس بارے میں مشائخ کے تین گروہ ہیں ......

مکتوب نمبر (۱۴۸)

اس بیان میں کہ سیر الی اللہ کا اظہار کرنے والا بے حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیات کے توسّل کے فریب میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں در حقیقت اپنے شیخ مقتدا کے لطائف ہوتے ہیں۔ ۳۲۰

مکتوب نمبر (۱۴۹)

اس بیان میں کہ نظر کسی معین سبب پر نہیں گاڑھ دینی چاہیے۔ ......
لوگوں کی گفت و شنید سے دلگیر نہیں ہونا چاہیے ۳۲۱

مکتوب نمبر (۱۵۰)

اس بیان کہ مطلوبیت کے شایان شان صرف ذات حق سبحانہٗ ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۱۵۱)

طریقہ حضرات خواجگان کی بزرگی کے بیان میں۔ اور "یادداشت" کا وہ معنی جو ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۳۲۲

مکتوب نمبر (۱۵۲)

اس بیان میں کہ رسول کی اطاعت میں عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ......

مضمون	صفحہ
بعض مشائخ نے حالتِ سکر میں ایسی باتیں کہی ہیں جو دو اطاعتوں کے درمیان فرق کی خبر دیتی ہیں۔	۳۲۳
مکتوب نمبر (۱۵۳)	
اس بیان میں کہ ماسوا کی غلامی سے مکمل آزادی فناء مطلق سے وابستہ ہے۔	۳۲۴
احوال و مقامات میں گرفتار غیر میں گرفتار ہے۔	۳۲۵
مکتوب نمبر (۱۵٤)	
اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہیے اور اپنے اندر آنا چاہیے۔	......
دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالَ جو کچھ ہے تیری گودڑی کے نیچے ہے۔	۳۲۶
سیر آفاقی دوری ہی دوری پر مشتمل ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ہے جو شخص اسے حلول یا اتحاد سمجھے وہ احمق اور گمراہ ہے۔ اس مقام کے حاصل ہونے سے قبل اس میں غور و فکر کرنا ممنوع ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۵۵)	
اپنے اصل کی طرف رجوع کی ترغیب کے بیان میں	......
حُبّ الوطن من الایمان صحیح حدیث ہے۔	۳۲۷
بے چارہ کہاں جائے۔ اس کی پیشانی تو اس کے ہاتھ میں ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۵٦)	
اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی ترغیب کے بیان میں	......
المرء مع من احب	......

مضمون	صفحہ
بہر صورت چند روزہ زندگی فقراء کے ساتھ بسر کرنی چاہیے۔	۳۲۸
مکتوب نمبر (۱۵۷)	
اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیے کہ اپنے آپ کو خالی تصور کرے۔ تا کہ پر ہو کر واپس آئے۔ اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہییں۔	......
حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے کہ اوّل خستگی اور عاجزی درکار ہے۔ پھر کسی شکستہ دل کی توجہ مبذول ہوگی۔	......
جو کچھ لازم اور ضروری ہے اول یہ ہے کہ عقائد درست کیے جائیں۔ دوم احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا۔ سوم اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ چہارم تصفیہ اور تزکیہ کا راستہ اختیار کرنا۔	۳۲۹
مکتوب نمبر (۱۵۸)	
اس بیان میں کہ مراتب کمال میں فرق استعدادوں کے فرق کے مطابق ہے۔	۳۳۱
مکتوب نمبر (۱۵۹)	
ماتم پرستی کے بیان میں۔	......
آلام اور مصائب بظاہر تلخ ہیں لیکن باطن میں شیریں ہیں	......
حدیث ما المیت الا الغریق المتغوث ینتظر دعوۃ الخ.	۳۳۲
مکتوب نمبر (۱٦۰)	......

مضمون | صفحہ

اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں اور ہر گروہ کے حال کی شرح ۳۳۳
پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔ ......
دوسرا گروہ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل قرار دیتا ہے اور بطریق ظلّیت عالم کو خارج میں مانتا ہے۔ ۳۳۴
تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں صرف ایک ذات موجود ہے اور بس الخ ......
الاعیان ما شمت رائحة الوجود ......
تیسرا گروہ بھی اگرچہ واصل اور کامل ہے مگر اس کی باتوں نے مخلوق کو ضلالت اور بے دینی تک پہنچایا ہے۔ ۳۳۵
پہلا گروہ سب سے کامل، سب سے زیادہ محفوظ اور کتاب وسنت کے ساتھ سب سے زیادہ موافق ہے اور اس کا بیان۔ ۳۳۶
اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو نہایت مقامات ہے مکمل حصہ ہے۔ ......
یہ درویش بھی پہلے توحید وجودی کا معتقد تھا۔ الخ ......

مکتوب نمبر (۱۶۱)

اس بیان میں کہ منازل سلوک طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے جو اطمینان سے وابستہ ہے۔ ۳۳۷
اس امر کا بیان کہ اطمینان نفس کب میسر آتا ہے۔ ......
سلامتی قلب کی نشانی ......

مکتوب نمبر (۱۶۲)

ماہ رمضان مبارک کی فضیلت کے بیان میں اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت کا بیان اور کھجور کی جامعیت کا بیان ۳۳۸
حدیث اکرموا عمتکم النخلة الخ ۳۳۹
حدیث نعم سحور المؤمن التمر ......

مکتوب نمبر (۱۶۳)

اس بیان میں کہ ایمان اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ۳۴۰
کفار سے جہاد اور ان پر سختی خلق عظیم میں داخل ہے۔ ......
اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کی عزت کی اس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔ ......
کفار کو اپنی مجالس میں جگہ دینا اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنا انہیں عزت دینے میں داخل ہے۔ ......
انہیں کتوں کی طرح جاننا چاہیے ......
کفار سے دوستی کے نقصان کا بیان ۳۴۱
جزیہ لینے سے مقصود کا بیان ......
اسلام کے حصول کی علامت کفار کے ساتھ بغض وعناد رکھنا ہے۔ ......
کفار سے دعا انہیں طلب کرنی چاہیے۔ ......
جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت

مضمون	صفحہ
دنیا کی ضد ہے۔	۳۴۲
ترک دنیا دو طرح پر ہے۔	......
سونے چاندی اور ریشم کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔	......
مباح امور کے دائرے کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ حل و حرمت کے بارے میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔	۳۴۳
مکتوب نمبر (۱۶۴)	
اس بیان میں کہ حق سبحانہ کا فیض خاص و عام پر ہر وقت ہمیشہ وارد ہوتا رہتا ہے۔ اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق مخلوق کی طرف سے ہے۔	......
حق تعالیٰ سے منہ پھیرنے کی صورت میں دنیا اور اس کی نعمتیں عین خرابی ہیں۔	۳۴۴
مکتوب نمبر (۱۶۵)	
صاحب شریعت کی متابعت اور اس کی شریعت سے بغض و عداوت کرنے والوں کے بیان میں۔	......
کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دشمنوں سے کامل بغض رکھا جائے۔	......
اہل ہوا اور بدعت کو خوار رکھنا چاہیے	......
حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام.	......
مکتوب نمبر (۱۶۶)	
اس بیان میں کہ چند روزہ زندگی پر دارومدار	

مضمون	صفحہ
نہیں رکھنا چاہیے۔ اور ذکر کثیر کے ذریعہ مرض قلبی کا ازالہ کرنا چاہیے۔	۳۴۶
وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہو اس سے خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وہ روح جو حقیر اشیاء کی طرف مائل ہو نفس امارہ اس سے بہتر ہے۔	......
حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اپنے کرتے کے پہننے کا حکم دینا اور اس سے نتائج کا منتظر رہنا' کیونکہ وہ کرتہ مبارک کثیر البرکت ہے۔	۳۴۷
مکتوب نمبر (۱۶۷)	
پروردگار عالم کی بندگی کی ترغیب اور باطل الہوں کی پرستش سے بچنے کے بیان میں۔	......
اللہ تعالیٰ کی صفت کہ وہ بے کیف و بے مثال ہے اور وہ باپ اور فرزند سے پاک ہے۔ اور رام کرشن کے الٰہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھنا اور ہندوؤں کے خداؤں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق	۳۴۸
مکتوب نمبر (۱۶۸)	
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بلندی شان کے بیان میں اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی چیزیں رائج کر دی ہیں۔	۳۴۹
مکتوب نمبر (۱۶۹)	
اس مرید کے سوال کے جواب میں جس نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر تو بھی میرے خاص وقت میں مداخلت کرے گا تو تیرا سر تن سے جدا کر دونگا	

مضمون — صفحہ

پیر نے اس کی بات کو پسند کیا۔ ۳۵۱
ابتداء اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ ۳۵۲

مکتوب نمبر (۱۷۰)

اس بیان میں کہ آدمی کے لیے جس طرح اوامر و نواہی کی بجا آوری کے بغیر چارہ نہیں، حقوق مخلوق کی ادائیگی کی رعایت کے بغیر بھی چارہ نہیں۔ ......

مکتوب نمبر (۱۷۱)

اس بیان میں کہ جو کچھ فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے کو ذلیل جانیں اور محتاج خیال کریں۔ اور وظائف عبودیت بجالاتے رہیں، اور حدود شرعیہ کی حفاظت کریں، اور متابعت سنت کو لازم پکڑیں، اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور علام الغیوب کے انتقام کا خوف رکھیں۔ ۳۵۳
حدیث ان اللّٰہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر ۳۵۴
وہ مرید جو طلب کے ارادہ سے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے اسے شیر اور ببر کی طرح خیال کرنا چاہیے۔ ......
اگر فرضاً کسی مرید کے آنے سے فرحت محسوس کریں تو اسے کفر اور شرک جانیں۔ ......
مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منافع کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ ......
حدیث حُبّ الدنیا رأس کل خطیئۃ ......

مضمون — صفحہ

مکتوب نمبر (۱۷۲)

بعض ان اسرار خاص کے بیان میں جو نہایت ہی کم اولیاء اللہ کے حصے آتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں، عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اس کے سبب کا بیان اور اس کی ظاہر شریعت سے مطابقت ۳۵۵
شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت تو وہ ہے جو علماء ظاہر بیان کرتے ہیں۔ اور حقیقت وہ ہے جس کے ساتھ صوفیہ عالیہ ممتاز ہیں۔ ......
جاننا چاہیے کہ تکلیفات شرعیہ قالب اور قلب دونوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ۳۵۶

سوال وجواب

مکتوب نمبر (۱۷۳)

میر محمد نعمان کی طرف، اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کیا تھا۔ اور بعض اسرار غریبہ کا بیان جو نفی واثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ......
معنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کا بیان کہ اس کے دو مقام ہیں اور ہر ایک مقام کے دو اعتبار ہیں۔ ۳۵۷

مکتوب نمبر (۱۷۴)

اس بیان کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت سے تسلی نہیں پکڑتے۔ اور اس بُعد قرب نما سے تسکین نہیں پاتے۔ اور اس بیان میں کہ جو واقعہ

مضمون	صفحہ
لکھا تھا وہ جن کا ظہور تھا	۳۵۹

مکتوب نمبر(۱۷۵)

مضمون	صفحہ
تلوینات احوال کے بیان میں اور تمکین کا حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کا بیان	۳۶۰

مکتوب نمبر(۱۷۶)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ وقت کی حفاظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ شعر خوانی اور قصہ پردازی کو دشمنوں کا حصہ قرار دیتے ہوئے خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیے۔	۳۶۱
ایسی زندگی بسر کرنا چاہیے کہ صحبت میں رہنے والوں کو جمعیتِ قلب نصیب ہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ پراگندگی کا شکار ہو جائیں۔	......

مکتوب نمبر(۱۷۷)

مضمون	صفحہ
آرائے اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کی تصحیح کی ترغیب کے بیان میں۔	۳۶۲

مکتوب نمبر(۱۷۸)

مضمون	صفحہ
ایک شخص کی سفارش اور سردار عالمیاں کی متابعت کی ترغیب میں	......
احسان کرنا ہر جگہ اچھا ہے لیکن قرب و جوار والوں کے ساتھ احسان کرنا خاص کر زیادہ اچھا ہے۔ اور سرور عالمیان علیہ السلام کا اہل جوار کے حقوق کی ادائیگی میں بار بار تاکید فرمانا۔	۳۶۳

مکتوب نمبر(۱۷۹)

مضمون	صفحہ
نصیحت اور وقت جوانی کی غنیمت جاننے اور علوم شرعیہ کی تحصیل کی ترغیب میں	......

مکتوب نمبر(۱۸۰)

مضمون	صفحہ
مخدوم زادہ املکنی کی طرف پیروں کے بعض اسماء کے استفسار میں جن میں تردد اور شک تھا۔	......
خواجہ خاوند سے ملاقات کا ذکر اور حضرت خواجہ خاوند کے کلام کے نقل کرنے اور خواجہ صاحب مذکور کے حال کی شکایت کے بیان میں۔	۳۶۴

مکتوب نمبر(۱۸۱)

مضمون	صفحہ
اپنے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق کی طرف۔ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالاں کہ مقامات زہد و توکل وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہے اور ایک دوسری جماعت کو دیکھتا ہوں جو مراتبِ قرب میں تو فوقیت رکھتی ہے مگر مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔	۳۶۵
صاحب رجوع کے باوجود اکمل ہونے کے اس کے کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اس کے ظاہر کو عوام الناس کی طرح ظاہر پر چھوڑا گیا ہے۔	۳۶۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اطمینان قلب طلب کرنے کے راز کے بیان میں۔	......
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قول مبارک لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا کے راز کے بیان میں۔	۳۶۷

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر(۱۸۲)	
حدیث نبوی ذلک من کمال الایمان کے بیان میں۔	......
مکتوب نمبر(۱۸۳)	
نصیحت اور استقامت و جمیت اور تعلقات پراگندہ کے چھوڑنے کی ترغیب کے بیان مین	۳۶۸
مکتوب نمبر(۱۸٤)	
متابعت سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب کے بیان میں۔	۳۶۹
حضرت جنید کو اُن کے فوت ہونے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اوران کا حال پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ طاحت العبارات الخ	......
مکتوب نمبر(۱۸۵)	
ایک شخص کی سفارش میں۔	......
جو چیز لازم وضروری ہے وہ ماسوائے حق تعالیٰ کی گرفتاری سے قلب کی سلامتی ہے۔	......
اگر ہزار سال بھی زندگی مل جائے دل پر غیر کا گزر نہیں ہوسکتا۔	۳۷۰
مکتوب نمبر(۱۸٦)	
متابعت پر ابھارنے اور بدعت سے بچنے اوراس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔	......
مطلقاً ہر بدعت میں نفی حسن کا بیان	
یہ فقیر کسی بدعت میں بھی حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔	......

مضمون	صفحہ
بعض بدعات کا بیان مثلاً کفن میں عمامے کا زیادہ کرنا اور شملہ بائیں جانب چھوڑنا اور نماز کی نیت زبان سے کرنا۔	۳۷۴
قیاس اور اجتہاد بدعت نہیں ہیں۔	......
مکتوب نمبر(۱۸۷)	
اس بیان میں کہ طریقہ رابطہ (تصور شیخ) تمام طریقوں سے مطلوب تک پہنچانے میں زیادہ قریب راستہ ہےاور مرید کے لیے ذکر سے بھی زیادہ نافع ہے۔	......
حضرت خواجہ احرار کا قول مبارک کہ رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔	۳۷۵
مکتوب نمبر(۱۸۸)	
بعض مسائل کے حل میں۔	......
جب ظاہر باطن کا رنگ اور باطن ظاہر کا رنگ اختیار کرلے تو پھر دونوں ایک دوسرے کے احکام اخذ کرلیتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر(۱۸۹)	
اس بیان میں کہ تعلقات دنیوی میں گرفتاری کے باوجود دل میں فقراء کی یاد کا ہونا فقراء کے ساتھ شدید مناسبت کی نشانی ہے۔ اور یہ کہ دنیا کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔ اور احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے۔	......
مکتوب نمبر(۱۹۰)	
ہمیشہ ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب اور طریقہ	

مضمون	صفحہ
نقشبندیہ اختیار کرنے اور ذکر کرنے کے طریقہ کے بیان میں۔	۳۷۶
اگر ذکر کے دوران بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔	......
جانتے ہو پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے حق تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں استفادہ کرتا ہے۔	۳۷۷
صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۱)	
انبیاء کرام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ احکام شرعیہ میں پوری آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔	۳۷۸
ہزار سالہ ریاضتیں اور مجاہدے بھی اگر متابعت انبیائے کے نور سے منور نہ ہوں تو ان کی ایک جو جتنی قیمت نہیں ہے۔ اور دوپہر کے قیلولے کے برابر جو انبیائے کرام کے حکم کے مطابق ہے ان ریاضیات کی قدر نہیں۔	......
نماز اور زکوٰۃ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں آسانی کا بیان	۳۷۹
ان آسانیوں کے باوجود کوئی شخص احکام شرعیہ مشکل جانے تو وہ مرض قلبی میں مبتلا ہے۔	......
مرض قلبی یقین کا فقدان ہے۔ ایسے لوگ جو تصدیق رکھتے ہیں وہ صورت تصدیق ہے حقیقت تصدیق نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۲)	
جلد اوّل کے مکتوب نمبر ۱۱ کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں۔	۳۸۰
شہداء کرام میں وہ فضیلتیں ہیں جو انبیاء میں نہیں ہیں حالانکہ فضیلت کلی انبیاء کو حاصل ہے۔	۳۸۱
مکتوب نمبر (۱۹۳)	
عقائد کی درستی کی ترغیب اور احکام فقہیہ حلال و حرام وغیرہ کے سیکھنے پر ابھارنے اور اسلام کی غربت کے بیان میں اور دین کی ترویج کی ترغیب میں۔	......
گوبند کافر لعین اور اس کی اولاد کے قتل ہونے کا کام بہت خوب ہے۔ اور مردود ہندوؤں کی شکست عظیم کا باعث ہوا۔	۳۸۳
جزیہ لینے سے مقصود کفار کی ذلت و خواری ہے	۳۸۴
کفار سے جہاد اور ان پر سختی ضروریات دین میں سے ہے۔	......
احکام شرعی کی تبلیغ کے لیے اظہار کرامت و خوارق کی کچھ ضرورت نہیں۔	......
ما اوذی نبی مثل ما اوذیت	......
مکتوب نمبر (۱۹۴)	
ترویج ملت اور تائید دین پر ابھارنے کے بیان میں۔	۳۸۵
علماء سوء دین کے چور ہیں اور بہترین علماء بہترین مخلوق ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۵)	......

مضمون	صفحہ
ترویجِ شریعت پر اُبھارنے اور ضعفِ و کمزوری اسلام پر رنج و افسوس کے اظہار کے بیان میں۔	......
جبلت الخلائق علی حب من احسن الیھا.	
الناس علی دین ملوکھم	۳۸۶
شعائر اسلام میں سے ایک یہ ہے کہ اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کیے جائیں۔	......
مکتوب نمبر(۱۹۶)	
جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سات قدم ہے اور ان قدموں کی تفصیل	۳۸۷
مکتوب نمبر(۱۹۷)	
اس بیان میں کہ وہ شخص سعادت مند ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔	۳۸۸
الدنیا ملعونة و ملعون ما فیھا الاّ ذکر اللہ	......
دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ سے پھیر دے۔	......
اہل دنیا دنیا میں ہمیشہ پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں اہل ندامت میں سے ہوں گے۔	......
اہل کرم کا شیوہ ایثار و قربانی ہے۔	۳۸۹
مکتوب نمبر(۱۹۸)	
اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کا اغنیاء کے ساتھ آشنائی قائم کرنا بہت مشکل ہے۔	......
تواضع اور حسن خلق فقر کے لوازمات سے ہے۔	......
استغناء بھی لوازم فقر سے ہے	......
عرفت ربی بجمع الاضداد	......
مکتوب نمبر(۲۱)	
مکتوب الیہ نے جو ورد اور مشغول کی طلب کی تھی اس کے قبول کرنے کے بیان میں۔	۳۹۰
مکتوب نمبر(۲۰۰)	
نحات کی عبارت کے حل میں جو اغلاق رکھتی تھی	
اجتباء کا راستہ انابت سے مشروط نہیں اور محبوبوں کا راستہ ہے۔	......
اکابر نقشبندیہ نے بھی نا مسلوک راستہ طریقہ کیا ہے اور ان کے راستہ کے لیے وصول لازم ہے۔	۳۹۱
حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایک ایسے راستے کی درخواست کی جو البتہ موصل ہو۔	
مکتوب نمبر(۲۰۱)	
اس شخص کے جواب میں جو یہ کہتا ہے کہ سارے علوم دو تین حرفوں میں درج ہیں۔	۳۹۳
مکتوب نمبر(۲۰۲)	
اس جماعت کے حال پر افسوس کے بیان میں جس نے اپنے آپ کو ان اکابر کی عقیدت و ارادت کی لڑی میں پرو دیا اور پھر بلا وجہ ان سے قطع تعلقی اختیار کرلی۔	......
جاننا چاہیے کہ ہمارا طریقہ دعوت اسماء کا طریقہ نہیں۔	۳۹۵
اکابر دین نے ان اسماء کے مسمّیٰ میں استہلاک کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ابتداء میں ہی ان کی توجہ وحدت	

مضمون	صفحہ
مضمون	صفحہ

صرف کی طرف ہوتی ہے۔ ......

جو شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر سے افضل جانے وہ یا زندیق محض ہے یا نرا جاہل۔ ......

وحشی قاتل حمزہ صحبت خیر البشر کے سبب اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہے بہتر ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۲۰۳)

اس گروہ اولیاء کی محبت پر ابھارنے کے بیان میں اور اس بیان میں ان کا ہمنشین شقاوت سے محفوظ ہے۔ ۳۹۶

المرء مع من احبّ

ایک حدیث کا بیان کہ کاتب اعمال فرشتوں کے علاوہ بھی حق تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور گزرگاہوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ ......

پس لازم آیا کہ اس گروہِ اولیاء کے محب ان کے ساتھ ہوں۔ اور جو ان کے ساتھ ہے بدبخت نہیں ہوسکتا۔ ......

اسم مبارک اللہ کے ذکر کا طریقہ ۳۹۸

مکتوب نمبر (۲۰۴)

اس بیان میں کہ بدقماش لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی محنت میں نہیں پڑنا چاہیے اور اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ ......

مکتوب نمبر (۲۰۵)

اس بیان میں کہ کام کا مدار صاحب شریعت کی متابعت پر ہے۔ ۳۹۹

مکتوب نمبر (۲۰۶)

دنیا کی مذمت اور اس کی نعمتوں میں گرفتاری کی برائی کے بیان میں۔ ......

دنیا میں مرغن کھانوں، خوبصورت لباس اور امور لعب کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ انسان کی پیدائش سے مقصود ذلت وانکساری ہے۔ ......

اہل باطل کے مجاہدے اور ریاضتیں جو مخالف شریعت ہیں خسارے اور خواری کے سوا کچھ عطا نہیں کرتے۔ ......

ذکر کثیر میں مصروف رہنا چاہیے اور جو کچھ اس کے منافی ہو اسے دشمن جاننا چاہیے۔ ۴۰۰

فرجی کرتہ جو اچھے اوقات میں مکرر پہنا گیا ہے ارسال کر دیا گیا ہے اسے پہنیں۔ ......

مکتوب نمبر (۲۰۷)

اس بیان میں کہ قرب ابدان کو قرب میں بڑی تاثیر ہے اور وجد و حال کو جب تک میزان شرع پر نورانہ تلے نصف دام پر بھی نہیں خریدتے ......

اویس قرنی اس قدر رفعت شان کے باوجود ادنیٰ صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتے۔ ۴۰۱

عبداللہ بن مبارک کا قول اس شخص کے جواب میں جس نے دریافت کیا تھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ الغبار الذی دخل انف الخ۔ ......

مضمون	صفحہ
صوفیہ کی ملمع آمیز باتوں سے کچھ نہیں کھلتا اور ان کے احوال سے کسی شے میں اضافہ نہیں ہوتا	......
خدا تعالیٰ کے دیدار کا وعدہ آخرت میں ہے، دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہو سکتا۔	......
وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں درحقیقت یہ ظلال اور شبہ اور مثال سے آرام پکڑنا ہے۔ وہ بلند ذات وراء الوراء ہے۔	......
اگر یہ فقیر صوفیہ کے مشاہدات اور ان کی تجلیات کی حقیقت بیان کرے تو ڈر ہے کہ طالبوں کی طلب میں فتور نہ پڑ جائے۔ اور اگر حقیقت بیان نہ کرے تو باطل کے حق کے ساتھ خلط ملط ہونے کا خدشہ ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۸)	
حضرت میاں محمد صادق کے سوال کے جواب میں کہ سالک کبھی اپنے آپ کو انبیاء کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں پاتا ہے کہ ان سے بلند چلا گیا ہے۔	۴۰۲
اولیاء اللہ جو کچھ پاتے ہیں انبیاء کے طفیل پاتے ہیں حضرت ذات کو اسما کے واسطہ کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔	......
ایک مثال کی روشنی میں جواب کی وضاحت	۴۰۳
بعض اوقات ظل کا اصل سے اشتباہ ہو جاتا ہے	......
مکتوب نمبر (۲۰۹)	
رسالہ مبدء و معاد کی عبارات کے حل میں۔	۴۰۴
حقیقت محمدی کے انتقال کا بیان اور ہزار سال کے بعد اس کا حقیقت کعبہ سے اتحاد اور حضرت عیسیٰؑ کا نزول۔	......
حضرت ذات کی نسبت سے اسم الٰہی میں مراتب مختلفہ کا بیان	......
حقیقت شخص سے مراد کا بیان اور حقیقتِ محمدی و احمدی سے مراد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم خلق اور امر سے ترکیب	۴۰۵
اس نبوت کا بیان جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھی۔	......
آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی تخصیص	۴۰۶
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی اہمیت کا بیان جو نشاۃ عنصری سے متعلق ہے۔	......
تاکیداً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے اظہار کی وجہ۔	......
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت پہلے کی نسبت اصحاب کے دلوں میں فرق پڑ جاتا۔	۴۰۷
جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ الخ	۴۰۸
پہلی شریعتوں میں پیغمبر اولوالعزم کے وصال کے ہزار سال بعد اس پیغمبر کی ملت کی تائید کے لیے انبیاء کرام مبعوث ہوتے تھے۔ اس شریعت میں علماء امت کو	

مضمون	صفحہ
انبیاء کا حکم دیا گیا ہے۔	۴۰۸
حضرت مہدی پیغمبر علیہ السلام کے ہزار سال کے بعد ظہور فرمائیں گے۔	……
اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔	۴۰۹
قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یدری اولھم خیر ام اخرھم	……
اگر پوچھیں کہ اصحاب کے زمانہ کے بعد الخ تو میں جواب دوں گا الخ	……
اگر کہیں کہ کعبہ آپ کی اُمت کے اولیاء کا طواف کرنے آتا ہے اور ان سے برکت چاہتا ہے الخ میں اس کا جواب دوں گا الخ	۴۱۰
بعض کشفوں سے رجوع کرنا جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی افضلیت سے متعلق تھے۔	……
تعلیم طریقت میں رعایت شرائط کی تاکید اور استخارے کرنے کا امر فرمایا۔	۴۱۱
دکان فراخ کرنا مقصود نہیں۔	……

مکتوب نمبر (۲۱۰)

مضمون	صفحہ
نفحات کی عبارات کے حل اور بعض ضروری نصائح کے بیان میں	……
حکایت کے معاملہ کی حقیقت کے بیان میں جو نفحات میں مذکور ہے کہ ابن السکینہ کے مرید نے ایک روز دریائے دجلہ میں غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا الخ	……
شب معراج میں واپسی تک بستر خواب کی گرمی اور کوزے کے پانی کی حرکت کا باقی رہنا۔	۴۱۲
اس حکایت کی وجہ اشکال اور اس کی حقیقت کا واضح کرنا۔	……
اس قول کی شرح جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب	……
حسب طلب مکتوب الیہ کو نصیحتیں کرنے کے بیان میں	……
اوّلاً عقائد کی درستی چاہیے۔ دوسرے درجے پر جو ضروری مسائل فقہ میں بیان ہوئے ہیں ان کا علم اور ان پر عمل کرنا چاہیے اور تیسرے درجہ میں طریق صوفیہ پر چلنے کی ضرورت ہے۔	۴۱۳
طریقہ صوفیہ میں سلوک سے غرض غیبی صورو اشکال جیسی صورتوں اور انوار کے دیکھنے میں کی نقصان ہے۔	……
سلوک سے مقصود زیادتی یقین کا حاصل کرنا ہے۔	……
صوفیہ کا طریقہ علوم شرعیہ کا خادم ہے۔	۴۱۴
حضرت خواجہ احرار کا ارشاد کہ احوال و مواجید کا حصول بدوں اعتقاد اہل سنت سوائے خرابی کے کچھ نہیں۔	……
اِس راستے میں اول قدم کے اندر ہی وہ کچھ پا لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔	……
اویس قرنی وحشی قاتلِ حمزہ کے مرتبے تک	

مضمون — صفحہ

نہیں پہنچ سکتے۔ ......

صحابہ کرام کا ایک سیر جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ ......

ہر صحابی نے کچھ نہ کچھ قرآن مجید لے کر ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ لہٰذا صحابی میں عیب نکالنا قرآن میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔ ......

صحابہ کرام کے باہمی منازعات کی نیک توجیہات کرنی چاہیں۔ ......

اس باب میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا قول ......

مکتوب نمبر(۳۲۱۱

مولوی کے مقولہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرائط کے بیان میں۔ ۴۱۵

مولانا رومی کے مقولہ ''وہ نازنین جو میری آغوش میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا'' کی مراد کا بیان ......

خواجہ ہمدانی کے قول تلک خیالات تربی بها اطفال الطریقة ......

اس بات کا خیال رکھیں کہ جب کوئی طالب ارادت کے ساتھ تمہارے پاس آئے تو اس کی تعلیم طریقت میں بہت تامل اور سوچ و بچار کرنی چاہیے۔ ......

ایک بزرگ فوت ہوئے تو انہیں آواز آئی تو ہی ہے۔ جس نے میرے بندوں پر میرے دین میں زرہ پہن رکھی تھی۔ الخ ۴۱۶

مضمون — صفحہ

مکتوب نمبر(۲۱۲)

بعض سوالات کے جواب اور ایک واقعہ کے حل کے بیان میں۔ ......

پیر صاحب تصرف اپنے مرید کو ان بلند مراتب پر لے جا سکتا ہے جو اس کی استعداد سے باہر ہوں۔ ......

سوال: وہ کونسا مقام ہے جہاں لطیفہ اخفیٰ نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور اس کا جواب ......

خواب میں پانی دیکھنا علم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں حصول قدرت کی طرف اشارہ ہے۔ ۴۱۷

مکتوب نمبر(۲۱۳)

مواعظ اور نصائح اور علمائے اہل سنت کی متابعت اور علمائے سوء کی صحبت سے اجتناب کے بیان میں۔ ......

بے باک طالب علم چاہے جس فرقے سے بھی ہوں دین کے چور ہیں۔ ۴۱۸

کسی شخص نے ابلیس لعین کو آسودہ حال اور فارغ البال دیکھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا اس وقت کے علماء سوء میرے کام کے لیے کافی ہو چکے ہیں۔ ......

مکتوب نمبر(۲۱۴)

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس مشہور سوال کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت پر دائمی عذاب کیوں ہوگا؟ ۴۱۹

مضمون	صفحہ
ایک شخص کی سفارش میں۔	......
جو شخص یہ چاہے کہ تمام احکام شرعیہ اس کی عقل کے مطابق ہوں اور عقلی دلائل پر برابر بیٹھیں وہ طور نبوت کا منکر ہے۔ ایسے آدمی سے گفتگو کرنا بے عقلی ہے۔	۴۲۰
مکتوب نمبر (۲۱۵)	
دنیا کی مذمت کے بیان میں۔	......
اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرا مال سب سے زیادہ عقلمند کو دینا تو زاہد زمانہ کو دینا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۲۱۶)	
اس راز کے بیان میں کہ بعض اولیاء اللہ سے زیادہ کرامات کیوں ظاہر ہوئیں اور بعض دوسروں سے کم کیوں؟ اور مقام تکمیل و ارشاد کی اہمیت کے بیان میں۔	۴۲۱
ولایت اس فنا اور بقا سے عبارت ہے۔ جس کے لوازمات سے خوارق اور کشف ہے۔	......
کثرت سے ظہور خوارق کے مدار کا بیان	۴۲۲
حضرت سید محی الدین جیلانی سے دوسرے اولیائے کرام کی نسبت زیادہ خوارق کے ظہور کی وجہ۔	......
خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کے دریا عبور کرنے کے بارے میں ایک حکایت کا بیان	......
حضرت رسالت خاتمیت بوقت عروج سب سے اوپر چلے گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے تشریف لائے۔	۴۲۳
منتہی غیر مرجوع اولیاء کی نسبت اس راہ کے متوسط اولیاء سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔	......
ولی کے لیے اپنی ولایت اور خوارق کے متعلق علم ہونا حصول ولایت کی شرط نہیں۔	......
اولیاء اللہ کی مثالی صورتوں کو متعدد مقامات میں ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کا قول	......
مکتوب نمبر (۲۱۷)	
اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر جہالت اور حیرت تک لے جائے بہت زیبا ہے۔	۴۲۴
بعض اولیاء اللہ کے کشفوں میں غلطی واقع ہونے کا سبب	......
قضاء معلق اور مبرم میں فرق اور ہر ایک کا حکم اور جو قطعی ہے اور کتاب و سنت کے اعتقاد کے لائق ہے اور اس بیان میں کہ تعلیم طریقت کی اجازت مل جانا کمال و تکمیل کی علامت نہیں۔	......
کوئی کشفوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر جاننا چاہیے۔	۴۲۵
منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور خبر دی کہ فلاں جوان علی الصبح فوت ہو جائے گا الخ۔	......
تبلیغ سے متعلق وحی خطاء سے محفوظ و معصوم ہے۔ لیکن وہ علم جو لوح محفوظ سے مستفاد ہو جو	

مضمون	صفحہ
محو و اثبات کا محل ہے اس میں خطا کی گنجائش ہے۔	......
حضرت یدحی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ میں اگر چاہوں تو قضاء مبرم میں بھی تصرف کر سکتا ہوں' اور اس قول کی شرح۔ اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا قضائے مبرم میں تصرف کرنا۔ اور یہ کہ قضائے مبرم دو قسم ہے۔	۴۲۶
اعتماد کے لائق کتاب و سنت ہے۔ اجماع اور قیاس بھی دونوں کتاب و سنت کی طرف راجع ہیں۔ اور ان چار کے علاوہ جو کچھ ہے اگر ان چار اصولوں کے مطابق ہے تو مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔	۴۲۷
طریق صوفیہ میں سلوک سے مقصود زیادتی یقین اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا حصول ہے دیدار خداوندی کا وعدہ آخرت میں ہے اور صوفیاء کے مشاہدات اور تجلیات ظلال اور شبہ اور مثال کے قبیلہ سے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ وراء الوراء ہے۔	......
میں ڈرتا ہوں کہ اگر مشاہدات کی پوری حقیقت ظاہر کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور واقع ہوگا۔ اگر نہ کروں تو حق و باطل میں التباس کو روا رکھوں گا۔ اس ضرورت کے طور پر اس قدر اظہار کرتا ہوں کہ مشاہدات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔	۴۲۸
خاتم الانبیاء علیہ السلام کو دنیا میں رویت باری تعالیٰ میسر آئی۔	۴۲۸

مکتوب نمبر (۲۱۸)

مضمون	صفحہ
پیر طریقت کے آداب کی رعایت میں	......

مکتوب نمبر (۲۱۹)

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ آدمی نادانی کے باعث اپنے ظاہری مرض کے ازالہ کی فکر میں ہے۔ اور باطنی مرض سے جو گرفتاری دل سے عبارت ہے' اس سے غافل ہے۔	۴۲۹
اس امر کا بیان کہ عقل دو قسم ہے۔ (۱) عقل معاش اور (۲) عقل معاد۔ اول اغنیاء کی پسندیدہ اور دوم انبیاء کی۔ اور عقل معاد پیدا کرنے والے اسباب' موت اور آخرت کی یاد اور ان لوگوں کی مجالست ہے جو یاد آخرت میں مشغول ہیں۔	......

مکتوب نمبر (۲۲۰)

مضمون	صفحہ
صوفیہ کے بعض اغلاط اور ان کے منشاء کے بیان میں۔	۴۳۰
صوفیہ کے بعض اغلاط تو یہ ہیں کہ کسی وقت سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے اوپر پاتا ہے جن کی افضلیت اجماع سے ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔ کبھی یہ اشتباہ انبیاء کے متعلق بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور اس غلطی کے منشا کا بیان۔	۴۳۱
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ کو حائل نہیں پاتا اور اس کے واسطہ	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل .... حصّہ سوم

مکتوب نمبر (۱۲۳)

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان کہ ادائے نوافل اگرچہ حج ہی ہو اگر کسی فرض کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہو تو وہ بھی لایعنی اور بے فائدہ امور میں داخل ہے۔ اخوی ارشدی (اپنے نام کی طرح ہمیشہ تعلقات کی میل کچیل سے پاک رہے) کا مکتوب موصول ہوا۔

اے برادر حدیث میں وارد ہے:۔

[1] علامة اعراضه تعالىٰ عن العبد اشتغاله بما لا يعنيه.	اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول و مصروف ہو جائے۔

فرائض میں سے کسی بھی فرض سے اعراض کر کے نوافل میں سے کسی نفل عبادت میں مشغول ہونا لایعنی اور بے فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنے احوال و افعال کی تفتیش کرتے رہنا ضروری ہے۔ تاکہ اس بات کا پتہ رہے کہ میں کن کاموں میں مشغول ہوں نوافل میں یا فرائض میں۔ ایک نفلی حج کی خاطر اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا اچھا نہیں۔ اچھی طرح ملاحظہ کر لیں۔

وَالعاقل تکفیه الاشارۃ	عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

والسلام علیکم وعلی رفقاء کم

---

[1] ابنِ حجر نے شرح اربعین میں اسے امام حسن کا قول قرار دیا اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے باین الفاظ مرفوعاً روایت کی من حسن الاسلام المرءِ ترکه ما لا يعنيه ۔ اس حدیث کو ابنِ ماجہ نے بھی روایت کیا اور امام نووی نے اسے حسن کہا۔ اور ابنِ عبداللہ نے صحیح کہا۔ امام علی متقی رضی اللہ نے جوامع الکلم میں بالفاظ حضرت مجدد رضی اللہ عنہٗ مرفوعاً ذکر کیا۔ ۱۲۔ مترجم عفی عنہٗ

مکتوب نمبر (۱۲۴)

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ راستے کی استطاعت فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کو جانا اپنے ضروری مطلب کے حصول کے مقابلے میں تضیع اوقات میں داخل ہے۔

اخوی خواجہ محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف موصول ہوا لِلّٰہ سبحانہ والحمد والمنہ (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ آپ کے ہم سے کافی عرصہ سے جدا ہونے کے باوجود فقراء سے محبت وعقیدت اور اخلاص میں سُستی راہ نہیں پا سکی۔ یہ عظیم سعادت کی علامت ہے۔

اے محبت کے نشانات والے جب تم نے رخصت طلب کی اور جانے کا عزم صمیم کر لیا تھا۔ تو تمہارے وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی اس سفر میں تمہارے ساتھ مل جائیں۔ اس سفر کی روانگی کے سلسلے میں جس قدر بھی استخارے کیے گئے کوئی بھی موافق نہ آیا۔ اور اس باب میں اجازت معلوم نہ ہو سکی۔ مجبوراً سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ ابتدا میں فقیر کی مرضی بھی نہیں تھی کہ تم جاؤ۔ لیکن تمہارے شوق کو دیکھ کر صراحۃً منع نہ کیا۔

استطاعت یعنی سفرِ حج کے مصارف کا موجود ہونا فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ بغیر استطاعت حج کے لئے نکل کھڑا ہونا تضییع اوقات ہے۔ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مصروف ہونا مناسب نہیں ہے۔ بہت سے خطوط میں یہ مضمون تم کو لکھا گیا ہے۔ تم تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اصل بات یہی ہے آگے آپ مختار ہیں۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۲۵)

میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ عالم چاہے چھوٹا ہو (انسان) چاہے بڑا (ساری کائنات) سب کا سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ اور عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی مناسبت کے سوا اور کوئی مناسبت نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ اے (اللہ ہم کو اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ فی الواقع ہیں دکھا۔

عالم چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کے مظاہر ہیں اور اس کے شیون وکمالاتِ ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ عز سلطانہ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ راز تھا۔ اس نے چاہا کہ

اپنے کمالات پردۂ خفا سے ظہور میں لائے۔ اور اجمال کو تفصیل کے رنگ میں پیش کرے۔ کائنات کو ایسے طریقہ پر پیدا فرمایا کہ ممکنات کی ذوات اور صفات اس کی ذات وصفات پر دلالت کریں اور نشان بنیں۔

پس عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت کے رشتہ اور مناسب کے سوا اور کوئی مناسبت اور تعلق نہیں اور یہ کائنات اس کے اسماء اور شیونات پر دلالت کرنے والے امور کا مجموعہ ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحاد و عینیت یا خالق کا اپنی ذات کے ساتھ مخلوق کا احاطہ یا اس کی ذات کا مخلوق میں سرایت کیے ہوئے ہونا یا مخلوق کے ساتھ رب تعالیٰ کی معیت ذاتی وغیرہ تصورات' سب کے سب غلبۂ حال اور سکر وقت کی بناء پر ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مستقیم الاحوال اکابر جنہوں نے صحو کے پیالے سے حصہ پایا ہے۔ عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی نسبت کے علاوہ اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے۔ اور احاطہ اور سریان (سرایت کیے ہوئے ہونا) اور معیت علمی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ علماء حق کا مسلک ومشرب ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔

تعجب ہے کہ صوفیاء کی ایک جماعت ایک طرف بعض ذاتی نسبتوں کو ثابت کرتی ہے جیسے احاطہ اور معیت اور دُوسری طرف یہی جماعت اس امر کی معترف ہے کہ ذات حق تعالیٰ سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ حتّٰی کہ صفاتِ ذاتیہ کو بھی اس سے سلب کرتے ہیں۔ یہ صریح تناقض ہے۔ اور اس تناقض کو دُور کرنے کے لئے ذات میں مراتب ثابت کرنا تدقیقات فلسفیہ کی طرح محض تکلف ہے۔ کشف صحیح والے حضرات اس ذات کو بسیط حقیقی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور اس بسیط ذات کے سوا جو کچھ ہے اسے اسماء میں شمار کرتے ہیں۔ فرد

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست	دوست کی تھوڑی سی جدائی بھی تھوڑی نہیں ہے
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است	آنکھ میں آدھا بال بھی پڑا ہو تو وہ بھی بہت ہے

ہم اس بحث کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ ایک ذوفنون ماہر عالم اگر اپنے پوشیدہ کمالات کو ظہور میں لانا چاہتا ہے تو وہ حروف اور اصوات کو ایجاد کرتا ہے۔ تاکہ ان حروف واصوات کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر صورت میں ان حروف اور دلالت کرنے والی ان آوازوں کو اس ماہر عالم کے ذہن میں موجود معانی کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں الا یہ کہ یہ حروف اور آوازیں اُن مخفی معانی کے مظاہر ہیں۔ اور ان کمالاتِ مخزونہ کے آئینے ہیں۔ ان حروف واصوات کو ان معانی مخفیہ کا عین قرار دینا بے معنی ہے۔ اسی طرح احاطہ اور معیث بھی اس صورت میں واقع نہیں۔ معانی اپنی اصل صرافت پر ہی موجود اور قائم ہیں۔ کسی قسم کا تغیر ان معانی کی ذات و صفات میں راہ نہیں پاسکا۔ لیکن چونکہ ان معانی اور ان حروف واصوات میں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ دالیت اور مدلولیت کی ایک گونہ مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس بناء پر بعض زائد معانی تخیل میں آجاتے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت وہ معانی مخزونہ ان معانی زائدہ سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اس مسئلہ میں جو کچھ ہمارا اعتقاد ہے یہی ہے جو ذکر دیا ہے۔ مخلوق کے ذات واجب کا مظہر اور آئینہ ہونے کے علاوہ زائد امور اتحاد' عینیت اور احاطہ ومعیت کا اثبات

سکر ہے۔ وہ بلند ذات فی الحقیقت تمام نسبتوں اور مناسبتوں سے معرّا اور مُبرّا ہے۔ ''چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔'' اس قدر مناسبتِ ظاہریت و رب تعالیٰ کا ظاہر ہونا اور مظہریت (مخلوق کا مظہر ہونا) کے ساتھ وحدت وجود کہیں یا نہ کہیں۔ فی الواقع وجود متعدد ہیں۔ لیکن اصالت اور ظلّیت اور ظاہریت اور مظہریت کے اعتبار سے ایسا نہیں کہ موجود صرد ایک ہے اور باقی سب کچھ اوھام اور خیالات ہیں۔ یہ مذہب بعینہٖ سوفسطائیہ[1] کا مذہب ہے۔

عالم کی حقیقت کا اثبات اوھام وخیالات کی صورت میں عالم کو اس طرف نہیں لے جا سکتا جو سوفسطائی کا مقصود ہے۔ مثنوی

چوں بدانستی تو اُورا از نخست سوئے انحضرت نسب کردی درست
وانگہ دانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

ترجمہ اشعار: جب تو نے اس ذات کو پہلے جان لیا۔ تو اس ذات کے لئے تو نے نسبتوں کو بھی درست ثابت کیا۔ اور جب تُو نے جان لیا کہ تُو کس کا ظل اور سایہ ہے۔ تُو تو فارغ ہو گیا یعنی تُو نے اپنے مطلوب و مقصود کو پا لیا۔ اب چاہے تو موت کی آغوش میں چلا جائے چاہے زندہ رہے۔

مکتوب نمبر (۱۲۶)

یہ مکتوب بھی میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ باطل الٰہوں کی نفی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ وہ باطل آلہہ چاہے آفاقی ہوں چاہے اَنفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ ادراک میں آئے اسے نفی کے نیچے لا کر صرف موجودیت پر کفایت کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وجود کے اثبات کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

سیادت اور بزرگی والے میر صالح! طالب کو چاہیئے کہ آلہہ باطلہ کی نفی کا اہتمام کرے۔ وہ چاہے آفاقی ہوں یا اَنفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ وہم میں آئے۔ نفی کے نیچے داخل کرے۔ اور مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے۔ مصرع

پیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست بارگاہ الست کے دُور بین

اس کے اس سے زیادہ سُراغ نہیں لگا سکے کہ ہے۔ اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ وجود

---

[1] سوفسطائیہ وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی بنیاد وہم پر ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے سوفسطائیہ اور صوفیہ کے مذہب کی تحقیق زیادہ وضاحت کے ساتھ جلد ثانی مکتوب اوّل اور مکتوب نمبر ۴۲ میں کی ہے اور وہی تحقیق لائق اعتماد و اعتبار ہے۔ آپ کی یہ گفتگو پہلے کی ہے۔ مترجم عفی عنہٗ

سے بھی اُوپر ذات کو طلب کرنا چاہیئے۔ علماء اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ نے سیعیہم نے خواب فرمایا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے زائد ہے۔ وجود کو عین ذات قرار دینا اور وجود سے اُوپر کچھ ثابت نہ کرنا کوتاہ نظری ہے۔ شیخ علاؤالدولۃ[1] فرماتے ہیں:

فَوقَ عَالَمِ الْوُجُودِ عَالَمُ الْمَلِکَ الْوُدُودِ
یعنی عالم وجود سے اُوپر ملک ودود یعنی رب تعالیٰ کا عالم ہے۔

اس درویش کو جب مرتبہ وجود سے اُوپر لے گئے تو جب تک مغلوب الحال رہا ذوق ووجدان کی بناء پر اپنے آپ کو ارباب تعطیل میں سے پاتا تھا۔ اور واجب جل شانہ کے وجود کا حکم نہیں لگاتا تھا۔ کیونکہ وجود کو راستے میں چھوڑ آیا تھا۔ اور مرتبہ ذات میں وجود کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت اس درویش کا اسلام تحقیقی نہیں تقلیدی تھا۔

مختصر یہ کہ جو کچھ ممکن کے حوصلے آتا ہے۔ وہ بہر صورت ممکن ہی ہو سکتا ہے۔

فسبحان من لم یجعل للخلق الیه سبیلا اِلا بالعجز عن معرفته
تو پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی طرف مخلوق کے لئے کوئی راستہ نہیں رکھا۔ مگر اس کی معرفت سے عاجز ہونے کا راستہ

فنافی اللہ اور بقاباللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور اس طرح قلب حقائق لازم آتا ہے جو ناممکن ہے۔ تو جب ممکن واجب نہیں بن سکتا تو پھر ممکن کا حصہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ ممکن واجب جل شانہ کے ادراک سے عاجز رہتا ہے۔ فرد

عنقا شکار کس نشود دام باز چین کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: عنقا کسی کے شکار میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا دام سمیٹ لو۔ کیونکہ یہاں دام اور جال کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں آتا۔

بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے۔ کہ اس کی کوئی چیز بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ اور اس کا کچھ نام و نشان پیدا نہ ہو۔

ایک جماعت وہ ہے جو ایسا مطلب چاہتی ہے جسے وہ اپنا عین پاتی ہے۔ اور قرب و معیت اس کے ساتھ پیدا کرتی ہے۔ مصرع: آن ایشانند من چنینم یارب۔ وہ تو وہ ہیں لیکن یارب میں تو اس طرح ہوں۔

والسلام اوّلاً و آخراً

---

[1] یعنی شیخ رکن الدین علامہ الدولۃ سمنانی قدس سرہٗ۔ آپ کی کنیت شمس الدین ابوالکارم ہے۔ اور آپ کا نام مبارک احمد بن محمد ہے۔ آپ شاہانِ سمنان میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی نورالدین عبدالرحمٰن ہے۔ آپ کی ولادت ۶۵۹ھ اور وفات ۷۳۶ھ شب جمعہ رجب المرجب میں ہوئی۔

مکتوب نمبر (۱۲۷)

ملا صفر احمد رُومی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدمتِ والدین اگرچہ حسنات میں سے ہے۔ لیکن مطلبِ حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری اور خالص بے روزگاری ہے۔ بلکہ بُرائی میں داخل ہے۔ حسنات الابرار سیئات لمقربین (ابرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ بسلسلہ رکاوٹ جو عذر آپ نے بیان کیا ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ اس سے بھی زیادہ جو کچھ وقوع میں آسکے کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو قصور وار ٹھہرانا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَ وَضَعَتْہُ کُرْھًا

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اُٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔

دُوسرے مقام پر اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے:

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ

کہ میرے شکرگزار بنو اور اپنے والدین کے

اس کے باوجود اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ مطلوب حقیقی تک وصولی کے مقابلے میں سب کچھ محض بے کاری ہے۔ بلکہ جس طرح منازل سلوک طے کرنے چاہیئے اس کے سامنے محض معطل رہنا ہے۔ آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں) سُنا ہوگا۔ بیت

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر کھانے کا کام ہی کیوں نہ ہو اپنی جان کے ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ کا حق تمام مخلوق کے حقوق پر مقدم ہے۔ مخلوق کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت چھوڑ کر دُوسروں کی خدمت میں مشغول ہو تو مخلوقات کی خدمات انجام دینا اس اعتبار سے حق تعالیٰ کی خدمات میں داخل ہے۔ لیکن ایک خدمت سے دُوسری ختم تک بڑا فرق ہے۔ مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کے خادم ہی شمار ہوتے ہیں لیکن خاص مقربوں کی خدمت کچھ اور ہی چیز ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا بھی سراسر معصیت ہے۔ اور ہر کام کی مزدوری کام کے اندازہ کے مطابق ہوتی

ہے۔ ہل چلانے والے کو دن بھر محنت شاقہ کرنے کے باوجود دن کی مزدوری صرف ایک ٹکہ ملتی ہے۔ اور مقرب لوگ ایک گھڑی کی خدمت سے لاکھوں روپے کے مستحق بن جاتے ہیں۔ لاکھوں روپوں کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں ان روپوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ وہ بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہیں۔ انہیں اور کسی شے سے تعلق نہیں ہوتا۔ ہل چلانے والے خدمتگار اور بادشاہ کے مقرب دونوں کی خدمتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

فرخ حسین کو کافی توفیق نصیب ہو چکی ہے۔ اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۲۸)

خواجہ مقیم کی طرف صادر فرمایا:

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور بے مثل ذات کو مطلوب قرار دینے کے بغیر کسی شے پر اکتفا نہ کرنے کے بیان میں۔

محترم خواجہ محمد مقیم ہم دُور افتادوں کو فراموش نہ کر دیں بلکہ دُور نہ جانیں۔ [1] المرء مع من احب آدمی اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ مقصد کی بات یہ ہے کہ راستہ نہایت طویل ہے۔ اور مطلوب کمال بلندی پر ہے اور ہم نہایت پست اور کوتاہ بین اور درمیانی منازل مطلب نما سراب کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ کہ بندہ وسط کو نہایت خیال کر کے غیر مقصد کو مقصد قرار دے لے۔ اور چوں کو بے چون تصور کر لے۔ اور مطلب حقیقی تک وصول سے رہ جائے۔ ہمت کو بلند کرنا چاہیے۔ اور کسی بھی حاصل ہو جانے والی شے پر کفالت نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ اپنے مطلب کو نہایت بلندیوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اس طرح کہ ہمت کا حصول شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے۔ اور شیخ کی توجہ مرید مقتدی کی محبت اور اخلاص کے مطابق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم والا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۲۹)

سید نظام کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے کا باعث ہے۔ اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا سبب ہے۔ جس طرح دریائے نیل کا پانی دوستوں کے لئے پانی اور دشمنوں کے لئے مصیبت ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ آدمی چونکہ تمام موجودات میں جامع ترین ہستی ہے۔ اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو کے تعلق کے اعتبار سے کثیر موجودات کے ساتھ گرفتاری پائی جاتی ہے۔ پس فی الحقیقت اس کی جامعیت اس کی جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ سے سب سے زیادہ دُوری کا باعث بن چکی ہے۔ اور متعدد تعلقات بھی اس کی دُوری کا باعث بن چکے ہیں۔ اور اگر یہ توفیق خداوندی سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے الگ کر لے۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع کرے۔ تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ ورنہ دُور کی گمراہی میں جا گرا۔

اپنی جامعیت کے سبب جس طرح انسان بہترین موجودات ہے۔ اسی جامعیت کے باعث بدترین مخلوقات بھی یہی ہے۔ اس کا آئینہ بواسطہ جامعیت سب سے اتم اور اکمل ہے۔ یہ انسان اگر اپنا رُخ کائنات کی طرف رکھے۔ تو جتنا زیادہ اسے میلا کچیلا کہیں ٹھیک ہے۔ اور اگر اس کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مصفٰی اور نہایت بیش نما ہے۔ ان تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اپنے اپنے درجات کے مطابق صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیمانه علیٰ نبینا و علیهم و علیٰ اتباعهم اجمعین الی یوم الدین۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمت النبی المصطفٰی ﷺ ان تعلقات سے نجات عطا کرے۔ نبی اکرم ﷺ وہ مقدس ذات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے بدیں الفاظ مدح فرمائی۔ مازاغ البصر و ما طغی۔ یعنی حضورؐ کی نظر مبارک نہ تو کج ہوئی اور نہ ہی اُس نے حد سے تجاوز کی۔ اس سے زیادہ گفتگو موجب ملال ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۳۰)

جمال الدین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا چنداں اعتبار نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصد کا حصول ہونا چاہیئے۔

تلویہات کا چنداں اعتبار نہیں۔ ان میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سنا۔ مقصود دُوسری چیز ہے۔ جو گفت و شنید اور دید و شہود سے منزہ اور مبرا ہے۔ سلوک کے بچوں کو اخروٹ و انگور (معمولی اشیاء) سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند ہونی چاہیئے۔ کرنے والا کام دُوسرا ہے۔ یہ سب خواب و خیال ہے۔ خواب میں کوئی شخص اگر اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ نفس الامر میں بادشاہ نہیں۔ لیکن اس طرح کے خواب سے بلند مراتب کے حصول کی امیدوار مترشح ہوتی ہے۔ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ نے اسرار اکابرہم میں وقائع کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ اُنہوں نے یہ بیت اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بیت

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

میں آفتاب کا غلام ہوں ہر بات آفتاب کے متعلق ہی کہوں گا۔ میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

اگر کوئی وارد ہوا اور پھر چلا جائے۔ تو خوشی اور غمی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصود کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۳۱)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بلندی شان۔ اور اس جماعت کے حال شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں نکال لی ہیں۔ اور انہیں اس طریقہ کی تکمیل قرار دے رکھا ہے۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلواۃ و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطّاھرین.

اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف کو (اللہ تعالیٰ) اپنے دوستوں کی بزرگیوں سے نوازے اور مشرف فرمائے) معلوم ہونا چاہیئے کہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور دُوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے۔ یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ اس طریقہ میں التزام سنت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ یہ بزرگ حتی الامکان رخصت پر عمل کرنا جائز نہیں رکھتے۔ اگر چہ بظاہر باطنی طور پر اسے نفع مند ہی پائیں۔ اور عزیمت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اگر چہ صورت کے لحاظ سے سیرت اور طریقہ میں نقصان دہ ہی محسوس کریں۔ ان بزرگوں نے احوال اور مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے۔ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے اخروٹ اور انگوروں کے عوض نہیں لیتے۔ اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے مغرور اور فتنہ میں نہیں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ فتوحات مکیہ (ابن عربی کی کتاب) کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائدار ہے۔ وہ تجلی ذاتی جو دُوسروں کو بجلی کی چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے۔ ان بزرگواروں کو دائمی طور پر نصیب ہے۔ وہ حضور جو تھوڑی دیر بعد باقی نہ رہے ان کے ہاں اعتبار سے ساقط ہے۔

رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور سوداگری اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

لیکن ہر ایک کا فہم ان کے مذاق تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کوتاہ اندیش لوگ ان کے کمالات کا انکار ہی کر بیٹھیں۔ بیت

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش لِلّٰہ کہ بر آرم بزبان ایں گلہ را

اگر کوئی کوتاہ ہمت اس گروہِ نقشبندیہ قدس سرہم پر اعتراض کرے تو وہ جانے اللہ کی پناہ کہ اس گلے کو میں زبان پر لاؤں۔

ہاں اس طریقہ علیہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے مُریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ ان محدثات سے اُنہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشا وکلا (پناہ بخدا) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بہت بڑی بات ان کے مُونہوں سے نکل رہی ہے۔ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں۔ ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے۔ افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دُوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اردگرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی (لوگوں کو بُلانا) کو شرط قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے بھی ایک گوشۂ مسجد میں اسے جائز کہا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کا مل کر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ بارہ رکعات کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اور دو رکعت بیٹھ کر۔ اور ان دو کو ایک رکعت تصور کرتے ہیں اور اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ بات یوں نہیں۔ ہمارے نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاقت رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے۔ اس قسم کے علم وعمل کا منشاء روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔ تعجب ہے کہ ان شہروں میں جو علماءِ مجتہدین کا مسکن و ماویٰ ہیں اس طرح کی بدعات رواج پذیر ہو چکی ہیں حالانکہ ہم فقراء اسلامی علوم کا استفاضہ ان بزرگوں کی برکات سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام فرمانے والا ہے۔ فرد

فرد ؎ کے بیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے غم دل تھوڑا سا بیان کیا ہے۔ میں ڈر گیا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۳۲)

مُلّا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

دولتمند کی مجلس سے اجتناب اور فقراء کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔ کیونکہ فقراء کے آستانوں کی جاروب کشی اغنیاء کے ہاں صدر نشینی سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَـنَـا مِنْ لَّـدُنْكَ رَحْـمَةً اِنَّكَ اَنْـتَ الْوَهَّابُ ہ	اے اللہ! ہمارے دلوں کو کج ہونے سے بچا۔ اس کے بعد کہ تو نے ہم کو ہدایت بخشی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

اے برادر آپ نے ظاہر طور پر فقراء کی صحبت و ہمنشینی سے کنارہ کشی کر کے اور دل تنگ ہو کر اغنیاء کی مجلس اختیار کر لی ہے۔ آپ نے بہت بُرا کیا ہے۔ آج اگر تمہاری چشمِ بصیرت بند ہے تو کل کھول دیں گے۔ مگر اس وقت ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بتا دینا شرط ہے۔ اے دیوانگی کے مارے ہوئے تیرا معاملہ دحال سے خالی نہیں۔ اغنیاء کی مجلس وصحبت میں تجھے جمعیتِ خاطر نصیب ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو وہ بھی بُری ہے۔ اور نہ ہوگی تو یہ بہت ہی بُری بات ہے۔ ان کی مجلس میں اگر جمعیت خاطر نصیب ہوگی تو وہ جمعیت نہیں بلکہ فی الحقیقت استدراج (کچھ وقت کے لئے مہلت ہے) ہے۔ اس صورتِ حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اور اگر جمعیتِ خاطر نصیب ہی نہ ہو۔ خسر الدنیا والآخرہ‘ دنیا اور آخرت کا خسارہ اس کا نشانِ حال ہے۔ یاد رکھ فقراء کے آستانے کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اس بات کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آخر کار سمجھ آجائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ لذیذ طعام اور اچھے اور فاخرہ لباس کی آرزو نے تجھے اس بلا میں ڈال دیا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے اصلی مقصد کی فکر کرو۔ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے رُکاوٹ کا باعث ہے۔ اس سے دُور بھاگو۔ اور بچو!

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.	بیشک تمہاری کچھ بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہے ان سے بچو۔

نص قطعی ہے۔ صحبت کے حقوق نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ تمہیں نصیحت کر دوں۔ آگے اس پر عمل کرو

یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی۔ شعر

وَقَدْ کَانَ مَا خِفْتُ اَنْ یَکُوْنَا   اِنَّا اِلَی اللّٰہِ رَاجِعُوْنَا

یعنی بیشک وہ بات ہو کر رہی جس کا مجھے ڈر تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ان سب لوگوں پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کے پیرو کار اور حضرت محمد مصطفٰے علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات اتمہا و اکملہا کی سنت کے پابند ہیں۔ مجھے تمہاری فطرت اور استعداد سے کچھ اور ہی توقع تھی۔ تم نے اپنی استعداد کے جوہر نفیس کو پاخانے میں پھینک دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مکتوب نمبر (۱۳۳)

یہ مکتوب بھی مُلّا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ فرصت کے لمحات کو غنیمت جاننا چاہیئے اور اپنے قیمتی وقت کی قدر کرنی چاہیئے۔

قاصد کے ہاتھ آپ نے جو مکتوب ارسال کیا تھا مل گیا ہے۔ فرصت کے لمحات کو غنیمت جانو۔ اور اپنے وقت عزیز کی قدر کرو۔ رسوم و عادات سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور حیلوں بہانوں سے خسارے اور محرومی میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ وعلی آلہ من الصلوات اتمہا و من التسلیمات اکملہا نے فرمایا یہ:

هَلَکَ الْمُسَوِّفُوْنَ   یعنی "یہ کام ابھی کر لوں گا" کہنے والے ہلاک ہو گئے۔

ایامِ زندگی کو موہوم مقاصد میں صَرف کرنا اور موہوم مقاصد (اموال اور منافع دینوی) کو عمر موجود کے لئے نگاہ رکھنا بہت بُرا ہے۔ چاہیئے یہ کہ نقد وقت کو اہم اور ضروری کام میں صَرف کیا جائے۔ اور غیر نقد (آنے والی زندگی جو ایک وہمی امر ہے) کہ بے فائدہ آسائش اور آرائش کے لئے ذخیرہ بنانا چاہیئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی طلب میں بے آرامی کا ذرہ ہی عطا کر دے۔ تا کہ ماسوائے حق کے ساتھ آرام حاصل کرنے سے نجات میسر آ جائے۔ گفتگو بے فائدہ ہے۔ سلامتی قلب طلب کرنی چاہیئے۔ اصل مقصد کی فکر میں رہنا چاہیئے اور لایعنی امور سے مکمل طور پر گریز کرنا چاہیئے۔ بیت

ہر چہ جُز عشق خدائے احسن است   گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے۔ اگر چہ شکر کھانے کا فعل ہی ہی کیوں نہ ہو در اصل اپنی جان کو ہلاک کرنے کی ہی بات ہے۔

مَاعَلَی رسول الا البلاغ   رسولوں پر صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۳۴)

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف لکھا۔ "تھوڑی دیر تک کرلوں گا" سے روکنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ مدارج قرب میں بے اندازہ عروج عطا فرمائے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ علیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا۔

اے محبت کے نشانات والے وقت انسان کی زندگی کو کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کہ کل فرصت نصیب ہو یا نہ ہو۔ اہم اور ضروری کام آج ہی کرنا چاہیئے۔ اور غیر ضروری کام کل پر ڈالنا چاہیئے۔ عقل معاد کا بھی تقاضا ہے۔ جہاں عقل معاش اس تقاضا سے خالی ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۳۵)

یہ مکتوب مخلص دوست محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

ولایت کے مراتب کے بیان میں چاہے ولایت عامہ ہو یا خاصہ۔ نیز ولایت خاصہ کی بعض خصوصیات کے بیان میں

معلوم ہونا چاہیئے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ اور یہ ولایت یا عام ہوگی یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مُراد مطلق ولایت ہے۔ اور خاصہ سے ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ مُراد ہے۔ ولایت محمدیہ میں فنا اتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے۔ تو جو نیک بخت اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا گیا۔ اس کا جسم طاعت کیلئے نرم ہو گیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ اور اس کا نفس مطمئنہ ہو گیا۔ تو اس کا نفس اپنے مولا سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا مولا اس سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا دل رب تعالیٰ کی ذات کے لئے ہی خالص ہو گیا۔ اور اس کی رُوح پُورے طور پر صفات لاہوت کے مکاشفے کے لئے آزاد ہو گئی۔ اور اس کا سِرّ شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ موصوف ہو گیا۔ اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو گیا۔ اور اس کا لطیفہ خفی رب تعالیٰ کے کمال تنزہ اور تقدس کبریا کے سامنے دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اس کا لطیفہ اخفیٰ اس ذات کے ساتھ بے کیف اور بے مثال طریقہ پر اتصال پذیر ہو گیا۔ مصرعہ

ھنیئا لا رباب النعم نعیمھا ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

اور ایک بات جو ذہن میں رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ عروج ونزول کے تمام طریقوں میں دوسرے تمام ارباب ولایت سے ممتاز اور الگ ہے۔ جناب عروج میں تو اس ظن اس کی بقاء اسی ولایت خاصہ کے ساتھ مختص میں ہے۔ باقی تمام ولایتوں کا عروج اپنے درجات کے فرق کے

مطابق صرف لطیفہ خفی تک ہے۔ یعنی بعض اربابِ ولایت کا عروج مقامِ رُوح تک ہے۔ اور بعض کا عروجِ سِرّ تک۔ اور کچھ دُوسروں کا عروج لطیفہ خفی تک ہے۔ اور یہ ولایت عامہ کے درجات کی آخری حد ہے۔ اور جانب نزول میں اس طرح کہ ولایت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے اولیا کے اجسامِ طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجاتِ کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو شب معراج جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا جسدِ عنصری کے ساتھ عروج حاصل ہوا۔ اور اپ پر جنت اور دوزخ پیش کئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور وہاں آپ حق تعالیٰ کی رویت بصری سے مشرف کئے گئے۔ اور اس طرح کی معراج حضور سید الصلوٰۃ والسّلام کے لئے خاص ہے۔ اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ ؑ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔ مصرعہ: وللار من من کائین الکرام نصیبٌ۔ کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے۔ اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ دُنیا میں رویت کا وقوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اور جو اولیاء کرام آپ ؑ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں۔ اور رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اس کے سایے کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت ایک دُوسرے کا عین نہیں۔

مکتوب نمبر (۱۳۶)

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

تسویف (یعنی نیک کام میں ٹال مٹول) اور مطلوبِ حقیقی کے حصول میں تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ چونکہ قاصد رمضان المبارک کے آخری عشرہ متبرکہ میں پہنچا۔ اس لئے اس ہفتہ کے گزرنے کے بعد جواب کا پروگرام بنایا۔ خانخاناں کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب ارسال کر دیا ہے۔ اسے ملاحظہ کر لیں۔ اس دفعہ تمہارا فوج میں جانا فقیر کے نزدیک غیر معقول نظر آتا ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ حقیقت معاملہ کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہی ہے۔ آپ کو یومیہ روزی عطا فرمائی ہوئی ہے۔ اسے غنیمت جانتے ہوئے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیئے۔ اسے مزید روزی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ طریقہ لامتناہی سلسلے کی شکل اختیار کر جائے گا۔ درویشی میں لمبی اُمیدیں رکھنا کفر ہے۔ اور قرض سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ اور معاملہ غیر معلوم ہے کہ خواجہ صاحب سے شاید اس کی صورت بن سکے۔ اگر اس بارے میں اشتباہ ہو تو خواجہ صاحب کی طرف یہ بات صاف اور صریح طور پر لکھیں۔ اگر وہ بھی جواب میں واضح طور پر لکھیں اور ان کی طرف سے پختہ وعدہ محسوس ہو۔ اس نیت کے تحت جا سکتے ہیں۔ لیکن تسویف (نیک کام میں ٹام مٹول) اور تاخیر کا کیا علاج۔ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں جلد کر لیں فرصت کے لمحات نہایت غنیمت ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۳۷)

حاجی خضر خان افغان[1] کی طرف صادر فرمایا۔

ادائے نماز کی بلندی شان میں جس کا کمال نہایت النہایۃ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ مضمون وضاحت سے ذہن میں آیا۔ عبادت میں لذت اور اس کے ادا کرنے میں رنج و تکلیف کا رفع ہونا حق سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر ادائے نماز میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں۔ علی الخصوص فرض نماز کے ادا میں۔ کیونکہ ابتداء میں نفل نماز کے ادا کرنے میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ اور نہایت النہایۃ میں پہنچ کر لذت کی یہ نسبت ادائے فرض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور بندہ ادائے نوافل میں اپنے آپ کو بے کار تصور کرتا ہے۔ اور اس کے نزدیک ادائے فرض ہی کارِ عظیم قرار پاتا ہے۔ مصرعہ: این کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند۔ یہ دولت اور سعادت کا کام ہے۔ دیکھئے اب یہ نعمت کے نصیب ہوتی ہے۔

یہ بات علم میں ہونی چاہیئے۔ کہ نماز ادا کرتے وقت جو لذت نصیب ہوتی ہے۔ نفس کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ وہ اس لذت کی حالت میں نالہ و فغاں کر رہا ہوتا ہے۔ سبحانہ اللہ کیا بلند مرتبہ ہے۔ مصرعہ هنیئاً لاربـاب الـنـعـیم نعیمھا۔ اربابِ نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔ ہم جیسے دیوانوں کے لئے اس طرح کی گفتگو ہی غنیمت ہے۔ مصرع: بارے بہ ہیچ خاطرِ خود شاد مے کنم۔ کسی طرح ہی مجھے دل کی خوشی نصیب ہو جائے۔

یہ بات بھی جان لیں کہ دُنیا میں رُتبہ نماز آخرت میں رتبہ رویت کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایتِ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں نہایتِ قرب دیدارِ خداوندی کے وقت ہوگا۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں باقی عبادات نماز کے وسائل اور ذرائع ہیں۔ اور نماز مقاصد میں سے ہے۔ والسلام والاکرام۔

---

[1] حاجی خضر خاں مرحوم حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی طرف سے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی مرحمت ہوئی۔ بے شمار مخلوق آپ کے فیض سے مستفید ہوئی۔ آپ رات کا اکثر حصہ گریہ وزاری میں بسر کرتے۔ مسکنت، تواضع، صفائی قلب اور حضور کے اوصاف سے موصوف تھے۔ اور آپ کے اوقات تلاوت قرآن مجید، اذکار و نوافل اور اوراد و وظائف سے معمور تھے۔ آپ سرہند شریف کے مضافات میں قصبہ بہلول میں سکونت رکھتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم اوّلاً حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی محفل جنت نشان میں حاضر ہوتے۔ اور سرمایہ سعادت جمع کرتے رہے۔ بعد میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی۔ آپ نے ۱۰۵۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف قصبہ بہلول پور میں ہے۔ زبدۃ المقامات

مکتوب نمبر (۱۴۸)

شیخ بہاؤ الدین سرہندی کی طرف صادر فرمایا:

کمینی دُنیا کی مذمت اور دنیاداروں کی صحبت و مجالست سے پرہیز کرنے کے بیان میں۔

فرزند ارشد اس کمینی اور مبغوض دُنیا پر خوش نہ ہو۔ جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ کی طرف دائمی توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور اس بات کا خیال کرے کہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے۔ اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے میں دے دینا اور مخلوق میں اُلجھ کر حق سبحانہ سے کٹ جانا بے وقوفی اور بے عقلی ہے۔ دنیا اور آخرت کا جمع ہونا ضدوں کے جمع ہونے کی مانند ہے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا   کیا ہی اچھا ہوتا ہے اگر دین اور دنیا دونوں جمع ہو جاتے

ان دو ضدوں میں جس کو چاہیں اختیار کریں۔ اور جس کے عوض چاہیں اپنے آپ کو فروخت کر دیں۔ آخرت کو عذاب ابدی اور دائمی ہے۔ اور دُنیا کا ساز و سامان بالکل تھوڑا ہے۔ خدا تعالیٰ سبحانہ دُنیا کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور آخرت اللہ تعالیٰ وتقدس کی پسندیدہ شے ہے۔ ن

عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ   وَالْزَمْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ

جتنا بھی عرصہ زندہ رہو آخر تم نے مرنا ہے۔ اور جس شے سے بھی چمٹو آخر تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔ آخر کار زن و فرزند کو چھوڑنا پڑے گا۔ لہٰذا ان کی تدابیر کو حق سبحانہ کے حوالے کرنا چاہیئے۔ اور آج اپنے آپ کو مُردہ تصور کرنا چاہیئے۔ اور ان کی مہمات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ   بیشک تمہاری کچھ بیویاں اوز اولاد تمہاری دشمن ہے۔ ان سے ڈرنا چاہیئے۔

نص قطعی ہے۔ بار بار تاکید ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک پڑے رہو گے۔ آخر آنکھ کھولنی چاہیئے۔ اہل دنیا کی صحبت اور اُن سے میل جول زہر قاتل ہے۔ اس زہر کا کشتہ دائمی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو تو اشارہ ہی کافی ہے۔ چہ جائیکہ صراحۃ بار بار تاکید اور مبالغے کے ساتھ کہا جائے۔ بادشاہوں کے درباروں کا لقمۂ چرب و شیرین مرض قلبی میں اضافہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں نجات اور فلاح کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔ ڈرو ڈرو ڈرو۔

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم   تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

میں نے شرط تبلیغ پوری کر دی ہے۔ تو میری باتوں سے خواہ نصیحت حاصل کر خواہ ملال

شیر سے بھی زیادہ ان کی صحبت سے دُور بھاگو۔ کیونکہ شیر صرف دنیوی موت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس

سے آخرت برباد نہیں ہوتی۔ لیکن حکام وسلاطین سے میل جول ہلاک ابدی اور خسارہ دائمی کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا ان کی صحبت سے بچو، ان کے لقمہ سے بچو، ان کی دوستی اور محبت سے بچو اور ان کو دیکھنے سے بھی گریز کرو۔

حدیث صحیح میں وارد ہو چکا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ غَنِیًّا لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ جو کسی غنی کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو حصے دین ضائع ہو جاتا ہے۔

آپ کو احساس ہونا چاہیئے۔ کہ یہ سب تواضع اور چاپلوسی ان کی دولت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کا نتیجہ دو حصے اپنا دین برباد کرنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ تو تمہارا اسلام سے کیا تعلق اور تم نجات کیسے پا سکتے ہو۔ یہ سب مبالغہ اور تاکید اس لیئے ہے کہ فقیر جانتا ہے کہ ناجنس لوگوں کی صحبت اور ان کے لقمہ چرب و شیریں نے اس فرزند کو نصیحت قبول کرنے اور عقلمندی اختیار کرنے سے دُور کر دیا ہے۔ اور سرسری کلمہ وکلام سے متاثر ہونے سے امید کم ہے۔ تو میں بار بار کہتا ہوں کہ ان کی صحبت سے بچ۔ اور ان کی شکل سے بھی گریز کر۔

اللہ سبحانہٗ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان باتوں سے نجات دے جو ہمارے بلند شان والے رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ بحرمۃ نبی اکرم ﷺ جو سید بشر ہیں اور جن کی مدح میں ما زاغ البصر وارد ہوا ہے۔ و علی آلہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها۔

مکتوب نمبر (۱۳۹)

جعفر بیگ نہانی کی طرف صادر فرمایا:

اس بدبخت جماعت کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔ اس جماعت کی ہجو و مذمت جائز بلکہ مستحسن ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ فقراء کے حالات خبر گیری رکھتے ہیں۔ اور موجودگی کو یکساں حیثیت دیتے ہیں۔

مخدوم گرامی! کفار قریش نے جب اپنی کمال بدبختی کی بناء پر اہل اسلام کی بُرائی اور مذمت میں بہت مبالغہ کیا تو حضرت رسالت مآب علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام نے بعض اسلامی شعراء کو حکم دیا کہ نالائق کفار کی مذمت وبُرائی اشعار میں کریں۔ وہ شاعر حضرت رسالت مآب علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها کے سامنے منبر پر بیٹھتا اور کفار کی مذمت میں اعلانیہ اشعار کہتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے جتنا وقت یہ کفار کی مذمت میں مصروف رہتا ہے۔ رُوح القدس (جبریل) اس کے ساتھ رہتا ہے۔ مخلوق کی طرف سے ایذا اور تکلیف کو پہنچنا عشق کی غنیمتوں میں سے ہے۔ اے اللہ ہمیں ان عشاق میں داخل

کر لے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔

مکتوب نمبر (۱۴۰)

ملا محمد معصوم کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رنج ومحنت محبت کے لوزامات میں سے ہے۔

اے محبت کے نشانات والے رنج ومحنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ فقراء کے لئے درد وغم کا ہونا لازمی بات ہے۔ بیت۔

غرض از عشق تو ام چاشنی درد وغم است
ورنہ زیرِ فلک اسبابِ تنعم چہ کم است

تیرے ساتھ عشق لگانے سے میری غرض وغایت درد وغم کی چاشنی ہے۔ ورنہ آسمان کے نیچے ناز و نعمت کے اسباب کیا کم ہیں۔

دوست آوارگی چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے غیر سے بالکلیہ قطع تعلق ہو جائے۔ آرام بے آرامی میں ہے۔ اور لذت وخوشی سوز میں ہے۔ قرار بے قراری میں اور راحت زخم خوردہ ہونے میں ہے۔ اس مقام میں فراغت تلاش کرنا اپنے آپ کو محنت میں ڈالنا ہے۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر محبوب کے سپرد کرنا چاہیئے۔ اس کی طرف سے جو کچھ آئے پوری رضا اور خوشی سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آبرو نہیں پھیرنے چاہئیں۔ زندگی گزارنے کا طریقہ اس روش میں ہے۔ جہانتک ہو سکے استقامت اختیار کرو۔ ورنہ سستی تمہارے پیچھے تعاقب کر رہی ہے تمہاری مشغولیت بہت اچھی ہو چکی تھی۔ لیکن قوت سے پیشتر ہی ضعف کا شکار ہو گئی اگر تھوڑا سا بھی ان ترددات اور شکوک اور بے اطمینانی سے اپنے وقت کو ضائع نہ کریں تو اس طرح پہلے سے بھی بہتر ہو جائے گا۔ چاہیئے کہ ان بے چینی کے اسباب کو عین جمعیت کے اسباب قرار دیں۔ تب ہی کوئی کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۴۱)

مُلا محمد قلیج کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سلوک کے اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات بیش از بیش ترقیات عطا فرمائے۔ قلبی احوال کے بارے میں آپ کبھی کچھ نہیں لکھتے کہ کیا صورتِ حال ہے۔ اس سلسلے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھا کریں کہ یہ بات غائبانہ توجہ کا موجب ہے۔ اس کام میں عمدہ بات محبت واخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی محسوس نہیں ہو رہی تو غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے۔ تو سالوں کا

کام چند گھڑیوں میں میسر آ سکتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۴۲)

مُلّا عبدالغفور سمرقندی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ ان بزرگوں کی اگر تھوڑی سی نسبت بھی ہاتھ آ جائے تو تھوڑی نہیں۔

آپ کا مکتوب مُبارک جو التفات و توجہ سے آپ نے ارسال کیا تھا موصول ہُوا۔ فقراء سے محبت اور اس گروہ کی طرف توجہ و نیاز خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس پر استقامت کی درخواست اور امید ہے۔

وہ نیاز[1] جو آپ نے درویشوں کے لئے روانہ کی تھی موصول ہوگئی۔ اس پر فاتحہ سلامتی پڑھی گئی ہے۔

جو طریقہ آپ نے اخذ کیا تھا اور جو نسبت آپ کو وصال سے نصیب ہوئی تھی۔ اس کے متعلق آپ نے کچھ تحریر نہیں فرمایا۔ معاذ اللہ کہ اس میں سُستی اور فتور واقع ہو جائے۔ بیت

یک چشم زدن خیال پیشِ نظر
بہتر ز وصال خوبرو میان ہمہ عمر

ایک لحہ کے لئے محبوب حقیقی کا خیالی سامنے لانا ساری عمر حسینوں کے وصال سے لطف اندوز ہونے سے بہتر ہے۔

ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی بھی نصیب ہو جائے تو اس کو تھوڑی خیال نہ کرو۔ کیونکہ دُوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے۔ مصرعہ۔ قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا۔ میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔ لیکن اس نسبت میں فتور اور خلل سے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ ان بزرگوں کے ساتھ محبت کا رشتہ قوی اور مضبوط ہے۔ وہ قبا[2] جو کئی دفعہ پہنی گئی ہے۔ آپ کو ارسال کردی گئی ہے۔ اسے کبھی کبھی پہنا کریں۔

---

[1] بزرگانِ دین کی خدمت میں نیاز پیش کرنے کے منکر لوگ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔

[2] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کا اپنا قبا شریف اپنے مرید کو ارسال کرنا اسے پہننے کے متعلق فرمانا اور اسے باادب رکھنے کا حکم دینا اور یہ فرمانا کہ اس قبا سے بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ آپ کے حسن اعتقاد کی بین دلیل ہے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی وہی عقیدہ رکھتے تھے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا ہے۔ جمہور اہلِ سنت و جماعت بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ادب کرتے ہیں۔ اور ان سے نفع اور فائدہ کے حصول کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے اس عقیدہ کے برعکس بے ادب...... لوگ جس طرح بزرگانِ دین کے اس طرح کے تبرکات کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اور ایسے عقیدے کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اوہام و خیالات کہتے ہیں۔ وہ ان مخالفین کے رسائل انکی کتابوں اور ان کی روزمرّہ کی تقاریر و بیانات سے بالکل واضح ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ کے اس عقیدے کو جان لینے والوں پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ملک جمن علی غیر مقلد ساکن قصبہ شرقپور شریف ضلع شیخوپور

اور ادب سے محفوظ رکھیں۔ اس سے بے شمار فوائد کی توقع ہے۔ جب بھی اس قبا کو پہنیں باوضو پہنیں۔ اور اپنے سبق کا تکرار جاری رکھیں۔ امید ہے کہ جمعیت تمام نصیب ہوگی۔

جب بھی کوئی بات میری طرف تحریر کریں پہلے اپنے باطنی کوائف و حالات تحریر کیا کریں۔ ظاہری حالات باطنی احوال کے بغیر کچھ اعتبار نہیں رکھتے۔ مصرعہ۔ از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است۔ دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پڑے، بہت ہی اچھی لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت سید بشر نظر کی کجی سے پاک علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسّلام ظاہر اور باطن کی متابعت پر ثبات و دوام عطا فرمائے۔ مصرعہ: کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہی ہے۔ باقی سب بے فائدہ باتیں ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۴۳)

مُلا شمس کی طرف صادر فرمایا:

اِس امر کے بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے اُسے لہو ولعب میں صرف نہیں کرنا چاہیے۔

پاکستان نے اپنی تصنیف "تعلیمات مجددیہ" میں جو عقائد حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا اُن عقائد سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ ملک صاحب نے محض فریب عوام کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور بزرگوں پر بہتان تراشی کر کے اپنی عاقبت مزید خراب کی ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اور اہل سنت و جماعت کا تبرکات کے متعلق یہ عقیدہ قرآن وسنت سے بھی صاف ثابت ہے۔ قرآن حکیم میں وارد ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيصِي هٰذا فالقوه عَلٰى يَاتِ بصير آ۔ یعنی میری یہ قمیض لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔ اس طرح ان کی گئی ہوئی بینائی واپس آ جائے گی۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر وارد ہے۔ اَنْ يَاتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَ آلُ هَارُوْنَ یعنی اے بنی اسرائیل تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون اور ان تبرکات کا باقی ذخیرہ ہوگا جسے آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون پیچھے چھوڑ گئی۔ بخاری شریف میں ہے کہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم ﷺ کے جبہ شریف کا ایک ٹکڑا تھا جب کوئی لاعلاج مریض آپ کے پاس آتا تو آپ وہ ٹکڑا پانی میں بھگوتیں اور اس کا پانی بیمار کو پلاتیں اسے شفا ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے ایک مقدس رسول حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ کا عقیدہ معاذ اللہ ہرگز مشرکانہ نہیں ہو سکتا۔ واللّٰہ تعالٰی الموفق للهدايه و الصواب واليه المرجع و المآب و نسال اللّٰه تعالٰی ان يرزقنا علي الحق و الهدايه الثبات و السداد و جنبنا عن جميع اصناف الكفر والالحاد.

(مترجم عفی عنہٗ)

فقراء سے محبت رکھنے والے مولانا شمس کو نیک کاموں کی توفیق نصیب ہو۔ کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے لہو ولعب میں صرف نہ کرے۔ اور اخروٹ ومنقا (معمولی چیزوں) کے عوض نہ دے ڈالے۔ کیونکہ ایسی صورت میں آخر کار ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگ۔ بتا دینا شرط ہے۔ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ اور حلال وحرام میں تمیز کریں۔ نجات اُخروی کا طریقہ صاحب شریعت کی متابعت ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ فانی لذتوں اور ہلاک ہو جانے والی نعمتوں کو اپنا منظورِ نظر نہ بنائیں۔

والله سبحانه الموفق للخيرات

مکتوب نمبر (۱۴۴)

حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

سیر وسلوک کے معنی اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے بیان میں کہ دو طرح کی اس سیر کے علاوہ دو طرح کی سیر اور بھی ہے جو ان دو کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمۃ سید بشر اور کجی نظر سے پاک ذات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات مدارج کمالات میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے۔ مصرعہ: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است۔ یعنی جس طرف سے بھی دوست کی بات کان میں پڑے بہت ہی اچھی ہے۔ سیر وسلوک علم میں حرکت سے عبارت ہے۔ جو مقولہ کیف [1] میں سے ہے۔ حرکت اینی [2] کی یہاں گنجائش نہیں۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمیہ سے عبارت ہے۔ جو علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس سے اور اُوپر پھر اور اُوپر یہاں تک کہ بندہ تمام ممکنات کے علوم طے کرنے اور ان کے مکمل طور پر فنا ہو جانے کے بعد علم واجب تک جا پہنچتا ہے۔ اور اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور سیر فی اللہ اس حرکت علمیہ سے عبارت ہے جو مراتب وجوب یعنی اسماء صفات شیون، اعتبارات، تقدیسات اور تنزیہات ہی ہوتی ہے۔ یہانتک کہ اس مرتبہ تک جا پہنچتی ہے۔ جسے کسی عبارت سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور نہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ اسے کسی نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بطور کنایہ اس کا اظہار ہو سکتا ہے۔ اور نہ اسے کوئی عالم جان سکتا ہے اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس سیر

---

[1] کیف دراصل اس عرض کا نام ہے۔ جس کا تصور وتعقل غیر کے تصور وتعقل پر موقوف نہ ہو۔ اور جو اقتضاء اولیٰ کے لحاظ سے تقسیم یا عدم تقسیم کی متقاضی نہیں۔ پھر آگے اس کے کئی اقسام میں جیسے کیفیت راسخہ اور غیر راسخہ اور کیفیات نفسانیہ۔ اور علم صحیح مذہب کے مطابق مقولہ کیف سے ہے۔ كما اشار اليه مجدّد الف ثانی رضی الله عنه،

[2] حرکت اینی یعنی انتقال مکانی یعنی یہاں سیر وسلوک سے مراد یہ نہیں کہ سالک ایک مکان سے منتقل ہو کر دُوسرے مکان میں جا پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی سیر کی یہاں گنجائش نہیں۔

کا نام بقا ہے۔

اور سیر عن اللہ باللہ بھی جو تیسری سیر ہے۔ حرکت علمی ہی سے عبارت ہے۔ جو علمِ اعلیٰ سے علمِ اسفل تک ہوتی ہے۔ اور اس سے اور نیچے پھر اور نیچے۔ یہاں تک کہ عارف پیچھے کی طرف چل کر پھر ممکنات تک آ پہنچتا ہے اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نیچے اُتر آتا ہے۔ یہ وہ عارف ہے جو اللہ سے وابستگی کے باعث سب کچھ طاق نسیان میں رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ سے اللہ کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ یہی واجد (پانے والا) اور فاقد (نہ پانے والا) ہوتا ہے۔ اور یہی واصل اور ہجر میں مبتلا عارف ہے۔ اور یہی قریب اور بعید عارف ہے۔

اور چوتھی سیر جو اشیاء میں سیر ہے۔ یہ بھی سیر اول میں اشیاء کے علوم کے زوال کے بعد پھر آہستہ آہستہ اشیاء کے علوم کے حصول سے عبارت ہے۔ تو جیسا کہ تم جانتے ہو چوتھی سیر اوّل کے مقابل ہے۔ اور تیسری سیر دُوسری کے مقابل ہے۔

اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفس ولایت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اور نفسِ ولایت فناء اور بقا سے عبارت ہے۔ اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حصول کے لئے ہے جو انبیاء کرام رُسُل عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور تسلیمات ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً ہوتی رہیں۔

اور اس بزرگ گروہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی کامل متابعت کرنے والوں کو بھی اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔	آپ فرما دیں یہی میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے پیرو کار بصیرت پر ہیں۔

یہ ہے ابتداء و انتہاء کی بات جس کے ذکر سے مقصود اس کی بلندی شان کا اظہار اور طالبانِ حق کو شوق دلانا ہے۔

بر شکر غلطید اے صفرائیاں
از برائے کوریٔ سودائیاں

اے صفراوی مزاج لوگو تم شکر پر خوب لوٹو۔ کیونکہ سوداوی مزاج تو نابینگی کا شکار ہیں۔

ان لوگوں پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔ جو ہدایت کے پیرو کار اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی اطاعت پر کار بند ہوں۔

مکتوب نمبر (۱۴۵)

ملا عبدالرحمٰن مفتی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے ابتدائے سیر عالمِ امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس راز کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر ثابت رکھے۔ اللہ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اپنی سیر کی ابتداء امر عالم سے اختیار کی ہے۔ اور عالم خلق کو اس کے ضمن میں طے کیا ہے۔ بخلاف دُوسرے سلاسل کے مشائخ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالمِ خلق سے ہوتی ہے۔ عالمِ خلق طے کرنے کے بعد عالمِ امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ اور دُوسروں کی انتہاء ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ع:

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا
میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اس بلند طریقہ کے کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے۔ تاہم وہ جلد اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور لذت وحلاوت جو جذبہ اور کشش کا ہراول دستہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالمِ امر عالمِ خلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے۔ اور یہی ضعف وکمزوری جلد اثر پذیری میں رکاوٹ اور سدِ راہ ہوتی ہے۔ اثر پذیر ہونے میں یہ تاخیر اور دیر اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک ان میں عالم امر عالم خلق پر غلبہ اور قوت حاصل نہ کرلے۔ اور معاملہ برعکس نہ ہو جائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ کے مناسب یہ ہے کہ مکمل تصوف والا مرشد پورے تصرف سے کام لے۔ اور دُوسرے طریقوں کے مناسب اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے تزکیہ نفس کیا جائے اور ریاضات ومجاہدات شاقہ موافق شریعت اختیار کئے جائیں۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ دیر سے اثر پذیر ہونا استعداد کے ناقص ہونے کی علامت نہیں۔ مکمل استعداد والے گروہ کے متعلق بھی یہ ممکن ہے کہ اس بلا میں مبتلا اور گرفتار ہو۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۴۶)

سبق کے تکرار کی نصیحت میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف تحریر فرمایا:

فرزندی شرف الدین حسین کا مکتوب موصول ہوا۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان کہ تم فقراء کی یاد کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ وہ سبق جو آپ نے سیکھا ہوا ہے۔ اس کے تکرار سے اپنے وقت کو معمور اور آباد رکھیں۔ اور فرصت کے لمحات سے پُورا فائدہ اُٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ فانی کرّ وفر راہِ راست سے دُور کرے۔ اور زائل ہو جانے والی چیزوں کی شان وشوکت بے حلاوت کردے۔ بیت

ہمہ اندرز من بتو ایں است کہ تو طفلی دخانہ ہمہ رنگین است

تجھے میری ساری نصیحت یہی ہے۔ کہ تو بچہ ہے۔ اور گھر سارا بڑا رنگین ہے۔

کیا ہی عظیم نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اُٹھتی ہوئی جوانی میں ہی توبہ کی توفیق عطا کر دے۔ اور پھر اس پر استقامت بھی دیدے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ دُنیا کی تمام نعمتیں اس کی ایک نعمت کے سامنے گھرے دریا کے آگے شبنم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا تمام دنیوی اور اُخروی نعمتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی چیز ہے۔ اور سلامتی کا نزول ہر اُس شخص پر ہوتا رہے جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا پر کار بند ہو۔

مکتوب نمبر (۱۴۷)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ مخلوق سے الگ ہونا رب تعالیٰ سے وابستگی پر مقدم ہے۔ یا حق تعالیٰ سے وابستگی مخلوق سے علیحدگی پر مقدم ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا مدراج کمال میں ترقیات عطا فرمائے۔

مشائخ قدس سرہم کی ایک جماعت نے گُسستن (مخلوق سے کٹنے) کو پیوستن (حق کے ساتھ وابستگی) پر مقدم رکھا ہے۔ اور دوسری جماعت نے پیوستن کو گُسستن پر مقدم قرار دیا ہے۔ اور تیسرے گروہ نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ شیخ ابوسعید خراز قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ جب تک مخلوق سے نہیں چھوٹتے مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ اور جب تک مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ مخلوق سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کونسی چیز ہے۔ ان سطور کا راقم کہتا ہے۔ کہ گُسستن اور پیوستن دونوں ایک ہی وقت میں محقق ہوتے ہیں یہ جائز نہیں کہ گسستن پیوستن سے جُدا ہو یا پیوستن گُسستن کے بغیر رونما ہو سکے۔ غایہ مافی الباب یہ ہے کہ خفا تقدم ذاتی اور دونوں کے ایک دُوسرے کی علّت ہونے کے تعین میں ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ مذہب ثانی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی طرف سے سبقت کا ہونا بہتر ہے۔ ہاں وہ جماعت جو گُسستن کو مقدم جانتی ہے۔ اس سبقت کا انکار نہیں کرتی۔ پیوستن سے ان کی مُراد ظہورِ تام ہے۔ اور وہ ظہور مطلق پر سبقت کے منافی نہیں۔ مطلق ظہور گُسستن پر مقدم ہے۔ اور ظہور تام اس سے موٴخر ہے۔ اس تحقیق کے مطابق یہ نزاع لفظی بن جاتی ہے۔ لیکن پہلے گروہ کی نظر بلند ہے۔ کیونکہ وہ قلیل کا اعتبار نہیں کرتے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس توجیہ

کے مطابق تقدم زمانی بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو واللہ سبحانہ' الملھم للصواب۔ بہر حال گستن اور پیوستن کا مظہر بنا چاہیئے۔ کیونکہ مرتبہ ولادت ان دو مرتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ان دونوں کے حصول کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے کی بات ہے۔ پہلا مرتبہ سیر الی اللہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اور مرتبہ ثانی سیر فی اللہ ہے۔ اور ان دونوں کے جمع ہونے سے بندہ مرتبہ ولایت اور کمال تک پہنچتا ہے۔ اپنے درجات کے مطابق۔ اور دوسری دو سیریں تکمیل حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لیے ہیں۔ ع

بانگ دو کردم اگر در دہ کس است — میں نے دو دفعہ آواز کر دی ہے۔ گاؤں میں اگر کوئی ہو گا سُن لے گا۔

مکتوب نمبر (۱۴۸)

ملا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سیرابی کا اظہار کرنے والا خالی ہوتا ہے۔ اور مشائخ کرام کی رُوحانیات اور ان کی امداد سے مغرور نہیں ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں درحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔

آپ کے دو مکتوب پے در پے موصول ہوئے۔ اوّل میں حصول اور سیری کا اظہار تھا۔ اور دُوسرا تشنگی اور بے حاصلگی کی خبر دے رہا تھا۔ الحمد للہ سبحانہ' کہ اعتبار آخری بات کا ہونا ہے۔ سیرابی کا اظہار کرنے والا خالی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو بے حاصل اور خالی تصور کرتا ہے وہ واصل ہوتا ہے۔

تمہیں بار بار کہا گیا ہے کہ مشائخ کی رُوحانیات اور ان کی امداد پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں فی الحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو مشائخ کی صورتوں میں نمودار ہوئے۔ قبلہ توجہ کا ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا عیاذاً باللہ سبحانہ' خسارے اور نقصان کا موجب ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ تمہیں بار بار اور تاکید سے کہا گیا ہے۔ کہ کام کاج کے سلسلے کو مختصر کریں۔ تاکہ مقصود اصلی جلد انجام کو پہنچے۔ ضروری کام چھوڑ کے بے فائدہ کام میں مصروف ہونا عقل دُور اندیش کے نزدیک بہت نامناسب بات ہے لیکن آپ تو اپنی رائے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ دُوسرے کی بات تم پر کم اثر کرتی ہے۔ اس روش کے نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہیں۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ. رسُول کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

مکتوب نمبر (۱۴۹)

یہ مکتوب بھی مُلا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن یہ

کیا ضروری ہے کہ نظر کسی معین سبب پر ہی لگالی جائے۔

اخوی مولانا محمد صادق عجب آدمی ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اسباب کے سہارے پر ڈال رکھا ہے۔ اگرچہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ وتقدس نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن اس کی کیا ضرورت کہ نظر معین سبب پر ہی جمالی جائے۔ مصرع

گر درے بستہ شد اے دل دگر بکشایند
اے دل اگر ایک دروازہ بند ہو گیا تو دوسرے کو کھول دینگے

اس قسم کی کوتاہ نظر اہل اللہ کے ساتھ بہت ہی بے تعلقی ظاہر کرتی ہے۔ آپ جیسے لوگوں سے ایسا ہونا بہت ہی بُرا ہے۔ ایک گھڑی کے لئے اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے اور اس طور طریقے کی بُرائی کا تصور کرنا چاہیئے۔ فقراء کے لباس مین ہو کر اپنا سب کچھ کمینی اور خدا تعالیٰ کی دشمن دُنیا جمع کرنے میں لگا دینا بہت ہی بُرا ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ یہ برائی آپ کی نظر میں کس قدر اچھی اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی ضروریات کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت ہی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنی ساری ہمت اسی میں صرف کر دینا اور عمر عزیز کو اسی کے لئے گزارنا محض حماقت ہے۔ فرصت بڑی غنیمت ہے۔ ہزار افسوس اگر کوئی شخص اس سے فائدہ کاموں میں صرف کردے۔ بتانا شرط ہے۔ مَا عَلَی الرسول الا البلاغ۔ رسولؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

لوگوں کی باتون سے دل تنگ نہ ہوں۔ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ اگر آپ میں نہیں تو غم کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ لوگ ایک شخص کو بُرا خیال کریں۔ اور وہ فی الحقیقت نیک ہو۔ ہاں اگر اس کا اُلٹ ہو تو وہ ضرور خطرے کا مقام ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۵۰)

اس بیان میں کہ مطلوب ومقصود قرار دینے کے لائق صرف واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات ہے۔ خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا:

برادرم خواجہ محمد قاسم کا التفات نامہ موصول ہو کر موجب فرحت ہوا۔ دنیوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے انتشار سے دل تنگ نہ ہوں۔ وہ اس لائق نہیں کہ انسان ان پر دل تنگ ہو۔ کیونکہ یہ جہان فنا کے مقام میں ہے۔ حق تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس کے ضمن میں تنگی پیش آئے یا آسانی۔ مطلوبیت کے لائق صرف واجب الوجود جل شانہٗ کی ذات ہے۔ خاص کر آپ جیسے عزیز دوستوں کے لئے۔ اس کے باوجود اگر کسی طرح کی خدمت یا کام کے متعلق اشارہ فرمائیں گے تو بندہ اسے احسان جانتے ہوئے اس کی انجام دہی کی پوری کوشش کرے گا۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۵۱)

میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی فضیلت و بزرگی۔ اور "یادداشت" کے معنی کے بیان میں جوان بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مصرع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است　　دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پڑے، بہت اچھی ہے۔

"یادداشت" حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ میں حضورِ بے غیبت سے عبارت ہے۔ یعنی شیونی اور اعتباراتی حجابات کے درمیان میں حائل ہوئے بغیر حضرت ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے دائمی حضور کو ودداشت کہتے ہیں۔ اور اگر کبھی حضور ہو اور کبھی غیبت یعنی کسی وقت حجابات پوری طرح اُٹھ جائیں اور کبھی درمیان ں حائل ہو جائیں جس طرح تجلی ذاتی برقی میں ہوتا ہے۔ کہ بجلی کی طرح حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آگے ے ہٹ جاتے ہیں اور پھر جلد ہی وہ ذات پردہ شیون واعتبارات میں روپوش ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح کے وقتی ورعارضی حضور کا ان اکابر کے ہاں کوئی اعتبار نہیں۔

پس بے غیبت حضور کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو حضرت ذات کے بے واسطہ شیون واعتبارات ے ظہور سے عبارت ہے۔ اور جو اس راہ کی نہایت میں جا کر میسر آتی ہے۔ اور فنائے اکمل کو اس مقام میں جا کر ثابت کرتے ہیں دائمی ہو جائے اور حجابات ہرگز رجوع نہ کریں۔ اور اگر حجابات پھر رجوع کر آئیں تو حضور غیب ے تبدیل ہو جائے گا۔ اور اسے ان خواجگان قدس سرہم کی اصطلاح میں یادداشت نہیں کہیں گے۔ تو ثابت ہو گیا کہ ان اکابر کا حضور اتم اور اکمل ہے اور فنا کی اکملیت اور بقا کی اتمیت مشہود کی اتمیت اور اکملیت کے اندازہ کے مطابق ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا　　میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

مکتوب نمبر (۱۵۲)

سیادت وبزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رسول کی اطاعت عین خدائے سبحانہ کی اطاعت ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسولؐ کی اطاعت کی بیشک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیا۔ تو اللہ عزوجل کی وہ اطاعت جو اطاعت رسولؐ کی شکل میں نہیں اللہ سبحانہ کی اطاعت نہیں۔ اس مضمون کی تاکید و تحقیق کے لئے قد تاکید یہ لایا گیا تاکہ کوئی نادان واحمق ان دو اطاعتوں کے درمیان فرق نہ کرے۔ اور ایک کو دوسری جگہ اختیار نہ کرے۔ دُوسرے مقام پر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس جماعت کی شکایت کرتا ہے۔ جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت میں فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا.

یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض سے کفر کریں گے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس سے درمیان راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں میں فرق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ایک کے مقابلے میں دُوسرے کی محبت کی پسندیدگی مترشح ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے ایام میں خرقان کے قریب فروکش تھا۔ اُس نے وہاں سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن[2] خرقانی کی خدمت میں بھیجا۔ اور التماس کی کہ حضرت شیخ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے وکلاء سے کہہ دیا کہ اگر شیخ کی طرف سے آنے میں توقف محسوس کریں تو آیہ کریمہ۔

---

[1] سورۃ نساء پارہ والمحصنات

[1] سورۃ نساء پارہ لا یحب اللہ۔

[2] آپؒ کا نام مبارک علیؒ بن جعفر ہے۔ آپ یگانہ روزگار اور غوثِ وقت اور مرجع خلائق تھے۔ لوگ آپؒ کے زمانے میں آپؒ ہی کی خدمت میں جاتے تھے۔ تصوف میں آپؒ سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ سلوک میں آپؒ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ آپؒ حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بہتر عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ ۴۲۵ء بروز منگل عاشورا کے روز وفات پائی۔ مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور کمالات کے متعلق پیشگوئی کا قصہ بڑے پُر کیف انداز میں بیان کیا ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ. اللہ کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے رسول اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت بھی کرو۔

پڑھیں۔ جب وکلاء نے شیخ کی طرف سے ملاقات کے لئے جانے میں توقف محسوس کیا تو مذکورہ آیۃ کریمہ کی تلاوت کی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا میں اَطِیْعُو اللّٰہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِیْعُو الرَّسُوْلَ کی اطاعت سے شرمندہ ہوں۔ اولی الامر کی اطاعت کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔

حضرت شیخ نے حق سبحانہٗ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا غیر تصور کیا۔ یہ بات استقامت سے دُور ہے مستقیم الاحوال مشائخ اس طرح کے کلمات زبان پر نہیں لاتے اور شریعت' طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسولؐ کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسولؐ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں نہیں۔ اسے عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔

یہ قصہ بھی منقول ہے کہ شیخ مہینہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور سادات خراسان میں سے ایک بہت بڑے سید بزرگ بھی آپؒ کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً اس دوران ایک مغلوب الحال مجذوب نمودار ہوا۔ حضرت شیخؒ نے اس بڑے سید بزرگ پر اس کو ترجیح دی۔ سید صاحب کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ شیخؒ نے سیّد صاحب سے فرمایا آپ کی تعظیم تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ اور اس مجذوب کی تعظیم رب تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس قسم کی تفرقہ آمیز باتوں کو مستقیم الاحوال اکابر جائز نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ سُکر حال کی بنا پر قرار دیتے ہیں۔ اور اسے ایک فضول بات سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ مقام کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے۔ حق سبحانہٗ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ اور مقام تکمیل میں جو مقامِ نبوت کا ایک حصہ ہے رسولؐ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعتِ رسولؐ پر جو عین اللہ سبحانہٗ کی اطاعت ہے۔ قائم و ثابت رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۵۳)

میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق کی غلامی سے مکمل خلاصی کے بیان میں جو فنا مطلق سے وابستہ ہے۔

آپ کا ارسال کردہ مکتوب موصول ہوا۔ الحمد لِلّٰہ ذی الانعام و المِنَّة اللہ صاحب انعام کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ طالبوں کو طلب میں بے قرار اور بے آرام رکھتا ہے۔ اور اس بے آرامی میں غیر کے ساتھ آرام پکڑنے سے نجات عطا کرتا ہے۔ لیکن غیر کی غلامی سے مکمل نجات اور خلاصی اس وقت میسر آتی ہے۔ جب بندہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے۔ اور ماسوائے حق کے نقوش آئینہ دل سے مٹا دیتا ہے۔ اور اس کا علمی اور حسی

تعلق کسے شے سے باقی نہیں رہتا۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی شے اس کا مقصود اور مُراد نہیں رہتی۔ یہ مقام حاصل ہونے کے بغیر غیر حق کی غلامی سے مکمل نجات کا خیال خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اگرچہ اسے بے تعلقی کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن

فَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا گمان حق کی جگہ کچھ نہیں دے سکتا۔

مصراع: ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا رسید۔ یہ دولت وسعادت کا کام دیکھئے اب کسے عطا ہوتا ہے۔

احوال اور مقامات میں پھنسا ہوا انسان بھی درحقیقت غیر حق تعالیٰ میں گرفتار ہے۔ دُوسری چیزوں میں گرفتاری کا کیا کہنا۔

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف و چہ ایمان
بہر چہ از راہ دُور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

جس چیز کے باعث تم دوست سے دُور ہو جاؤ کیا حرف کُفر ہو کیا ایمان (اس سے دُور بھاگو) اور جس کام میں اُلجھ کر تم راستے سے دُور ہو جاؤ وہ بُری شے ہو یا اچھی (اس کے بھی قریب نہ جاؤ)۔

تمہارے سفر نے طوالت اختیار کر لی فرصت غنیمت ہے۔ دوست اگر رخصت کے اہل ہیں تو ان سے رخصت اور اجازت لینے میں کیا رکاوٹ ہے۔ اور اگر رخصت کے اہل ہی نہیں تو ان سے رخصت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی کا خیال کرنا چاہیئے۔ مخلوق راضی ہو یا نہ ہو۔ لوگوں کی ناراضگی کا کیا اعتبار ہے۔ ع طفیل دوست باشد ہر چہ باشد۔ جو کچھ ہے سب دوست کے طفیل ہے۔ مقصود صرف خدا تعالیٰ کی ذات کو ہی قرار دینا چاہیئے۔ اس مقصود کے ساتھ کچھ اور بھی حاصل ہوئے جائے تو ہو جائے۔ ورنہ مگر حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ ع رخسارِ من اینجا و تو در گل نگری۔ میرا رخسار تیرے سامنے ہے مگر افسوس تو اسے نہیں دیکھتا بلکہ تیری نگاہ پھول کی طرف ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۵۴)

یہ مکتوب بھی میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزر جانا چاہیئے۔ اور اپنے اندر جانا چاہیئے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے ساتھ رکھے۔ اور ایک لحظہ کے لیئے بھی غیر کے حوالے نہ کرے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ فَنَعْطَبَ وَ لَا اَقَلَّ مِنْھَا فَنَضِیْعَ اے اللہ ہم کو ایک لحظہ کے لئے بھی ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرنا کہ ہم ہلاک نہ ہوں اور نہ اس سے کم وقت کے لئے بھی تا کہ ہم ضائع نہ ہوں۔

جو بلا اور مصیبت میں آتی ہے وہ اپنے ساتھ گرفتاری کے باعث آتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ سے نجات پا گیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتاری سے بھی نجات پا گیا۔ کوئی اگر بُت پرستی کر رہا ہے تو فی الحقیقت وہ اپنی ہی پرستش کر رہا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں وارد ہے۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ   کیا تو نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔

مصراع: از خود چو گذشتی ہمہ عیش است وخوشی۔ جب تُو اپنے آپ سے گزر گیا (چھوٹ گیا) تو پھر سب عیش اور خوشی ہی خوشی ہے۔

دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالَ   اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔

جس طرح اپنے آپ سے گزرنا ضروری ہے۔ اپنے اندر جانا اور سفر کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مقصود کی یافت یہیں ہے۔ اپنے سے باہر مقصود کی یافت نہیں ہے۔

با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست   ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست
جو کچھ ہے تیری گودڑی کے نیچے ہی ہے   لہٰذا اندھوں کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ نہ مار

سیر آفاقی میں دُوری ہی دُوری ہے۔ اور سیر انفسی میں قرب ہی قرب ہے۔ اگر شہود ہے اپنے آپ میں اگر معرفت ہے وہ بھی اپنے اندر ہی ہے۔ اگر حیرت ہے وہ بھی اپنے میں ہی ہے۔ اپنے سے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ بات کدھر چلی گئی۔ کوئی بے عقل یہاں سے حلول اور اتحاد نہ سمجھنا شروع کر دے۔ اور گمراہی کے بھنور میں گر پڑے۔ ؏ این جا حلول کفر بود اتحاد ہم۔ یعنی یہاں حلول واتحاد کا اعتقاد کفر ہے۔ اس مقام تک پہنچنے سے قبل اس میں غور وفکر کرنا ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں سنت کے پسندیدہ طریقے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت عطا کرے۔ اپنے حالات بھی لکھا کریں۔ کیونکہ اصلاح اور توجہ میں اس کا بڑا دخل ہے۔ ظاہری رکاوٹوں سے آزاد رہیں۔ اور ان رکاوٹوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر خیال کریں۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۵۵)

اپنے اصل مقصد کی طرف رجوع کرنے کے بارے میں یہ مکتوب بھی میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے ساتھ رکھے۔

بعد از خدای ہر چہ پرستند ہیچ نیست   بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کو بھی پوجیں وہ ہیچ سے بھی کم ہے۔ وہ بد نصیب ہے جو ہیچ اور ادنیٰ شے کو

اختیار کرتا ہے۔

ماہ جمادی الاوّل کے شروع میں جمعہ کے روز بندہ دہلی شہر کی زیارت سے مشرف ہوا۔ محمد صادق بھی ساتھ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ موافق ہُوا تو چند روز بندہ یہاں گزار کر جلد ہی وطن اصلی کو روانہ ہو جائے گا۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ   وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے۔

صحیح حدیث ہے۔ بندہ بے چارہ کہاں جا سکتا ہے۔ اس کی پیشانی تو قادرِ مطلق کے قبضہ میں ہے۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا   کوئی چلنے والی شے نہیں۔ مگر اس کی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ   بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے

بھاگ کر کدھر جائیں۔ مگر یہ کہ ففرو الی اللہ (اللہ کی طرف دوڑو) کہتے ہوئے اس کی ذات میں اسی کی طرف دوڑیں۔ بہر حال اصل کو اصل جانتے ہوئے فرع کو اس کا طفیلی قرار دے کر اصل کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است   گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ اگر چہ شکر ہی کھانا کیوں نہ ہو دراصل جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵۶)

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں یہ مکتوب بھی میاں مزمل کو لکھا:

جو خط آپ نے جالندھر کے قاضی زادہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا' دہلی میں موصول ہو گیا۔ الحمد للہ والمنہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت کا نقد سرمایہ آپ کے ہاتھ موجود ہے۔ اور مطابق بیان حدیث۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ   آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

آپ بھی فقراء کے ساتھ ہیں۔ اگر چہ وقت اور زمانے کے لحاظ سے ماہ رجب نزدیک ہے۔ لیکن حقیقت میں بہت دور ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست   درونِ دیدہ اگر نیم مُو است بسیار است

دوست کی جدائی اگر تھوڑے سے وقت کیلئے بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں۔ آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے۔

چونکہ اربابِ حقوق کے حقوق کی رعایت کی بنا پر آپ نے وہاں اقامت اختیار کی ہوئی ہے۔ تو ایسا ہی کریں۔ فقیر بھی ماہ رجب تک شاید یہیں رہے۔ واللّٰہ سبحانہٗ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب بہر حال چند روزہ زندگی کو فقراء کے ساتھ گزاریں۔

[1] وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ	یعنی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھو جو
رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ	صبح و شام اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔
وَجْھَهٗ	صرف اسی کی ذات کے طالب بن کر۔

نص قطعی ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ من الصلوات اتما ومن التسلیمات لئمہا کو اس بات کا حکم دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ خداوندا وہ کیا ہے جو تُو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پا لیا۔ اور جب تک تجھے نہ پایا ان کی شناخت بھی نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس بلند مرتبہ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرمائے۔

مکتوب نمبر (۱۵۷)

حکیم عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خالی کر کے جائے تا کہ پُر ہو کے واپس آئے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہئیں۔

آپ دو دفعہ تشریف لائے۔ لیکن جلدی ہی اُٹھ کر چلے آئے۔ اتنی فرصت نہ مل سکی کہ صحبت کے کچھ حقوق ادا کیے جاتے۔ ملاقات سے مقصود یا افادہ (فائدہ پہنچانا) ہوتا ہے یا استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) اور جب مجلس ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو بے کار اور بے اعتبار ہے۔

اس گروہ اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیئے۔ تا کہ پُر ہو کر واپس لوٹے۔ اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تا کہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں۔ اور فیض پہنچانے کا راستہ کُھلے۔ سیر ہو کر آنا اور سیر ہو کر ہی چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پُر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے۔ اور بے نیازی سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں۔ پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ لہٰذا بندگانِ حق کی توجہ کے لئے نیاز مندی شرط ہے۔ تاہم ان اوقات میں جب

---

[1] سورہ کہف

ایک طالب علم یہاں آیا اور اپ کی خدمت میں سفارش کی طلب کا اظہار کیا۔ تو دل میں آیا کہ آپ کے صرف تشریف لانے کا بھی حق ہے۔ لہٰذا اپنی طرف سے ممکن حد تک حق ادا کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر بذریعہ قلم گذشتہ کے تدارک اور تلافی کے طور پر چند کلمات وقت اور حال کے تقاضا کے مطابق لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیے گئے ہیں۔ واللّٰہ الملھم للصواب والموفق للسداد.

اے سعادت کے نشان والے جو کچھ ہم اور تم پر لازم و ضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے طریقہ کے مطابق کتاب و سُنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصحیح ہے۔ اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے۔ جو علمائے اہل سُنت نے قرآن و سُنت سے اخذ کیے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن و سُنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اگر ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکامِ باطلہ کو قرآن و سُنت سے ہی سمجھنے کا دعویدار ہے۔[1] اور یہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دے سکتا۔

---

[1] حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ نے اس مسئلہ کو دفترِ اوّل مکتوب نمبر (۱۹۳) میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مکتوب نمبر ۱۹۳ کی عبارت میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نخستین ضروریات برارباب تکلیف تصحیح عقائد است بر وفق آراء علماء اہلسنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کہ نجاتِ اُخروی وابستہ باتباع آراء صواب نمائی این بزرگواراں است و فرقہ ناجیہ ہم ایشانند و ایشانند کہ بر طریق سرور و اصحاب سرور اند صلوات اللہ و تسلیماتہٗ علیہ و علیہم اجمعین۔

ترجمہ: ہر عاقل و بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے عقیدے علماء اہل سنت و جماعت کے بیان کردہ عقائد کے مطابق و موافق کرے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے) کیونکہ آخرت میں نجات الٰہی بزرگوں کے بیان کردہ عقائد کی پیروی میں مضمر ہے۔ اس روز نجات صرف ان بزرگوں کے پیروکاروں کو نصیب ہوگی۔ اور صرف اہل سنت و جماعت ہی وہ گروہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ مستقیمہ پر قائم ہے۔

واز علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگوراں از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیرا کہ بر مبتدع و ضال عقائد فاسدہ خود را از کتاب و سنت اخذ میکند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازیں ہا معتبر نباشد۔

ترجمہ: اور قرآن و حدیث سے اخذ کردہ صرف وہی مطالب اور علوم اور عقائد قابلِ اعتبار و اعتماد ہیں۔ جو ان علمائے حق نے بیان کیے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعقیدہ اور گمراہ شخص بھی اپنے عقائدِ فاسدہ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ ہی سے ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے بیان کردہ معنی لائق اعتبار نہیں ہو سکتے۔ صاحبِ تفسیر مدارک فرماتے ہیں:

اس کا فائدہ ایک تو تاکید ہے۔ اور دُوسرے اس بات کا اظہار ہے۔ کہ سیدھے راستے کی تفسیر مومنوں کا راستہ ہے۔ تاکہ یہ مسلمانوں کے راستے کے سیدھا ہونے کی کامل اور موکد طریقہ پر گواہی بن جائے۔ اور وہ مومنوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ ہے۔

دوسرے نمبر پر احکام شرعیہ حلال وحرام وفرض واجب کا علم حاصل کرنا۔ تیسرے اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ اور چوتھے تصفیہ اور تزکیہ کا طریقہ اختیار کرنا، جو صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے ساتھ مخصوص ہے، تو جب تک عقاید درست نہ کریں، احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ دونوں (تصحیح عقائد اور احکام شرعیہ کا علم) حاصل نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں محقق نہ ہوں، تزکیہ اور تصفیہ کا حصول محال ہے۔

جس طرح سنتیں فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں اسی طرح ان چار رکنوں کے اپنے متممات اور مکملات کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے اور لایعنی میں داخل ہے۔

وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه' مَا لَا يَعْنِيْهِ وَ اشْتِغَالُه' بِمَا يَعْنِيْهِ	بندے کے حسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ کر با مقصد باتوں میں مشغول ہو جائے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں۔

یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مُرید کے مقامات ہدایت ومکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ مقتدا رہنما کی اقتداء کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے۔ اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے۔ اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقول واذہان تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پُورے نہیں اُترتے۔

مختصر یہ کہ عقائد کی صحت ودرستی اعمال کے لئے شرط لازم ہے۔ عقیدہ بنیاد اور اساس ہے۔ اور اعمال اس کی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمالِ حسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کئے جائیں نہ ان کی قبولیت ہے اور نہ ان کی کوئی قدر وقیمت ہے۔ اور نہ ان کا ثواب ملتا ہے۔ یہودیوں کے درویش اور عیسائیوں کے راہب چونکہ درستی عقیدہ سے محروم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت آپ کے فضائل وکمالات چھپاتے۔ اور تحریف سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا دُوسرے کفار ومشرکین کی طرح آتشِ دوزخ میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

موجود دور کے فرقے بھی بیشمار اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ایک فرقہ حدیث نبوی کا منکر ہے۔ ایک ختم نبوت کا منکر ہے۔ ایک فرقہ فقہ اور تقلید آئمہ دین کا منکر ہے۔ اور تقلید و استنباط کو شرک وبدعت کہتا ہے۔ ایک اور گروہ صحابہ کرام کی شان وتعظیم کا منکر ہے۔ اور معاذ اللہ اکابر صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور انہیں بے دین ومنافق قرار دیتا ہے۔ ایک گروہ یزید پلید علیہ ما علیہ کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین وبے ادبی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور ایک فرقہ وہ ہے جو بزرگانِ دین کے تصرفات ان سے مدد واستعانت ان کے وسیلے کا منکر ہے۔ وغیرہ ذالک۔ پھر ہر ایک اپنی صداقت اور حقانیت کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حق ونجات کے راستے پر صرف اہل سنت وجماعت قائم ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے۔ واللہ الملھم بلحق والصواب

ہر اُس شخص پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات پرکاربند ہو۔

مکتوب نمبر (۱۵۸)

شیخ حمید بنگال کی طرف صادر فرمایا:

استعدادوں میں فرق کے مطابق مراتب کمال میں فرق اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ استعدادوں میں تفاوت کے موافق مراتب کمال میں بھی فرق اور تفاوت ہوتا ہے۔ اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی بیک وقت دونوں اعتبار سے۔ تو بعض کا کمال مثلاً تجلی صفاتی سے ہوتا ہے۔ اور بعض کا تجلی ذاتی سے۔ اگرچہ ان دونوں تجلیوں اور تجلیوں والوں کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے۔ تو بعض کا کمال قلب کی سلامتی اور رُوح کے نجات پانے میں ہے۔ اور بعض کا کمال ان دونوں کے ساتھ ساتھ شہود سری کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور ایک تیسرا گروہ ہے جس کا کمال ان تینوں کے علاوہ لطیفہ خفی کی طرف منسوب حیرت سے ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھے شخص کا کمال ان چار چیزوں کے ساتھ اور لطیفہ اخفی کی طرف منسوب اتصال سے ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔ ان مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبے میں کمال کا بعد یا تو مخلوق کی طرف پچھلے پاؤں رجوع واقع ہوتا ہے۔ یا اسی مقام میں قرار اور قیام ہو جاتا ہے۔ اول مقام تکمیل وارشاد اور دعوت کے لئے حق سے خلق کی طرف رجوع ہے۔ دُوسرا استہلاک وعزلت اور گوشہ نشینی کا مقام ہے۔ والسّلام اولاً وآخراً۔

مکتوب نمبر (۱۵۹)

شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔ ماتم پُرسی میں۔

اگرچہ آلام ومصائب بظاہر تلخ ہیں۔ اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے ہیں۔ لیکن باطن میں شیریں اور رُوح کو لذت عطا کرتے ہیں۔ کیونکہ جسم اور رُوح آپس میں گویا نقیض ہیں۔ ایک کا رنج دُوسرے کے لئے لذت کا باعث ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو متضاد چیزوں کے لوازمات میں تمیز نہیں کر سکتا۔ بحث سے خارج ہے۔ اور گفتگو کے قابل ہی نہیں۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بدتر ہیں۔

آگہ از خویشتن چونیست جنین
چہ خبرد ارد از چنان و چنین

پیٹ میں موجود بچہ جب کہ اپنے آپ سے بھی آگاہ نہیں تو وہ اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

جس شخص کی رُوح تنزل کر کے مرتبہ جسم پر قرار پذیر ہو چکی ہے اور جس کا عالمِ امر عالمِ خلق کے تابع ہو چکا ہو وہ اس معما کا راز کیا پا سکتا ہے۔ جب تک رُوح اپنے مقامِ اصلی کی طرف واپس نہ لوٹے اور امر خلق سے جُدا نہ ہو اس وقت تک معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کا حصول اس موت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو موت حِسی اور صوری سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ اور مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔ ؎

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر گل

خاک بنو خاک تا کہ پھول اُگ سکیں۔ کیونکہ خاک ہی پھولوں کی جائے ظہور ہے۔

اور وہ شخص جو مرنے سے پہلے مرا نہیں دراصل وہ مصیبت میں گرفتار ہے۔ اور وہ ماتم پُرسی کے لائق ہے۔

آپ کے والد مرحوم کی رحلت کی خبر جو نیک نامی میں شہرت رکھتے تھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خوب رعایت کرتے تھے مسلمانوں کے لئے موجب غم اور باعثِ رنج بنی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ (ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتے رہے ہیں) وہ فرزند صبر کے شیوے کو اختیار کرتے ہوئے۔ فوت شدگان کا صدقہ اور دُعا اور استغفار کے ذریعہ ممد و معاون بنا رہا ہے۔ کیونکہ مُردوں کو زندوں کی مدد کی شدید محتاجی ہے۔ حدیث[1] نبوی علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے۔

ما المیت الا کالغریق المتغوث ینظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذ الحقۃ کان احب الیہ من الدنیا و ما فیھا و ان اللّٰہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم[3]

میت کی مثال ڈوبنے والے اور زیاد کے لئے پکارنے والے کی طرح ہے۔ میت ہر وقت دُعا کا منتظر رہتا ہے۔ جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب اسے ان میں سے کسی کی طرف سے پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دُعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور بیشک زندوں کی طرف سے اموات کے لئے تحفہ اور ہدیہ ان کے لیئے استغفار ہے۔

باقی نصیحت کی بات یہ ہے کہ ہر وقت ذکر وفکر میں رہو۔ کیونکہ فرصت نہایت ہی تھوڑی ہے۔ اسے نہایت ہی ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۶۰)

یہ مکتوب آپؒ نے اپنے کمترین (بندے) غلام کی طرف صادر فرمایا۔ یعنی یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی کی طرف۔

اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ اور ان میں سے ہر ایک کے حالات کی شرح۔ اور ان میں سے ہر ایک گروہ کے کمال اور نقصان کے بیان میں۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ' اس امر کا قائل ہے کہ کائناتِ عالم حق سبحانہٗ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں اوصاف وکمالات ہیں سب حق سبحانہٗ کی ایجاد سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو صرف شبح اور مثال کی درجہ میں جانتے ہیں۔ بلکہ اس شبحیت کو بھی حق سبحانہٗ کے ہاتھ کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات نیستی کے سمندر میں اس طرح گم ہیں کہ نہ انہیں عالم کی خبر ہے اور نہ اپنی۔ برہنہ جسم آدمی کی طرح جس نے کسی سے عاریت کے طور پر کپڑا لے کر پہنا ہوا ور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ کپڑا اعاریۃً میرے پاس ہے۔ اور کپڑے کی عاریت کا تصور اس قدر اس پر غالب ہو کہ اسے پہنے ہوئے ہونے کے باوجود اس کے اصل مالک کے ہاتھ میں ہی تصور کرے اور اپنے آپ کو برہنہ ہی محسوس کرے۔ اور اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سُکر کی حالت سے نکال کر شعور اور صحو کی طرف لائیں اور بقا بعد الفنا سے مشرف کریں۔ تو وہ اگر چہ کپڑے کو اپنے بدن پر پہنا ہوا دیکھے گا۔ مگر اس کے یقین ہی ہوگا کہ یہ میرا نہیں دُوسرے کا ہے۔ کیونکہ وہ فنا اب درجہ علم میں ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار

[2] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو ثواب پہنچانا اور ایصال ثواب کے طور پر صدقہ وخیرات کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ نماز جنازہ بھی ایصال ثواب ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لئے کنواں جاری کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی وفات پر بطور ایصال ثوات بہت سے اونٹ ذبح کئے۔ خود نبی اکرم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو عموماً ہر سال ایک بکری ذبح کر کے ایصالِ ثواب کرتے تھے۔ فقہائے کرام کا ایصالِ ثواب کے جواز پر اجماع ہے۔ ختم قرآن' گیارھویں' چہلم وغیرہ ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی نے فرمایا۔ ایصالِ ثواب کی ان مختلف صورتوں کا انکار دراصل ایصالِ ثواب کا انکار ہے۔ جو گمراہ فرقے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ السامی نے مکتوبات میں اور بھی جابجا اس مسئلے کے جواز کی تصریح کی ہے۔ مترجم عفی عنہٗ

اور گرفتاری اور تعلق جو اس کپڑے کے ساتھ تھا بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف و کمالات کو کسی سے عاریۃً لئے ہوئے کپڑے کی طرح جانتا ہے۔ صرف اتنا جانتا ہے کہ درجہ وہم میں یہ کپڑا میرے پاس موجود ہے۔ خارج میں میرے پاس کوئی کپڑا نہیں بلکہ میں برہنہ ہوں۔ یہ دید اس حد تک غالب آتی ہے کہ وہ اس وہمی لباس کو پورے طور پر اُتار پھینکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو برہنہ محسوس کرتا ہے۔ اس حالت سے افاقے اور صحو کے بعد اس وہمی کپڑے کو اپنے ساتھ پاتا ہے۔ لیکن شخص اوّل کی فنا اتم ہے۔ اور اس پر مرتب ہونے والی بقا بھی اکمل ہوگی۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

اور یہ بزرگی گروہ ان تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب و سنت اور اجماع کے موافق ثابت ہیں' علمائے اہلسنت و جماعت کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ اور ان میں اور متکلمین میں صرف اتنا فرق ہے کہ متکلمین اس معنی کو علماً اور استدلالاً پاتے ہیں۔ اور یہ بزرگ کشف اور ذوق کے طور پر۔ نیز ان بزرگوں کا گروہ عالم کی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نہایت منزہ ہونے کے باعث قطعاً کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ اور تمام نسبتوں کو سلب کرتا ہے۔ تو عالم کے واجب تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ عینیت اور جزئیت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔ صرف اس قدر نسبت ثابت ہوتے ہیں کہ مولیٰ ہے اور کائنات اس کی عبودیت کو صفت سے موصوف اور صانع ہے اور کائنات اس کی مصنوع ہے۔ بلکہ غلبہ حال میں اس نسبت کو بھی گم کر دیتے ہیں۔ اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہو کر تجلّیات ذاتیہ کو قبول کرتے ہیں۔ اور بے انتہا تجلّیات کو مظہر بن جاتے ہیں۔

دُوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہٗ کا ظلّ جانتا ہے۔ مگر اس کا قائل ہے کہ عالم خارج میں موجود ہے۔ لیکن اصالت کے طریق پر نہیں بلکہ ظلّیت کے طور پر۔ اور یہ کہ عالم کا وجود حق سبحانہٗ کے وجود کے ساتھ قائم ہے۔ جس طرح ظلّ اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا سایہ کافی دراز جگہ میں پھیل جائے۔ اور وہ شخص اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات علم' قدرت' ارادہ وغیرہ حتّٰی کہ لذت و تکلیف کو بھی اس سایہ میں منعکس کر دے۔ پس بالفرض وہ سایہ اگر آگ پر گرے اور اس سے تکلیف محسوس کرے تو عقلاً اور عرفاً یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص نے بھی تکلیف محسوس کی ہے۔ جیسا کہ تیسرا گروہ اس امر کا قائل ہے۔ اسی طرح تمام بُرے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حق تعالیٰ کے افعال ہیں۔ جس طرح اگر سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرے تو یہ نہیں کہتے کہ وہ شخص متحرک ہے۔ ہاں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی قدرت اور اس کے ارادے کا اثر ہے۔ یعنی اس کا مخلوق ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ قبیح شے کا پیدا کرنا قبیح نہیں۔ بلکہ قبیح کا فعل اور کسب قبیح ہے۔

تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں صرف ایک ہی ذات موجود ہے۔ اور بس۔ اور حق سبحانہٗ کی ذات اور عالم کا خارج میں اصلاً تحقق نہیں بلکہ صرف علمی ثبوت رکھتے ہیں۔ یہ گروہ یوں کہتا ہے۔

الاعیان ما شمت رائحۃ الوجود اشیاء نے وجود کی خوشبو بھی نہیں سُونگھی

اگرچہ یہ جماعت بھی عالم کو حق سبحانہٗ کا ظل ہی کہتی ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتی ہے ان کا وجود صرف مرتبہ حس میں ہے۔ نفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے۔ اور یہ لوگ خدائے عزوجل کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔ اور مراتب تنزلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں اسی ذاتِ احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام کے ساتھ متصف کرتے ہیں۔ اور لذت حاصل کرنے اور تکلیف اُٹھانے والی بھی خدائے عزشانہٗ ہی کی ذات کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان وہمی اور محسوس ظلال کے پردہ میں۔

ان کے اس مسلک پر عقلاً اور شرعاً بے شمار اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ جن کے جواب ان کو مختلف حیلے اور تکلفات اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

اگرچہ یہ تیسرا گروہ اپنے درجات وصل و کمال میں مختلف و تفاوت ہونے کے باوجود واصل اور کامل ہے۔ لیکن مخلوق کو ان کی ایسی باتوں نے گمراہی اور الحاد میں ڈالا ہے اور زندقہ و بے دینی تک پہنچایا ہے۔ پہلا گروہ سب سے اکمل اور اتم ہے۔ اور زیادہ محفوظ۔ اور کتاب وسنت کے زیادہ موافق ہے اس پہلے گروہ کا زیادہ محفوظ اور زیادہ موافق ہونا تو ظاہر ہے۔ باقی ان کا اکمل اور اتم ہونا اس بنا پر ہے۔ کہ وجود انسانی کے بعض مراتب اپنی نہایت لطافت اور تجرد کی بناء پر اپنے مبداء (حق تعالیٰ) سے پُوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں جیسے لطیفہ خفی اور اخفی۔ پس وہ جماعت جو فنائے سرّی کے باوجود ان مراتب کو مبداء سے جدا نہیں کر سکتی۔ تاکہ لا کے نیچے لا کر ان کی بھی نفی کرے۔ بلکہ مبداء ان کے نزدیک ان لطائف سے ملا اور متشابہ رہا اور اپنے آپ کو عین حق سمجھ لیا تو کرنا شروع کر دیا کہ خارج میں صرف حق سبحانہٗ ہی موجود ہے۔ اور خارج میں ہمارا بالکل وجود نہیں۔ لیکن چونکہ بہت سے آثار خارجیہ پائے جاتے تھے تو مجبوراً ثبوت علمی کے قائل ہوئے۔ اسی بنا پر وہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ قرار دیتے ہیں، یہ لوگ جبکہ مخلوقات کے وجود کے بعض مراتب (خفی اور اخفی) کو مبداء سے جُدا نہ کر سکے تو ان کے واجب الوجود ہونے کے قائل تو نہ ہوئے البتہ ان کے برزخ ہونے کے قائل ہو گئے۔ اور وجوب کا رنگ ممکن میں ثابت کر دیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے جو واجب کے مشابہ ہے۔ اگرچہ صورت اور نام میں ہی ہو۔ اور اگر وہ اس رنگ کو جُدا کرتے۔ اور تمام مراتب ممکن کو واجب سے جدا کرتے تو اپنے آپ کو ہرگز خدا نہ دیکھتے بلکہ عالم کو حق سے جُدا کرتے اور صرف ایک ہی وجود کے قائل نہ ہوتے۔ اور جب تک اس شخص (قائل وحدت وجود) کا اثر اور نشان باقی ہے۔ اپنے آپ کو حق تعالیٰ نہیں جانتا۔ اگرچہ کہتا یہی ہے کہ میرا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ لیکن اس کا یہ قول بھی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔

دُوسرے گروہ نے اگرچہ مراتب کو مبداء سے جدا قرار دیا ہے۔ اور کلمہ لا کے نیچے لا کر اس کی نفی بھی کی ہے۔ لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطہ سے ایک چیز ان کے بقای وجود سے ثابت رہی ہے۔ کیونکہ رتبہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بڑا قوی ہے۔ یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہیں ہو سکی۔

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتم علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کے ساتھ مناسبت اور آپ کی کمال متابعت کی بنا پر ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جُدا قرار دیا ہے۔ اور سب کی کلمہ لا کے نیچے لا کر نفی کر دی ہے۔ اور انہوں نے ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں دیکھی۔ اور اس کی طرف کسی نسبت کا اثبات نہیں کیا۔ اور اپنے آپ کو اس کا عبد مخلوق بے قدرت کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔ اور اس اللہ عز شانہٗ کو اپنا خالق و مولیٰ جانا ہے۔ اپنے آپ کو مولیٰ سمجھنا یا اس کا ظل قرار دینا ان بزرگوں کے نزدیک سخت گراں اور دشوار ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ یہ بزرگ اس واسطے سے کہ اشیاء خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اشیاء سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور اس بنا پر اشیاء ان کی نظر میں محبوب ہیں۔ اور اسی بنا پر کہ اشیاء اس کی مصنوع اور ان کے افعال بھی اس ذات جل شانہٗ کے پیدا کردہ ہیں پُورے طور اشیاء کے مطیع بنتے ہیں۔ اور انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ اور افعال پر انکار نہیں کرتے۔ ہاں جہاں شریعت انکار کرے۔

جس طرح توحید وجودی والوں کو اشیاء کے حق تعالیٰ کا مظہر بلکہ اس کا عین کے لحاظ سے اس قسم کی محبت اور ان کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ پہلے گروہ کو اشیاء کے صرف اللہ تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے اشیاء کے ساتھ دوستی حاصل ہوتی ہے۔ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ دیکھو ایک راہ سے دُوسری راہ تک کتنا فرق ہے۔

عین محبوب کے ساتھ تو تھوڑی سی محبت کے باعث بھی دوستی روا ہے۔ لیکن مصنوعات، مخلوقات اور اس کے بندے جب تک محبوب (حقیقی) کے ساتھ پوری دوستی پیدا نہ کریں دوستی روا نہیں ہے۔ اور محبوب قرار نہیں دے سکتے اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو تمام مقامات ولایت کی انتہا ہے مکمل حصہ مل چکا ہے۔ اور ان برگزیدہ حضرات کے صحت حال پر اس سے بڑی اور مکمل دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا ہر کشف کتاب و سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہے۔ ایک بال برابر بھی ظاہر شریعت سے مخالف ان کی طرف راہ نہیں پا سکی۔ اے اللہ ہمیں بحرمت محمد مصطفےٰ ﷺ و بارک اس گروہ کے محبوں اور پیروکاروں میں کر۔

یہ درویش جس سے ان سطور کا استفادہ ہوا ہے۔ اوّل توحید وجودی کا معتقد تھا۔ بچپن سے ہی اس توحید کا علم اور اس پر پُورا یقین رکھتا تھا۔ اگرچہ حال نہیں رکھتا تھا۔ اور جب اس راہ میں آیا تو اوّل توحید کا راستہ منکشف ہوا۔ اور مدت دراز تک اس مقام کے مراتب میں گھومتا رہا۔ اور بہت سے علوم و معارف جو اس مقام کے مناسب تھے۔ فائض ہوتے رہے۔ اور وہ مشکلات و واردات جو ارباب توحید پر وارد ہوتی ہیں سب کی سب کشوف اور علوم فائضہ کے ذریعہ حل ہو گئیں۔ ایک مدت کے بعد اس درویش پر ایک اور نسبت غالب ہوئی۔ اور اس کے غلبہ میں توحید وجود میں توقف پیدا ہوا۔ لیکن یہ توقف توحید وجودی والوں کے ساتھ حسنِ ظن کی بنا پر پیدا ہوا۔ انکار کی بنا پر پیدا نہ ہوا۔ ایک مدت تک اس بارے میں متوقف رہا۔ آخر الامر معاملہ اس کے انکار تک پہنچا۔ اور مجھے دکھایا گیا کہ یہ مرتبہ سب سے پست مرتبہ ہے۔ یہاں سے ظلیت کے مقام پر پہنچا۔ لیکن اس کا انکار بے اختیار تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر آئے۔ اس لئے کہ بہت سے مشائخ عظام اس مقام میں اقامت پذیر تھے۔ اور جب ظلیت

کے مقام میں پہنچا اور خود کو اور عالم کو ظل محسوس کیا۔ جیسا کہ دُوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ تو اس امر کی آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اس مقام سے باہر نہ نکالیں کیونکہ یہ درویش کمال وحدت وجود میں پاتا تھا۔ اور یہ مقام ظلیت اس سے کچھ قدرے مناسبت رکھتا ہے۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اُوپر لے گئے۔ اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا۔ اس وقت اس مقام کا کمال دکھائی دیا۔ اور اس کی بلندی واضح ہوئی۔ اور گزشتہ مقامات سے تائب ہوا اور استغفار کیا۔ اگر اس درویش کو اس راستے سے نہ لے جاتے اور بعض مراتب کی بعض پر فوقیت نہ دکھاتے تو اس مقام عبدیت میں اپنا تنزل جانتا۔ کیونکہ اس درویش کے نزدیک توحید وجودی سے اُوپر کوئی مقام نہ تھا۔ و اللّٰہ یحق الحق و ھو یھدی السبیل۔ اللہ ہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور راہِ راست کی ہدایت بخشتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس درویش کے مکتوبات و رسائل میں بلکہ ہر سالک کے علوم و معارف میں تفاوت اور فرق کا منشا یہی مقامات متفاوتہ کا حصول[1] ہے۔

ہر مقام کے علوم و معارف الگ ہیں۔ اور ہر حال کا قال علیحدہ ہے۔ پس فی الحقیقت علوم میں تعارض اور تناقض نہیں۔ جس طرح احکام شرعیہ کے نسخ کا معاملہ ہے۔

فلا تکُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علےٰ سیدنا محمد و آلہٖ وسلم

مکتوب نمبر ۱۶۱

مُلا صالح کولابی بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینان نفس سے وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ بنے نجات متصور نہیں۔ نفس وقت تک مرتبہ اطمینان تک نہیں پہنچتا جبتک قلب کی سیاست اس پر مسلط نہ کریں۔ اور دل کی سیاست اس وقت میسّر آتی ہے جبکہ قلب پہلے کاموں سے فارغ ہو۔ اور غیر حق کی گرفتاری سے سلامتی حاصل کرے۔ اور غیر حق کے ساتھ گرفتاری سے نجات پانے کی علامت یہ ہے۔ کہ ماسوائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو بھول جائے۔ جب تک بال برابر بھی غیر حق سے آشنائی ہے۔ سلامتی سے دُور ہے۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنا قلب اپنے رب کے سپرد کر دیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے۔ تا کہ سلامتی قلب سے مشرف ہو۔ اور نفس اطمینان کے مقام تک پہنچے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ فضلِ عظیم والا ہے۔ والسلام۔

---

[1] لہٰذا امام ربانی قدس سرہٗ کے کلام میں کوئی تعارض اور تناقض نہیں۔ کیونکہ مختلف تحقیقات مختلف مقامات سے تعلق رکھتی ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۶۲)

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ماہِ رمضان مُبارک کی فضیلت اور اس ماہ کی قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کے بیان میں جس کی بنا پر اس کا نزول اس ماہ مبارک میں ہُوا۔ اور کھجور کی جامعیت کے بیان میں کہ اس کے ساتھ روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

باسمہ سبحانہ ' ۔ کلام کی شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے تمام ذاتی کمالات اور صفاتی شیونات کا جامع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ علوم میں مذکور ہُوا۔ اور ماہ رمضان مبارک تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ جو بھی خیر و برکت ہے اس کا فیضان حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ذات سبحانہٗ کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہر شر و نقص جو صفحہ وجود پر آتا ہے۔ اس کا منشا فانی ذات و صفات ہیں۔

مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ۔　تجھے جو بھلائی اور خیر پہنچتی ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بُرائی پہنچتی ہے۔ وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

نص قطعی ہے۔ پس ماہ مُبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالاتِ ذاتیہ کا نتیجہ ہے کہ شانِ کلام الٰہی ان سب کا جامع ہے۔ قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا خلاصہ ہے لہٰذا اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن تمام کمالات کا جامع ہے۔ اور یہ مبارک مہینہ ان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو ان کمالاتِ قرآنی کے نتائج ہیں اور یہی مناسبت قرآن حکیم کے اس ماہ مبارک میں نزول کا باعث بنی۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ[1]　رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

اور اس میں آنے والی شب قدر اس ماہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یہ رات مغز ہے اور یہ ماہ مبارک اس کے لئے چھلکے کی مانند ہے۔ تو جو شخص اس ماہ مبارک کو جمعیت وسکون سے گزارتا ہے اور اس کی خیرات و برکات سے بہرہ ور ہوتا ہے تمام سال جمعیت وسکون سے گزارتا ہے۔ اور خیر و برکت سے پُر رہتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور عظیم حصہ نصیب فرمائے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام التحیۃ نے فرمایا ہے:

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ[2]　" جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ وہ سراسر برکت ہے۔

---

[1] پارہ دوم سورۃ بقر

[2] مشکوٰۃ شریف

حضور ﷺ روزہ مبارک کھجور سے افطار کرتے تھے۔ اور کھجور میں برکت یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ کہلاتا ہے۔ اور نخلہ یعنی کھجور کا درخت جامعیت اور صفت اعدلیت پر مخلوق ہے۔ جس طرح انسان۔ اسی لئے حضرت رسول کریم ﷺ نے کھجور کو انسانوں کی پھوپھی کہا ہے کیونکہ اس کو پیدائش طینتِ آدم سے پیدا کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے:

اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النخلة فَاَنها خُلِقَتْ   اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو۔ کیونکہ حضرت آدم
مِنْ بَقِیَّتِه طِیْنَتِه آدَمَ   کے جسم سے باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔

اور کھجور کو برکت فرمانا اسی جامعیت کی بنا پر ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کے پھل کھجور سے افطار صاحب افطار کی جزبن جاتا اور کھجور کی حقیقت جامعہ اس جزئیت کے اعتبار سے اسے کھانے والے کی حقیقت کا جزو بن جاتا ہے۔ اور اسے کھانے والا اُس اعتبار سے ان کمالات بے نہایت کا جامع بن جاتا ہے۔ جو کھجور کی حقیقت جامع میں درج ہیں۔ اور یہ معنی اگرچہ مطلق کھانے میں بھی موجود ہے۔ تاہم افطار کے وقت کہ روزہ دار کے شہوات مانعہ اور لذاتِ فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے۔ زیادہ تاثیر کرتا ہے۔ اور وہ معنی اُتم اور اکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ جو حضور علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا نے فرمایا ہے کہ

نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤمِنُ التَّمْرُ   مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

اس اعتبار سے ہوسکتا ہے۔ کہ اس غذا میں جو صاحب غذا کا جزو بن جاتا ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔ نہ کہ اس غذا کی حقیقت۔ اور جب کہ یہ معنی روزہ میں مفقود ہیں اس کی تلافی کے لئے سحری کے وقت اس کے کھانے کی ترغیب دی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے وقت افطار تک رہتی ہے۔ اور غذا کا یہ فائدہ اس وقت مرتب ہوتا ہے۔ جبکہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو۔ اور بال برابر حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو۔ نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسّر آتی ہے۔ کہ اس کے کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت سے ہمکنار ہو چکا ہو۔ اور ظاہر سے ترقی کر کے باطن سے آرام پذیر ہو چکا ہو۔ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کا مددگار ہوتا ہے۔ اور غذا کا باطن اس کے باطن کی تکمیل کرتا ہے۔ ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی رُکا رہتا ہے۔ اور اس کا کھانے والا بھی عین کوتاہی کا شکار رہتا ہے۔

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر   بعد ازاں چنداں کہ مے خواہی بخور
کوشش کرو تا کہ لقمے کو موتی بناؤ   اس کے بعد جتنا چاہو کھاؤ

اور صاحب غذا کے لئے افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر میں غذا کی تکمیل کا یہی راہ ہے۔

مکتوب نمبر (۱۶۳)

سیادت اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اسلام اور کفر ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال

ہے۔ اور ایک کو عزت عطا کرنا دُوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا موجب ہے۔ تک جو آپؒ نے اللہ تعالیٰ آپ کو سالم اور محفوظ رکھے کفار کی تذلیل اور ان سے میل جول کے بارے میں اور اس میل جول کے نقصان اور ضرر کے متعلق فرمایا۔ اور اس امر کے بیان میں کہ دنیا و آخرت بھی ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔

الحمد للّٰہ الذی انعم علینا و ھدانا اِلی الاسلام و جعلنا من اُمة محمد علیه الصلوٰة والتحیة والسلام تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لئے جس نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں دین اسلام اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام کی اُمت میں سے کیا۔ دنیا و آخرت کی سعادت صرف سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت احکامِ اسلامیہ کی بجا آوری اور رسوم کفر کے دُور کرنے میں ہے۔ کیونکہ اسلام اور کفر ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا ثابت کرنا دُوسرے کے اٹھانے کا موجب ہے۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ ایک کو عزت دینا دُوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا باعث ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیبؐ پاک علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کو فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خلقِ عظیم سے موصوف ہیں کفار سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم میں داخل ہے۔ ثابت ہُوا کہ اسلام کی عزت کفر اور اہلِ کفر کی خواری اور ذلت میں ہے۔ جس نے کفار کو عزت دی اُس نے اسلام کو ذلیل کیا۔ عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اُونچی جگہ بٹھایا جائے۔ بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا۔ ان کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے۔ انہیں کُتوں کی طرح دُور رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی دنیوی غرض اور کام ان سے متعلق ہو اور ان کے سوا کسی سے حاصل نہ ہو سکے تو انہیں بے قدر جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیئے۔ اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ دنیوی غرض کے لئے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے۔ اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کا دشمن قرار دیا ہے۔ خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کے ان دشمنوں سے میل جول اور اُنس و محبت بہت بڑی تقصیروں میں شامل ہے۔ ان دشمنوں کے ساتھ دوستی اور اُنس کا کم از کم ضرر نقصان یہ ہے کہ احکامِ شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات اُٹھانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ان سے تعلقِ دوستی کا حیا اس میں مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا ضرر و نقصان ہے۔ دشمنانِ خدائے عزوجل

سے دوستی والفت خدائے تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دشمنی پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے۔ اور خدا رسول کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے بُرے اعمال اس کی دولت اسلام کو بالکلیہ مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا (ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بُرائیوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں)۔

خواجہ پندارد کہ مردِ واصل است حاصل خواجہ بجز پندار نیست

خواجہ صاحب کا گمان ہے کہ وہ مرد واصل ہیں۔ لیکن فی الحقیقت خواجہ صاحب کو صرف یہ گمان ہی حاصل ہے۔

ان نالائقوں کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر کی طرف پھیر کر لے جائیں تو اہل اسلام کو بھی شرم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایمان باحیا بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ مسلمانی کے ننگ و شرم کا پاس کرنا ضروری ہے۔ ہمیشہ ان کی ذلت وخواری کے درپے رہنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین وحکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث ہے۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصد ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ ذلت وخواری اس حد تک ہے کہ جزیے کے خوف سے اچھے کپڑے نہیں پہن سکتے۔ اور اپنا بناؤ سنگار نہیں کر سکتے۔ اور ان کے اموال لے لینے کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ جزیہ لینے سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ وضع ہی ان کی ذلت وخواری کے لئے کیا ہے۔ مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔ ؏ جہود ہر کہ شود کشتہ سودِ اسلام است۔ جو غیر مُسلم بھی قتل ہو اس میں اسلام کا نفع ہے۔ دولتِ اسلام کے حصول کی علامت اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کو نجس و ناپاک کہا ہے۔ پس اہل اسلام کی نظر میں بھی اہل کفر نجس و پلید ہی ہونے چاہئیں۔ اور جب ان کو اس طرح ذلیل وخوار دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز اور ان کی ہمنشینی کو بُرا تصور کریں گے۔ ان سے باتیں پوچھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کا کمال اعزاز ہے۔ جو سراسر منع ہے۔ جو شخص ان کی توجہ کا طالب اور ان کے توسط سے مانگے اسے کیا حاصل ہوگا۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ کفار کی دُعا بے کار اور ضائع ہے

ان دشمنانِ اسلام کی دُعا باطل اور بے نتیجہ ہے۔ اس کی قبولیت کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں ان سے طالب دُعا ہونے میں ان کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔ کفار اگر دعا کریں گے تو اپنے بُتوں کو ضرور دُعا میں

وسیلہ بنائیں گے خیال کرنا چاہیئے کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ اور مُسلمانی کو بُو بھی باقی نہیں رہتی۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے جب تک تم سے کوئی دیوانہ نہ ہو مسلمانی تک نہیں پہنچ سکتا۔ دیوانگی بلندی اسلام کی خاطر اپنے نفع نقصان سے آگے گزر جانے سے عبارت ہے۔ مسلمانی کی موجودگی میں جو حاصل ہو جائے ٹھیک ہے۔ اور اگر کچھ بھی حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ یعنی دونوں حالتیں برابر ہوں۔ اور دولت اسلام موجود اور حاصل ہے تو خدائے عزّ وجُل اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہے۔ رضائے مولا سے عظیم تر اور کوئی دولت و نعمت نہیں۔

رَضِينَا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ	ہم اللہ سبحانہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین
دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ عليه الصلوٰة والسلام	ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی و رسول ہونے
نَبِيًّا وَّ رَسُوْلًا	پر راضی ہیں۔

مصرع: ہم بریم بداریم یارب۔ یارب مجھے اسی پر قائم رکھنا۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وآلہ من الصلوات ومن التسلیمات اکملہا والسلام واولاً وآخراً

وقت کی جلدی کے باعث جو کچھ ضروری اور اہم محسوس کیا وہ اجمالی کے طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اس کے بعد اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا تو اس سے زیادہ مفصل لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے۔ آخرت دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ باقی ترکِ دنیا دو طرح پر ہے۔ ایک نوع تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت سے زائد تمام مباحات ترک کر دیئے جائیں۔ یہ ترکِ دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔ دُوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی قلیل اور نادر ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ ورنہ خاک کے تودے سے تو بہت بلندی پر ہے۔

پس سونا چاندی اور ریشمی[1] لباس وغیرہ جنہیں شریعت مصطفویہ علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے حرام قرار دیا ہے ان کے استعمال سے پرہیز لازمی ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت و آرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت و آرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

---

[1] ریشمی لباس پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے ریشمی لباس جائز ہے۔ یوں ہی زیور کی شکل میں سونے کا استعمال مردوں کو منع ہے۔ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی مرد و عورت دونوں کے لئے ممانعت ہے۔ کذا فی رد المختار والدر المختار و الفتاویٰ الخانیه.

خوشبو ڈالنا سرمہ دان وغیرہ بنانا سب منع ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مباح امور کا دائرہ بہت ہی وسیع کیا ہوا ہے۔ مباح امور کو نعمت کے طور پر استعمال کرنا اور ان سے نفع اندوز ہونا عیش ولذت میں حرام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ مباحات میں حق سبحانہٗ کی رضا ہے۔ اور حرام اشیاء میں خدا تعالیٰ کی رضا نہیں۔ عقل سلیم ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی شخص چند روزہ لذت کے لئے اپنے مولیٰ کی ناراضگی مول لے۔ خاص کر جبکہ اس حرام لذت کے عوض کئی طرح کی جائز لذتیں تجویز ہو چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتحیہ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

حلال وحرام کے معاملہ میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور انہیں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے باطل ہے اور بے اعتبار ہے۔

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ [1] — حق کے ماسوا سب ضلالت وگمراہی ہے۔

والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۱۶۴)

حافظ بہاء الدین سرہندی کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فیض ہر وقت اور ہمیشہ خواص وعوام پر وارد ہو رہا ہے۔ آگے اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق اس طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احسان وکرم سے راہِ شریعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فیض ہمیشہ اور ہر وقت از قسم مال' اولاد اور ہدایت ورہنمائی بغیر تخصیص کے نازل ووارد ہوتا رہتا ہے۔ بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں فرق اس طرف سے ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ — اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

موسم گرما کا سورج دھوبی اور کپڑے دونوں پر یکساں چمکتا ہے۔ لیکن اس سے دھوبی کا منہ سیاہ ہوتا ہے۔ اور اس کا کپڑا سفید۔

اللہ تعالیٰ کے فیض کا قبول نہ ہونا جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ سے اعراض اور روگردانی کے باعث ہے۔ روگردانی کرنے والے کے لئے ذلت لازم اور نعمت سے محرومی ضروری امر ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ اعتراض

---

[1] پارہ گیارہ سورۃ یونس [2] قد افلح سورۃ مومنون

نہ کرے کہ بہت سے حق تعالیٰ سے روگردان لوگ دنیوی نعمتوں سے سرفراز ہیں۔ اور ان کی روگردانی اس کی محرومی کا سبب نہیں بنی۔ کیونکہ یہ نعمت نہیں بلکہ نعمت کی صورت میں نقمت (عذاب) اس کی خرابی اور بربادی کے لئے بطریق استدراج ظاہر کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا شخص روگردانی اور گمراہی میں منہمک رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ نُسَارِعُ فِیْ الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ

کیا ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ ہم جو مال واولاد کی شکل میں ان کی مدد فرما رہے ہیں انہیں اچھی خبریں عطا کرنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

پس حق تعالیٰ سے روگردانی کے باوجود دنیا اور اس کے ساز وسامان کا ملنا عین خرابی ہے۔ تو ایسی صورت حال سے بچو پھر بچو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۶۵)

سیادت وبزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا گیا۔

صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب اور آپ کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت وبغض رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ آپ کو نبی اُمّی ہاشمی قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی باطنی میراث کی بزرگی سے مشرف فرمائے۔ جس طرح اُس نے آپ کو ظاہری بزرگی سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو آمین کہے۔

آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث صوری عالم خَلق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور میراث معنوی عالم امر سے۔ وہاں سب ایمان معرفت اور رُشد وہدایت ہے۔ میراث صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہ ہے کہ میراثِ معنوی اور باطنی سے مزین وآراستہ ہوں۔ اور میراث معنوی سے آراستگی کامل اتباع مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ تو آپ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آپ کے اوامر ونواہی میں اتباع واطاعت لازم وضروری ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت آپ کے ساتھ کمال محبت کی فرع ہے۔

مصرع:

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِیْعٌ

محب اپنے محبوب کا پورا مطیع ہوتا ہے۔

اور آپؐ سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے۔ محبت میں سُستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا۔ اور محبوب

کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کر سکتا۔ دو مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جمع ضدین کو محال و ناممکن کہا گیا ہے۔ ایک کے ساتھ محبت دُوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔ ابھی معاملہ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ گذشتہ کا تدارک کرنا چاہیئے۔ کل جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت   کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور
تجھے صبح روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق لگا رکھا تھا۔

دنیا کا سامان دھوکا ہی دھوکا ہے۔ اور معاملہ اُخروی پر ابدی جزا مرتب ہوگی۔ چند روز زندگی اگر سید الاولین و آخرین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت میں بسر ہو تو نجات ابدی کی امید ہے۔ ورنہ کوئی بھی ہو اور کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو سب ہیچ اور بے کار ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است   کسے کہ خاک درش نیست خاک برسرِ اُو
محمد عربی ﷺ جو دونوں جہاں کی عزت و آبرو ہیں جو آپؐ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اُس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر مثال کے طور فرض زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو نقصان نہ پہنچنے میں وہ بھی کلیتہً ترک کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ متابعت کی دولتِ عظمیٰ کا حصول مکمل طور پر ترکِ دنیا پر موقوف نہیں۔ زکوٰۃ ادا کر دینے کی صورت میں مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور دین میں اس کا کچھ ضرر و نقصان باقی نہیں رہتا۔ پس مال دنیاوی کے ضرر کے دفاع کا علاج مال کی زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ کلیتہً ترکِ دنیا اولیٰ اور افضل ہے۔ لیکن زکوٰۃ بھی اس ترکِ کلی کا کام کر جاتی ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود   ورنہ بس عالی است پیشِ خاک تو
آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔   لیکن تو وہ خاک سے پھر بھی بہت بلند ہے

تو لازم و ضروری ہے کہ ساری ہمت احکام شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کی جائے۔ اور اہلِ شریعت یعنی علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیئے۔ اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور گمراہ فرقوں اور اہل بدعت کو ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ لَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ   جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔

اور کفار کے ساتھ جو خدائے عزوجل اور اس کے رسول پاک علیہ وعلی الصلوات والتسلیمات کے دشمن ہیں دشمنی رکھنی چاہیئے اور ان کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشش کرنی چاہیئے اور کسی طرح بھی ان کو عزت کا مقام نہیں دینا چاہیئے۔ ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ کوئی اُنس و پیار نہیں کرنا چاہیئے۔

اور حتی الامکان کسی معاملے میں بھی ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور فرضاً ضرورت پڑ ہی جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے حاجت برآری کرنی چاہیئے۔ وہ راستہ جو آپ کے جدِ بزرگوار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی جناب قدس تک پہنچتا ہے' یہی ہے۔ اگر اس راہ پر نہ چلا جائے تو اس جناب قدس تک پہنچنا دشوار ہے۔ اور بہت بعید ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دونها　　قلل الجبال و دونهن خیوف

سعاد معشوقہ کی ملاقات کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب وفراز حائل ہیں۔

زیادہ کیا پریشان کرے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دلہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں تیرے آگے تھوڑا سا غمِ دل بیان کیا ہے ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

مکتوب نمبر (۱٦٦)

محمد امین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائیدار زندگی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ جو نہایت ضروری اور اہم ہے۔ مرض قلبی کے ازالہ کی فکر کرنی چاہیئے۔

مخدوم گرامی کب تک اپنے منافع نفس کی خاطر ان کے حصول میں سرگرمی دکھاؤ گے۔ اور کب تک اپنے اُوپر غم وغصہ کا اظہار کرو گے۔ اپنے آپ کو اور تمام دوسروں کو مُردہ اور بے جان خیال کرنا چاہیئے۔ اور بے حس و حرکت گمان کرنا چاہیئے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ　　بیشک آپ بھی موت کی آغوش میں جانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

نص قاطع ہے۔ اس تھوڑی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ جو نہایت اہم اور ضروری ہے۔ مرض قلبی کے ازالہ کا فکر مند ہونا چاہیئے۔ اور باطنی مرض کا علاج رب جلیل کی یاد کے ساتھ اس تھوڑی سی مہلت میں اعظم مقاصد میں سے ہے۔ وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہے اس سے خیر کی توقع کیا ہو سکتی ہے۔ وہ رُوح جو کمینی اور حقیر دنیا کی طرف مائل ہے۔ نفسِ امارہ اس سے بہتر ہے۔ اس طرف سے سراسر سلامتی قلب۔ خلاصی رُوح کا مطالبہ اور تقاضا ہے۔ اور ہم کوتاہ اندیش پُورے طور پر رُوح وقلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔ معاملہ بہت دُور ہو چکا ہے۔ کیا کیا جائے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ
اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

دُوسری بات یہ ہے کہ ظاہری ضعف و کمزوری کا کچھ فکر و اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ضعف صحت و عافیت سے تبدیل ہو جائے گا۔ راقم کو اس کا اطمینان ہے۔ فقراء (مجدد صاحب رضی اللہ عنہ) کے پہنے ہوئے کپڑے کا آپ نے مطالبہ کیا تھا۔ پیرہن بھی دیا گیا ہے۔ اسے پہنیں اور نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں کہ یہ پیراہن کثیر البرکت ہے۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است و انکہ دیدش نقد خود مردانہ است

جس نے اس بات کو بے اصل حکایت قرار دیا وہ خود بے کار ہے اور جس نے اسے حقیقت جانا وہ مرد ہے۔

ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کے پابند پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۶۷)

ہروی رام ہندو کی طرف صادر فرمایا جس نے اس بلند مرتبہ گروہ کے ساتھ اخلاص کا اظہار کیا تھا۔
تمام جہانوں کے پروردگار کی عبادت کی ترغیب میں جو بے مثال و بے کیف ہے۔ اور ہندوؤں کے باطل خداؤں کی عبادت سے اجتناب کرنے کے بیان میں۔

آپ کے دونوں خط ملے۔ دونوں سے فقراء کی محبت اور اس بلند مرتبہ گروہ کی خدمت میں التجا کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے نوازیں۔ دُوسری بات یہ ہے کہ۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم تو خواہ از سخنم پندگیر و خواہ ملال

میں نے شرط تبلیغ پوری کر دی ہے۔ آگے میری باتوں سے تو نصیحت پکڑے یا ملال محسوس کرے تیری مرضی

اچھی طرح جان اور آگاہ رہ کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ تمام جہانوں کا آسمان ہوں یا زمینیں، علیین (ملائکہ) ہوں یا سفلیین (حیوانات) سب کا پروردگار ایک ہے۔ اور بے کیف و بے مثل ہے۔ وہ شبہ اور مانند سے منزہ ہے۔ شکل و مثال سے پاک و مبرا ہے۔ کسی کا باپ یا فرزند ہونا اس ذات پاک کے لئے محال ہے۔ اس کی ہمتائی اور اس جیسا ہونا اس بات کی اس بارگاہ میں کچھ گنجائش نہیں۔ مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس ذات سبحانہ کی شان کیلئے عیب اور نقص ہے۔ اس جناب قدس کے لئے کسی شے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شے

میں ظاہر ہونا قبیح ہے۔ وہ زمانہ میں نہیں کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق ہے۔ اور وہ کسی مکان میں بھی نہیں۔ کیونکہ مکان بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کے وُجود کا آغاز نہیں۔ اور اس کی بقا کی نہایت نہیں۔ جو بھی خیر و کمال ہے۔ اس ذات سبحانہ کے لئے حاصل ہے۔ اور جو بھی نقص و زوال ہے وہ اس بلند ذات سے مسلوب اور دُور ہے۔ پس مستحق عبادت صرف وہی بلند ذات ہے۔ اور لائق پرستش بھی وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

رام اور کرشن اور ان کی مانند اور جو ہندوؤں کے معبود میں سب ادنیٰ مخلوق ہیں اور انہیں ماں باپ نے جنا ہے۔ رام جسرت کا بیٹا ہے۔ اور لچھمن کا بھائی۔ اور سیتا عورت کا شوہر ہے۔

جب رام اپنی بیوی کی نگہداشت نہ کرسکا (بلکہ راون اسے چھین کر لے گیا) تو وہ دُوسرے کی کیا مدد کریگا۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔ ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ ہزاروں درجے شرم و عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔ یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمترین خاکروب کے نام سے یاد کرے۔ رام اور رحمٰن کو ایک خیال کرنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے۔ خالق اور مخلوق ایک نہیں ہوسکتے۔ اور بے مثل ذات ممکن کے ساتھ متحد نہیں ہوسکتی۔ رام اور کرشن کی پیدائش سے قبل پروردگار عالم کو رام و کرشن نہیں کہتے تھے۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوا کہ رام اور کرشن کا نام اس ذات سبحانہ و تعالیٰ پر بولتے ہیں۔ اور رام اور کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد قرار دیتے ہیں۔ حاشا و کلاّ ثم حاشا و کلاّ (خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ)۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوات والسلام قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں۔ اُنہوں نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو اُس کا بندہ عاجز سمجھا ہے۔ اور وہ اس ذات تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے ڈرتے اور لرزتے رہے ہیں۔ اور ہندوؤں کے خداؤں نے مخلوقات کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور اپنے آپ کو الہ جانا ہے۔ اور اگرچہ وہ پروردگار کے قائل ہوئے ہیں لیکن اس کا اپنے اندر حلول و اتحاد بھی ثابت کیا ہے۔ اور اسی بنا پر مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔ اور اپنے آپ کو معبود گردانا ہے۔ اور بے تحاشا حرام چیزوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس گمان میں کہ الٰہ و معبود کے لئے کوئی شے ممنوع نہیں۔ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہیئے تصرف کرے۔ یہ لوگ اس قسم کے بے شمار تخیلات فاسدہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ بخلاف ہمارے پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات کہ جس چیز سے اُنہوں نے مخلوق کو روکا ہے اس سے خود بھی اکمل و اتم طریقہ پر باز رہے ہیں۔ انہوں نے (عجز و تواضع) کے تحت اپنے آپ کو بھی دُوسرے لوگوں کی طرح انسان ہی کہا ہے۔ مصراع:

ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا — دیکھ راستے میں کس قدر فرق ہے

☆☆☆

مکتوب نمبر (۱۶۸)

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ[1] محمد قاسم کی طرف صادر فرمایا:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ ہونے اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ کے ساتھ کئی طرح کی محدثات اور مخترعات لاحق کر دی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

الحمد للّٰہ رب العالمین والسلام عَلٰی سید المرسلین و آلہ الطاھرین اجمعین ۔ بعد دعوات کثیرہ اور تحیات نامحصورہ بعالی جناب مشائخ کرام نتیجہ اولیاء عظام حضرت مخدوم زادہ راہ حق پر مستقیم اللہ تعالیٰ اسے سلامتی اور عمر دراز عطا کرے اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کیف الوصول الی سعاد و دونہا   قلل الجبال و دونہن خیوفٌ

سُعاد معشوقہ کا وصال کس طرح ممکن ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی اُونچی چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

حضرت مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے۔ اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے۔ اور سماع، رقص، وجد و تواجد سے جو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلّہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں۔ اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت دُوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشی ہے۔ اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے۔ اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند   کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبہ صحبت شان   برد وسوسہ خلوت و فکر چلّہ را

نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

---

[1] آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔

سالکِ راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلّہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقائے نایاب کی طرح ہو چکی ہے۔ اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے۔ اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت قصوری کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں۔ اور بچوں کی طرح اخروٹ و منقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب و حیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلّے اختیار کیے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا متمم و مکمل گمان کرتے ہیں۔ اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے۔ اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کی جانوں کے دماغ تک پہنچائے۔ ن اور ص کی برکت اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے اور جبکہ ان بدعات و محدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں۔ اس حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور وہاں کے ہر شریف و کمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے۔ اور اصل اور قدیم راستہ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ دل میں گزرا کہ اس کا کچھ تھوڑا ماجرا اس بلند آستانہ کے خادموں کی خدمت میں اظہار کرے۔ اور وسیلہ و بہانہ سے اپنے دردِ دل کو باہر پھینکے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہوتا ہے۔ اور مونس محفل کون سا فرقہ ہے۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

اس جگر سوز فکر میں میری نیند اُڑ گئی ہے کہ تیری منزل اور تیری آسائش بھری نیند کا مقام کس کی آغوش میں ہے۔

اللہ سبحانہ سے التجا ہے کہ وہ آپ کی جناب قدس کو اس ہر جگہ پھیلی ہوئی وبا سے محفوظ رکھے۔ اور اس ابتلا و آزمائش سے متاثر ہونے سے آپ کے آستانہ شریف کو بچائے۔

ہمارے مخدوم و مکرم لوگوں نے اس طریقہ عالیہ میں نئی نئی باتوں کو اس قدر رواج دے دیا ہے۔ کہ اگر مخالف لوگ یہ کہیں کہ اس طریقہ میں تو بدعت کی پابندی اور سنت سے اجتناب ہے۔ تو انہیں یہ کہنے کی گنجائش ہے۔ نماز تہجد کو جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں ادا کرتے ہیں اور رونق بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک خیال کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اسے مکروہ تحریمہ کہا ہے۔ اور جن فقہا نے کراہت کے لئے تداعی کو شرط قرار دیا ہے۔ وہ بھی اس نفل نماز کی جماعت کے جواز کو ایک گوشہ مسجد کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ اور تین سے زیادہ افراد کے اجتماع کو فقہاء نے بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد کو تیرہ رکعت شمار کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا

کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر اور ان دو کو ایک کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس سے نکالی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ لیکن یہ علم وعمل بھی سنت کے خلاف ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ حضرت پیغمبر نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں وہ وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں اور رکعات تہجد کا طاق ہونا وتروں کی رکعات کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اس طرح نہیں جو ان لوگوں کا گمان ہے۔

اندک کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے تھوڑا سا غم دل تیرے آگے بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

عجب ہے کہ ماوراء النہر کے شہروں میں جو علماء حق کا مرکز ہیں اس قسم کی بدعات رواج پا چکی ہیں اور اس طرح کی نئی نئی باتیں شائع اور عام ہو چکی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیروں نے علوم شرعیہ کو ان ہی علماء کی برکات سے استفادہ کیا ہے۔ اور کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ درست بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر ثابت رکھے اور جو بندہ اس پر آمین کہے اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے نوازے۔

مکتوب نمبر (۱۶۹)

شیخ عبد الصمد سلطان پوری کی طرف صادر ہوا۔

ایک مرید کے حال کے متعلق اس کے ایک سوال کے جواب میں۔ جس مرید نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر میرے خاص وقت میں جو مجھے حق سبحانہ کے ساتھ نصیب ہوتا ہے تو بھی اگر درمیان میں آئے تو سر تن سے جدا کر دوں۔ پیر نے اس کی اس بات کو پسند کیا اور اپنے معانقے میں لے لیا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و الہ الطاھرین اجمعین۔ آپ کا مراسلہ شریفہ اور لطف و مہربانی سے بھرپور گرامی نامہ جو کرم نوازی کے طور پر آپ نے بھیجا تھا موصول ہوا اور فرحت و خوشی کا موجب ہوا ایک بات آپ نے پوچھی تھی۔ مخدوم اگرامی مقصد اعلیٰ اور بلند مطلب جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی جناب تک پہنچنا ہے لیکن جبکہ طالب ابتداء میں ادھر اُدھر کے مختلف تعلقات کے باعث کامل میل کچیل اور پستی میں ہے اور اس ذات تبارک وتعالیٰ کی جناب قدس نہایت پاکیزگی اور بلندی میں اور وہ مناسبت جو فیض دینے اور فیض لینے کا سبب ہے طالب و مطلوب کے درمیان مفقود ہے تو ضروری طور پر راہ جاننے والے اور راہ دیکھنے والے پیر و مرشد کے بغیر چارہ نہیں جو بیچ میں واسطے کا کام دے اور دونوں

طرف سے وافر حصہ رکھتا ہو۔ تا کہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پیر مکمل طور پر اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیتا ہے۔ اور طالب کو مطلوب کے ساتھ اپنے واسطہ کے بغیر واصل کر دیتا ہے۔ پس ابتداء اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا اور انتہا میں آئینہ پیر کے واسطے کے بغیر ہی مطلوب کا جمال جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ اور بالکل برہنہ وصل حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اُس نے جو یہ کہا کہ پیر بھی اگر حاضر ہو تو سر تن سے جُدا کر دوں سُکر کے باعث کہا۔ ارباب استقامت ایسی بات نہیں کہتے اور بے ادبی کے راستے پر نہیں دوڑتے اور مُرادوں کی پیر کی برکات سے تلاش کرتے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۷۰)

شیخ نوری کی طرف لکھا گیا:

اس بیان میں کہ جس طرح آدمی کے لئے حق جل وعلیٰ کے اوامر و نواہی کی فرماں برداری ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق ادا کرنا اور اُن کی ہمدردی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰہ و سلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفٰے ۔ اے برادر ارشد آدمی کے لئے جس حق جل وعلا کے احکام کی فرماں برداری اور جن باتوں سے اُس نے روکا ہے۔ اسے رُکنا ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور اُن سے ہمدردی کا سلوک کرنا بھی ضروری ہے۔

[1] التعظیم لامر اللّٰہ و الشفقة علیٰ خلق اللّٰہ
اللہ کے احکام کی تعظیم (یعنی ان کی بجا آوری اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک

یہ حدیث ان ہی دو حقوق کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے۔ پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا کوتاہی ہے اور کُل کو چھوڑ کر ایک جُز پر اکتفا کرنا کمال فرمان برداری سے دُور ہے لہٰذا خلق کے حقوق کی ادائیگی کو بوجھ اُٹھانا ضروری ہے۔ اور اُن کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا بھی لازمی ہے لاپرواہی نامناسب ہے اور بے التفاتی ٹھیک نہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
نازکی کے راست آید باری باید کشید

ترجمہ: جو شخص عاشق بن گیا اگرچہ سارے جہان کا نازنین ہو عاشق بننے کے بعد اس کا نازنین رہنا درست نہیں۔ بلکہ اُسے بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ مُلا علی قاریؒ۔

جبکہ مدت دراز تک آپ میری صحبت میں رہے اور مجھ سے بہت سے مواعظ اور نصیحت کی باتیں سُن چکے ہیں بات لمبا کرنے سے میں نے اعراض کیا اور چند مختصر فقروں پر کفایت کہ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے راستے پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۷۱)

مُلا طاہر بدخشی کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ جو چیز فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ ذلت محتاجی وظائف عبودیت کی ادائیگی حدود شرعیہ کی حفاظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت اور اپنے گناہوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علام الغیوب ذات کے انتقام کا خوب پیش نظر رہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی سید المرسلین و آلہ الطاھرین۔ جو چیز ہم فقراء پر لازم وضروری ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں خوار رکھیں۔ اس کے محتاج رہیں۔ اس کے حضور میں انکساری، عاجزی اور التجا کرتے رہیں۔ وظائف عبودیت کی ادائیگی، حدود شرعیہ کی محافظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور نیک کام انجام دیتے میں نیت درست رکھیں۔ باطن کو غیر حق کے خیالات سے آزاد کریں۔ اپنے ظاہر کو طاعات کے سپرد کردیں۔ اپنے عیوب کو دیکھتے رہیں۔ اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور علام الغیوب رب تعالیٰ کے انتقام کا خوف دل میں بٹھائیں۔ اور اپنی نیکیوں کو اگرچہ زیادہ ہی ہوں کم خیال کریں۔ اور اپنے گناہوں کو اگرچہ وہ کم ہی ہوں زیادہ تصور کریں۔ اور شہرت اور قبولیت خلق سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک ہے۔

بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُشَارَ اِلَیْهِ	انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ دین یا
بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ	دُنیا کے بارے میں اس کی طرف اپنی اُنگلیوں سے
عَصَمَهُ اللّٰهُ.	اشارے کریں۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اور اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو عیب ناک جاننا اگرچہ وہ صبح کی طرف صاف اور واضح ہوں اور اپنے احوال اور وجد کی کیفیات کا اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہوں کچھ اعتبار نہ کرنا۔ اور صرف دین کی تائید اور ملّت کی تقویت اور شریعت کی ترویج اور مخلوق کو حق جل وعلا کی طرف دعوت دینا ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔ اور نہ انہیں مستحسن سمجھا جائے۔ جب تک اپنا عمل درست نہ ہو کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق وفاجر سے بھی

وجود میں سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

[1] اِنَّ اللّٰہَ لَیُوَیِّدُ ھذا الدین با الرجل الفاجر۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاسق و فاجر انسان سے بھی کرا لیتا ہے۔

وہ مرید جو طالب بن کر آئے اور سلوک میں مشغول ہونے کا ارادہ ظاہر کرے اُسے ببر اور شیر کی طرح خطرناک جاننا چاہیئے۔ اور ڈرنا چاہیئے۔ کہ کہیں اس طرح سے وہ اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں۔ اور اُس کے فتنے میں پڑنے کا باعث نہ بن جائیں۔ اور اگر بالفرض کسی مُرید کے آنے سے اپنے میں فرحت اور سرور محسوس کریں تو اُسے کفر و شرک کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک ندامت اور استغفار کے ذریعہ اس حد تک کریں کہ اس سرور کا بالکل نشان نہ رہے۔ بلکہ اس فرحت کی جگہ غم اور خوف بیٹھ جائے۔ اور اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مُرید کے مال میں طمع اور اس سے دینوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا باعث ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے سب دین خالص کا مطالبہ ہے۔

[2] اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ سُن لو خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔

شرک کی اُس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ ہر تاریکی اور میل جو دل پر طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ توبہ استغفار ندامت اور التجا سے بآسانی میسّر آ سکتا ہے۔ مگر وہ تاریکی اور میل جو کمینی دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر چڑھے جو زندگی کو تلخ اور دل کو پلید کر دیتی ہے۔ اُس کے ازالے میں سخت دشواری اور مشکل پیش آتی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

[1] حُبُّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خطیئۃٍ یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں دُنیا اور دُنیا کے چاہنے والوں کی محبت اور ان سے میل جول اور اُن کی دوستی سے نجات عطا فرمائے کیونکہ دنیا کی محبت زہر قاتل اور ہلاک کرنے والا مرض اور بلائے عظیم اور عام پھیلنے والی بیماری ہے۔

اخوی ارشدی شیخ حمید اچھے طریقہ سے آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اُن کی نئی اور تازہ باتوں کو غور سے سُنیں اور غنیمت جانیں باقی باتیں ملاقات کے وقت ہوں گی۔

---

[1] بخاری و مُسلم بروایت ابو ہریرہؓ انس ابن مالکؓ مختصراً

[2] سورہ زمر پارہ ۲۳

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ رزین اور بیہقی شریف بروایت حسن مرسل ہے۔

مکتوب نمبر (۱۷۲)

شیخ بدیع الدّین کی طرف صادر فرمایا:

بعض اُن اسرارِ خاص کے بیان میں جو خاص میں سے بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اور اس کے سبب کا بیان اور اس کی روشن شریعت کے ظاہر سے مطابقت اور دیگر اس سے متعلقہ مسائل کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میرے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت وہ جس کے بیان کے علماء ظاہر کفیل وضامن ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بلند گروہ صوفیہ ممتاز ہے صورت شریعت کے عروج کی نہایت سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو وہ حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اور آمیزش کا یہ معاملہ شان العلم کے عروج تک ہے جو سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا مبداء تعین ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت وحقیقت دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔ اور عارف کا معاملہ شان الحیات تک جا پہنچتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ شان کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ یہ شیونات حقیقہ میں سے ہے۔ کہ اضافت کی گرد اس تک نہیں پہنچی۔ تا کہ عالم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو۔ اور یہ شان مقصود کا دروازہ ہے اور مطلوب کا مقدمہ۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے دقائق شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑتا وہ جماعت جو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ اگر اس کی تعداد بیان کی جائے تو شاید نہایت ہی قلیل لوگ اسے تسلیم اور قبول کریں۔ اور صوفیہ کی ایک کثیر جماعت اس انتقام عالی کے سایہ تک پہنچی ہے۔ کیونکہ ہر بلند مقام کا اس کے نیچے اس کا ایک سایہ ہے۔ سایہ اور محل میں پہنچنے والی جماعت کا گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ لیا ہے۔ اور پوست سے ترقی کر کے مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیہ کے قدموں کی لغزش کی جگہ ہے۔ ناقصوں کا ایک گروہ اس راستہ سے الحاد و زندقہ تک پہنچا ہے۔ اور اُنہوں نے اپنا سر شریعت کی رتی سے باہر نکالا ہے۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دُوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

اور کاملوں کی ایک جماعت جو درجات ولایت میں سے ایک درجہ سے مشرف ہوئی ہے۔ اور اس معرفت کو اس بلند مقام کے ظلال (سایوں) میں سے کسی ظل کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن وہ بہکنے سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب اور مستحب امر کو بھی ترک کرنا جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ اس معرفت کے راز کو نہیں جانتے۔ اور حقیقتِ معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

اور جب اس فقیر پر اللہ سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی اور اس کے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اس معما کا راز منکشف ہوا ہے۔ اور حقیقت معاملہ جیسی کہ چاہیئے ظاہر ہو چکی ہے۔ تو اس سرگزشت کا تھوڑا سا حصہ معرضِ تحریر میں لاتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر ناقصوں کو راہِ راست کی طرف لائے۔ اور حقیقت معاملہ کی وضاحت کرے۔

جاننا چاہیئے کہ تکلیفات شرعیہ بدن اور دل سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ نفس کا تزکیہ انہی پر متفرع ہوتا ہے اور لطائف میں سے جو لطیفے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پس جو لطیفہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو لطیفہ مکلف نہیں وہ کبھی بھی مکلف نہیں ہوا۔ اس بات میں انتہائی اور آخری جو بات ہے یہ ہے کہ سلوک سے قبل لطائف آپس میں مخلوط تھے۔ قلب سے جُدا نہیں تھے۔ جب سیر و سلوک نے ہر ایک کو ایک دُوسرے سے جُدا کر دیا۔ اور ہر ایک کو اپنے مقام اصلی میں پہنچا دیا۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور کون مکلف نہیں تھا۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اُس مقام میں عارف اپنے بدن اور دل کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ یہ یافت تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے۔ اور اس تخیل کا منشاء دراصل لطیف ترین لطیفوں جنہوں نے تکالیف شرعیہ سے قدم باہر رکھے ہوئے ہیں کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں کہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب اور قالب سے مخصوص ہیں۔ لیکن حقیقت شریعت کی قلب کے ماسوا میں بھی گنجائش ہے۔ پس مطلق شریعت سے قدم باہر رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت بھی رُوح اور سر سے آگے نہیں گزرتی۔ اور لطیفہ خفی اور اخفیٰ تک نہیں پہنچتی اور شریعت سے باہر قدم رکھنے والے فی الحقیقت خفی اور اخفیٰ ہی ہیں۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت پر ثابت رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۷۳)

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو انہوں نے اُٹھایا تھا۔ اور بعض عجیب اسرار کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی نفی اور اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد جناب سیادت پناہ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ آپ نے دریافت کیا تھا۔ کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا ہے اس کی کلمہ لَا کے نیچے لا کر نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مثبت مطلوبِ ذات حق) دیدہ و دانش سے بلند و

بالا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ مشہور محمد رسول اللہ ﷺ بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماسوا میں پایا جائے۔

اے برادر محمد رسول اللہ ﷺ اپنی بلندی شان کے باوجود بشر تھے۔ اور داغ حدوث و امکان سے متصف تھے۔ بشر خالق بشر کو کتنا پا سکتا ہے۔ اور ممکن واجب ہے کیا اخذ کر سکتا ہے۔ اور حارث قدیم ذات جلت عظمتہ' کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے۔

لَا يُحِيطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا لوگ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

نص قاطع ہے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

تو نہیں دیکھتا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام جیسے بادشاہ بھی فقر کل نہ پا سکے لہٰذا اس معاملے میں تمہیں رنج کم کرنا چاہیئے۔

اے عزیز مقام تفصیل چاہتا ہے۔ ہوش کے کانوں سے بات سُننی چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ پھر نفی اور اثبات ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اوّل یہ ہے کہ آلہ باطلہ کے مستحق عبادت ہونے کی نفی کی جائے۔ اور معبود بحق کی عبادت کے استحقاق کا اثبات کیا جائے۔ اور دُوسرا اعتبار یہ ہے کہ نفی غیر مقصودی باتوں سے بھی تعلق پذیر ہو۔ اور غیر مطلوبہ تعلقات کی بھی نفی کی جائے۔ اور جانب اثبات میں مطلوب حقیقی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے۔ اور مقصود اصلی کے سوا کسی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ اور اعتبار اوّل میں ابتداء میں یہ کمال ہے کہ جو کچھ معلوم مشہود ہو چکا ہے۔ سب لا کے تحت داخل ہوتا ہے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ (اللہ) کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد جب بصیرت تیز ہو جاتی ہے۔ اور راہِ مطلوب کی خاک کے سُرمہ سے سُرمگین ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ اللہ بھی مستثنیٰ منہ کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سالک اپنے آپ کو اُس مشہور ذات کے ماسوا میں گرفتار پاتا ہے۔ اور مطلوب کو اس کے باہر تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کمال کے ابتداء میں جو کچھ لا کے تحت داخل ہوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات میں سے تھا۔ جو عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کلمہ طیبہ کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو مستحق ہے جُدا ہو چکا ہے۔ لیکن ضعفِ بصیرت کے سبب مرتبہ وجوب کو جو شایانِ عبادت ہے۔ کلمہ الاَّ کے ساتھ ثابت کر کے نہیں دیکھتا تھا۔ اور کلمہ مستثنیٰ اللہ کو زبان سے ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ حصہ رکھتا تھا۔ لیکن قوتِ بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ' کی طرح مشہود اور ظاہر ہو گیا۔ اور جبکہ مرتبہ وجوب تمام اسماء و صفات ذات الٰہی جل سلطانہ' کا جامع ہے۔ اور سالک کی ہمت کا تعلق بھی احدیت مجردہ سے ہے۔ کہ اس مقام میں استحقاق عبادت عدم استحاق عبادت کی طرح راستے میں ہی رہ چکا ہے۔ تو ضرور اپنے مقصود کو اسماء اور صفات کے ماسوا میں تلاش کرتا ہے۔ اور غیر حق

کے ساتھ گرفتار ہونے سے پناہ لیتا ہے۔

چو دل با دلبرے آرام گیرد   بوصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل   نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل
زمہر آتش چو در نیلوفر افتد   تماشائے مہش کے درخور افتد
چوں خواہد تشنہ جانے شربتِ آب   نیفتد سود مندش شکر ناب

ترجمہ اشعار: (۱) جب دل دلبر کے ساتھ آرام پذیر ہو جائے تو اسے کسی اور کے وصل کے ساتھ کچھ سرور کار نہیں رہتا۔

(۲) اگر تم ریحاں (ایک طرح کا پھول) کا سو دستہ بھی بلبل کے آگے رکھو تو اس کا دل پھر پھول کی مہک اور خوشبو ہی کو چاہے گا۔

(۳) نیلوفر میں جب سُورج سے آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ تو اسے چاند کے تماشے سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

(۴) جب کوئی تشنہ جان ایک بار پانی پینے کا خواہش مند ہو تو اسے خالص شکر بھی نفع مند نہیں ہوتی۔ یعنی اسے پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔

اور اعتبار ثانی میں کمال جس سے مقصود غیر مقصود باتوں کی نفی ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکان کے شہود کی طرح لا کے تحت داخل ہو۔ اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنیٰ کے زبان سے ادا کرنے کے اور کوئی چیز ملحوظ نہ ہو۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ   کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامی پیش مردم   زمرغ من بود آن نام ہم گم

میں تجھے اس پرندے کا کیا نشان بتاؤں۔ جو عنقا کے ساتھ ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگوں کے سامنے ہے۔ میرے پرندے کا نام بھی گم ہے۔

حق بات یہ ہے کہ فطرت بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہمت ایسے مطلب کی خواہاں ہوتی ہے۔ جس کا کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ جس کے دامن ادراک تک گرد بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرت میں دیدار الٰہی حق ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت کا تصور ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ رویت اُخروی کے وعدہ پر مسرور اور محظوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری تو صرف غیب الغیب ذات کے ساتھ ہے۔ میری ساری ہمت اسی کی خواہاں ہے۔ کہ ایک بال برابر بھی مطلوب غیب سے شہادت کی طرف رُخ نہیں کرتی۔ اور گوش سے آغوش تک نہیں پہنچتی۔ اور سامانِ علم سے عین کی طرف نہیں لاتی۔ کیا کیا جائے مجھے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند   ہر کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے

میں اگرچہ اس مقام میں دیوانگی کی بہت سی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب کے باعث لب کشائی نہیں

کرسکتا۔ ع

جُنُوْنِیْ مِنْ حَبِیْبٍ ذِیْ فُنُوْنٍ میرا جنون ناز و ادا والے محبوب کی وجہ سے ہے۔

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

عمر ختم ہوگئی مگر ہمارے درد کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات اختتام پذیر ہوگئی لہٰذا میں اپنے افسانے کو مختصر کرتا ہوں۔ ہر متبع سنت اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہِ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی متابعت کی پابند کرنے والے پر رحمت و سلامتی کا نزول جاری رہے۔

مکتوب نمبر (۱۷۴)

خواجہ اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانوں کو چاہیئے کہ وہ اتنی سی معیت خداوندی پر مطمئن نہ ہو جائیں۔ اور اس قرب نما بُعد سے تسکین حاصل نہ کریں۔ بلکہ بُعد نما قرب اور ہجر کی طرح کا وصل تلاش کریں اور اس کے بیان میں۔ کہ جو واقعہ اُنہوں نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔

میرے برادرِ عزیز کا مکتوب موصول ہوا۔ چونکہ وہ فقراء کے ساتھ محبت سے خبر دیتا تھا۔ اور اس سے اس بلند مرتبہ گروہ کے حضور میں التجاء ظاہر ہوتی تھی اس لئے خوشی اور فرحت کا موجب ہوا۔

[1] اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔

کو نقد وقت جانیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس راہ کے دیوانے صرف اتنی سی معیت پر ہی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ اور قُرب نما بُعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اُس قُرب کو چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور ایسے وصل کے طالب ہوتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ ٹال مٹول اور تاخیر کو نے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور بے کاری اور دیر لگانے کو بُرا جانتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کو بے ہودہ بناوٹوں میں صرف نہ کریں۔ اور سرمایہ عمر کو بے فائدہ ملمع سازیوں میں ضائع نہ کریں۔ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ردی شے کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور پسندیدہ شے کو ترک کر کے بُری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور چرب و شیریں لقموں کے عوض اپنے آپ کو فروخت نہ کریں۔ اور باریک و خوشنما کپڑوں کے ساتھ بندگی کی لذت میسر نہیں آتی۔ شرم کرنا چاہیئے کہ تختِ شاہی کو نجاستوں سے آلودہ کریں۔ اور اس بات کو ننگ و عار جانیں کہ خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی ملک میں لات و عزیٰ کو شریک کریں۔ اے برادر یہاں بارگاہِ خداوندی میں دین خالص کی ضرورت ہے۔ الا اللّٰہ الدین الخالص (سن لو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے) اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

[2] لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ اگر تم بھی شرک کرو گے تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔

---

[1] بخاری و مسلم شریف [2] سورہ زمر پارہ من اظلم

اگر پھر اس قسم کا ظہور ہو تو کلمہ تمجید لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم کے تکرار کے ساتھ اس خرابی کو دُور کریں۔

ہر متبع ہدایت اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت اور پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۷۵)

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی تلونیات اور تمکین کے حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں۔

برادر عزیز کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے اپنی تلونیاتِ احوال کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ سالکوں کے لئے ابتداء و انتہا دونوں اوقات میں تلونیاتِ احوال کے بغیر چارہ نہیں۔ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ اگر تلوین دل پر وارد ہو رہی ہے تو وہ سالک اربابِ قلوب میں سے ہے۔ اور ابن الوقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلوین سے آگے نکل چکا ہے۔ اور احوال کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور مقام تمکین میں پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت احوال متلونہ نفس پر وارد ہونگے جو قلب کے مقام پر اس کی جانشینی کے طور پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حصول کے بعد ہے۔ اور تلوین والے کو اگر ابوالوقت کہیں تو گنجائش ہے۔ اور اگر محض فضلِ خداوندی جل سلطانہ نے نفس بھی اس تلوین سے گزر چکا ہے۔ اور مقام تمکین واطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت تلونیات کا ورود بدن پر ہے جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے۔ کیونکہ قالب (بدن) کے لئے تمکین غیر متصور ہے۔ اگر چہ وہ لطف لطائف کے رنگ سے رنگین ہو چکا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس رنگت کے راستے سے آتی ہے۔ وہ تابع ہو کر آتی ہے۔ اور احوال متلونہ کا ورود بالا صالتہ ہوتا ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے تابع کا نہیں ہوتا۔ اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت ابوالوقت بھی وہی ہو سکتا ہے۔

اور سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی حدیث مبارک لی مع اللہ وقت جو آپ نے نقل کی ہے۔ ایک جماعت نے اس وقت سے دائمی وقت مراد لیا ہے۔ اور ایک دُوسری جماعت نے بغیر دائمی اور اس کا رجوع اس بیان کی طرف ہے۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت وقت کا استمرار ہوتا ہے۔ اور بعض کی نسبت غیر استمرار۔ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ مختصر یہ کہ ظاہر کو روشن شریعت کے ساتھ آراستہ رکھتے ہوئے باطنی سبق کے تکرار میں ہمیشہ مصروف رہیں۔

اندرین بحر بے کرانہ چو غوک دست و پائے بزن چہ دانی بوک

اس بے کنارہ سمندر میں مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں مار۔ شاید اپنی منزل مقصود کو پالے۔

میرے برادر عزیز مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

مکتوب نمبر (۱۷۶)

ملا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اوقات کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ بے کار کاموں میں اوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

الحمدللّٰہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

حدیث میں آیا ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ اَلْمَرْءِ اشْتِغَالُہٗ بِمَا یَعْنِیْہِ وَ اِعْرَاضُہٗ عَمَّا لَا یَعْنِیْہِ	اِنسان کے حُسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ بامقصد کاموں میں مشغول ہو۔ اور بے مقصد کاموں سے اعراض کرے۔

لہٰذا اوقات کی محافظت کے بغیر چارہ نہیں۔ بے فائدہ کاموں میں وقت ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمن کا حصہ قرار دے کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس راستے میں دوستوں کا اجتماع باطن کی جمعیت کے لئے ہوتا ہے۔ دل کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اُنہوں نے خلوت پر انجمن کو ترجیح دی ہے۔ اور جمعیت کو اجتماع میں تلاش کیا ہے۔ وہ اجتماع جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن کی جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے مبارک ہے۔ اور جو میسر نہ آئے تو وہ بُرا اور نا مبارک ہے۔ ایسی زندگی گزارنی چاہیئے کہ پاس بیٹھنے والی جماعت کو صحبت و مجلس سے جمعیت حاصل ہو۔ ایسی مجلس و صحبت نہیں ہونی چاہیے۔ جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن سے جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے۔ اور گفتگو ترک کر کے سکوت و خاموشی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ زندگی آپس میں شعر گوئی کا وقت نہیں اور نہ باہمی بات چیت کا وقت ہے۔ ع

چہ وقت مدرسہ و بحثِ کشف و کشاف است	یہ مدرسہ اور کشف اور تفسیر کشاف کی بحثوں کا وقت نہیں

والسلام

---

۱ موطا امام مالکؒ، مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی، بیہقی ۱۲

مکتوب نمبر (۱۷۷)

جمال الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی صائب اور درست راؤں کے مطابق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو چاہیئے کہ اپنی اُٹھتی جوانی کو غنیمت جانیں۔ اور حتی الامکان اسے حق تعالیٰ جل وعلا کی رضا کے کاموں میں صرف کریں۔ یعنی سب سے پہلے آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کے تقاضا کے مطابق اپنے عقائد درست کریں دُوسرے نمبر پر احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں اور تیسرے نمبر پر بلند مرتبہ گروہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کریں۔ جس کو اس بات کی توفیق مل گئی۔ اُس نے عظیم کامیابی حاصل کرلی۔ اور جو اس سے رہ گیا تو وہ بالکل بیّن اور کُھلے ہوئے خسارے میں پڑ گیا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمتگاری کو سعادتِ عظمیٰ جانیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کی ہی مدد و اعانت ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب صاحب اقبال لوگوں میں سے ہے۔ مصراع

وادیم ترا ز گنج مقصود نشان ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۷۸)

مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا:

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان اور خلاصہ آدمیان علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری شان بلند کرے۔ تمہارے کام آسان کرے اور تمہارا سینہ فراخ کرے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام۔ اخلاق نبوی سے موصوف حضرات کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی انہیں احسان اور حسنِ معاشرت کی تلقین کرے۔ بلکہ نزدیک ہے کہ انہیں ایسی تلقین سوء ادب میں داخل ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انسان محتاجی اور ضرورت کے وقت ہر چیز اور معمولی شے کو تھامنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کمزور و لاغیر چیز سے تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر فقیر محتاجوں کی دستگیری کرنے کے لئے آپ کی دردسری کا باعث بنا ہے۔

مخدوم و مکرم! احسان کرنا ہر جگہ قابلِ ستائش چیز ہے۔ خاص کر ان پر احسان کرنا تو بہت ہے اچھا ہے جو پڑوس کا قرب رکھتے ہیں۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اس قدر تاکید فرمائی کہ صحابہ کرام کو گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں بھی حصہ بنادیا جائے گا۔

مثنوی:

چوں چنیں با یکدگر ہمایہ ایم تو چور خورشیدی ماچوں سایہ ایم
چہ بدے اے مایۂ بے مایگان گرنگاہ داری حق ہمایگان

ترجمہ: جب ہم ایک دُوسرے کے اس قدر نزدیکی ہمسائے ہیں۔ تو آفتاب کی طرح اور ہم سایہ کی طرح ہیں تو اے بے مایہ لوگوں کے مایہ اور پُونجی کونسی بات ہے اگر تو ہمسائیوں کے حق کی نگہداشت کرے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۷۹)

نصیحت میں میر عبداللہ بن میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا:

میرے عزیز فرزند ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کی غنیمت جانتے ہوئے علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں۔ اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کاموں میں صرف نہ ہو۔ اور لہو ولعب میں ضائع نہ ہو۔ دُوسری بات یہ ہے کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تمہارے پاس پہنچ آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے آنے کے متعلق ان کے متعلقین کو خبر دینا ہوگا۔ مصرع

پدر خویش باش اگر مردی اگر مرد ہو تو اپنے باپ بنو۔ یعنی خود کفیل بنو۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۰)

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف صادر فرمایا:

سلسلہ کے پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔

مخدوم و مکرم! جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ سے ہمارے ان پیروں کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجگی امکنگی اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزرے ہیں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ امکنگی کے والد بزرگوار

حضرت مولانا درویش [1] محمد ہیں۔ اور دُوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہد [2] ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمد کے ماموں ہیں۔

چند روز کی بات ہے کہ مشیخت پناہ خواجہ خاوند [3] محمود ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ اُنہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسیؒ سے اجازت نہیں تھی۔ اسی بنا پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماورالنہر کا علاقہ اُن کی بزرگی کا قائل ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اکابر دین ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمد صاحب خواجہ کلاں دہ بیدی کی خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ کلاں دہ بیدی خربوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ دہ بیدی نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا

---

[1] مولانا درویش محمد ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صوری و معنوی رموز و اسرار سے واقف تھے۔ جذبہ و استغراق کے اوصاف سے موصوف اور سخاوعطا میں معروف تھے۔ آپ نے پندرہ برس زہد و ریاضت میں گزارے۔ اور تجرید و تفرید کی حالت میں ویرانوں میں بسر کیے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر باطن کی تکمیل کی سنہ ۹۷۰ھ میں وصال فرمایا۔

[2] مولانا محمد زاہد فقر و تجرید و تفرید اور ورع و تقویٰ زہد و عبادت اور اتباع سُنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پہنچنے سے چند برس پیشتر ریاضت و مجاہدہ میں اس قدر مصروف رہے کہ اپنی آنکھ کو نیند سے آشنا نہ ہونے دیا۔ اور اشارہ غیبی کے تحت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ہی صحبت میں تکمیل ہو گئی اور خرقہ خلافت لے کر واپس وطن تشریف لے آئے۔ (حواشی ہدیہ مجددیہ)

[3] خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نسب میں چھ واسطہ سے خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتے ہیں۔ آپ نے باطنی نسبت خواجہ اسحاق دہ بیدی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی اور کشمیر میں اقامت گزین ہوئے اور وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ترویج طریقت میں مصروف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت لائے۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزارِ پُر انوار لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے جانب شمال محلہ بیگم پورہ میں اختیار کی اور لاہور تشریف واقع ہے۔ اس وقت یعنی ۱۳۹۰ء میں محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان کے زیر تحویل ہے۔ مزار مُبارک کا گنبد پہلے بہت خستہ ہو چکا تھا اب محکمہ نے دوبارہ اس کی مرمت کروائی ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے عملہ مقرر کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے سے قبل مزار شریف سے ملحقہ مسجد بھی کسمپرسی کی حالت میں تھی۔ خطیب و امام کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ محکمہ نے اس خامی کو بھی دُور کر دیا ہے۔ اب پانچ وقت پابندی سے جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ اور رونق میں اضافہ ہو چکا ہے۔

محمد سعید احمد مترجم عفی عنہٗ

ہے (پختہ ہو چکا ہے) مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے خواجہ کلان دہ بیدی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ درجہ تمام وکمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خاوند محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی سی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے در پے ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احرار کے درمیان نقل کیا جاتا ہے۔ اور دو نام بتائے جاتے ہیں درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمد کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دُوسرے شخص سے نسبت ہے۔ ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تا کہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثقہ اور معتبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے بارے میں بھی لکھ بھیجیں تو بہتر ہے تا کہ معترضین کی زبان بند ہو جائے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خواجہ خاوند محمود کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سرمایہ فقراء کی زوردار طریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے۔ تو ہم بے سرمایہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تو تھی یہ بھی غیر مستحسن ہے۔ جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو تھوڑی سمجھ میں رکھتا ہے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۸۱)

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں خواجہ محمد صادق (اللہ اسے سلامت رکھے اور محبوں کے سروں پر تادیر اسے قائم رکھے' کی طرف صادر فرمایا:

ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا سبب کیا ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی جل شانہٗ کے مراتب میں کم درجہ رکھتے ہیں حالانکہ مقامات زہد و تقویٰ وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہیں۔ اور مشائخ کرام کی ایک دُوسری جماعت دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں فوقیت رکھتی ہے حالانکہ مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

میرے فرزند ارشد محمد صادق نے دریافت کیا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو

دیکھتا ہوں کہ قربِ الٰہی جل سلطانہ کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ مقاماتِ زہد توکل صبر و رضا میں ان کے درجات بلند معلوم ہوتے ہیں۔ اور مشائخ کی ایک دُوسری جماعت کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں درجہ بلند رکھتی ہے۔ اور مقامات زہد و توکل وغیرہ میں نیچے ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان مقامات کی اکملیت یقین کے زیادہ اتم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یقین کا اتم ہونا جناب قدس خداوندی جل شانہٗ میں زیادہ نزدیکی کے سبب سے ہے۔ پس یہ بات چند امور سے خالی نہیں یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے۔ کہ قریب کو بعد جانتی ہے۔ اور بعید کو قریب۔ یا ان مقامات کی اکملیت کا سبب یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یقین پر مرتب نہیں ہوتا (بلکہ کسی دُوسرے امر پر ہوتا ہے) ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یقین پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہوگا یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات پر اکملیت کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ کوئی اور امر نہیں اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ غایہ مافی الباب یہ بات ہے کہ قرب کا حصول لطائف میں سے سب سے زیادہ لطیف کا کام ہے۔ پس یقین بھی انہی کا حصہ ہوگا۔ اور ان مقامات کی اکملیت چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مرتب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ بھی انہی کو حاصل ہوگی۔ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی بزرگ قلتِ قرب کے باوجود لطیف ترین لطیفوں کے مقامات میں اقامت گزین ہو۔ اور سب سے ظاہر ترین لطیفے (قالب) کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ اور دُوسرے کی بزرگی سے جو زیادہ قرب رکھتا ہے مقاماتِ مذکورہ میں اس سے اکمل ہو اور لطائف میں سے ظاہر ترین لطیفہ قالب کی طرف رجوع کیا ہو۔ کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ تو یقین بھی اس کا حصہ نہیں ہے۔ تو ان مقامات کی اکملیت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہے اُس نے بھی اس لطیفہ کا حکم اختیار کرلیا ہے۔ اور دُوسرے لطائف کے یقینات جو پہلے حاصل ہوچکے تھے پوشیدہ ہوچکے ہوں۔ بخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم لطیف ترین لطیفہ کا حکم ہے۔ قرب و یقین اس کے حق میں مضبوط و مستحکم ہوچکا ہے۔ اور روپوش نہیں ہوا۔ پس لازمی طور پر وہ مقامات مذکورہ میں اتم اور اکمل ہوگا۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور دعوتِ خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصولِ مناسبت کے لئے جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کردیا گیا ہے۔ اصل کے اعتبار سے یہ مقام انبیاء مرسل کا ہے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اطمینان قلب طلب کیا۔ اور یقین کے حصول میں عوام الناس کی طرح آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت عُزیر علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

[1] اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا   اللہ تعالیٰ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کریگا۔

اور جس نے رجوع نہیں کیا اُس نے اپنے یقین سے یوں کہا کہ اگر پردہ[2] اٹھ جائے تو بھی میرے یقین میں مزید اضافہ نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کلام ہے تو اس پر محمول کرنا چاہیئے کہ یہ آپ کا رجوع الی الخلق سے پہلے کا کلام ہے۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عامۃ الناس کی طرح حصول یقین میں دلائل و براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش کے لئے رجوع سے قبل علم کلام کے تمام معتقدات بدیہی ہو چکے تھے۔ اور محسوسات سے زیادہ ان کا یقین تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین روپوش ہوگیا تھ۔ اور عامۃ الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہوگیا۔ ع

چنانکہ پرورشم مید ہند میر ویم   میری جس طرح پرورش کرتے ہیں میں اسی
طرح بڑھتا اور نمودار ہوتا ہوں۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۲)

مُلّا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا:

حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی حدیث پاک کے بیان میں کہ آپؐ نے اپنے بعض صحابہ کرام، کو جنہوں نے بُرے خیالات اور وسوسے آنے کی شکایت کی تھی فرمایا ذالک من الایمان (یہ چیز ایمان میں سے ہے) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبوں کے وسوسوں اور خطرات کی بات چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث ذکر ہوئی کہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات کے بعض اصحاب نے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بُرے خیالات اور وسوسوں کی شکایت کی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ذالک [3] مِنْ کَمَالِ الایمان۔ یہ چیز کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت اس فقیر کے دل میں حدیث پاک کے یہ معنی آئے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ کمالِ ایمان کمالِ یقین سے عبارت ہے۔ اور کمالِ یقین کمالِ قرب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور جس قدر قلب اور اس سے اُوپر کے لطائف کو قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ حاصل ہوگا۔ ایمان و یقین میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور قالب سے اس کی بے تعلقی اور بڑھ جائے گی۔ اس وقت دل میں خطرات زیادہ

---

[1] سورہ بقر پارہ تلک الرسل

[2] یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے۔

[3] صحیح مسلم شریف۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

مقدار میں ظہور پذیر ہوں گے۔ اور نامناسب وسوسے آئیں گے۔ لہٰذا بُرے خطرات کا سبب کمال ایمان ہے۔ تو نہایۃ النہایہ کے منتہی حضرات کو جس قدر بُرے خطرات زیادہ تر اور نامناسب ہوں گے ایمان کی اکملیت بھی زیادہ ہوگی۔ کیونکہ کمال ایمان الطف لطائف کی لطیفہ قلب کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی قالب زیادہ خالی ہوگا۔ اور ظلمت و کدورت کے زیادہ نزدیک ہوگا۔ اور اس میں وساوس و خطرات کا ورود زیادہ ہوگا۔ لیکن مبتدی اور متوسط کا یہ حال نہیں اس لئے اس طرح کے وساوس زہر قاتل ہیں اور اس کے باطنی مرض کو زیادہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا بات سمجھنے میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ یہ معرفت اس درویش کے رقیق معارف میں سے ہے۔ اور ہر متبع ہدایت اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰ والسلام کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۸۳)

ملا معصوم کابلی کے طرف صادر فرمایا:

نصیحت کی باتوں میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرما کر کلیۃً اپنی جناب قدس کا گرفتار بنائے۔ اُمید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ حاصل کیا ہوا باطنی نسبت میں مانع نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود سعی و کوشش کریں کہ ظاہری پراگندگی میں بھی تخفیف ہو۔ ایسا نہ ہو کہ باطن تک بھی سرایت کر جائے۔ اور مطلب تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے عَیَاذًا بِاللّٰه سبحانه من ذالک (اس سے اللہ سبحانہ کی پناہ) اور دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس لائق نہیں کہ اپنی قیمتی عمر صرف کر کے اُس کو حاصل کرے۔ بتانا شرط ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک رہو گے۔

اے سرائے دباغ تو زندان تو　　خان و مان تو بلائے جان تو

اے شخص تیری سرائے اور تیرا باغ تیرے لئے قید خانہ ہے (تو اس کی محبت میں گرفتار ہے) تیرا مال و متاع تیرے لئے وبال جان ہے۔

موت سے پہلے اگر کام کرلیا تو فبہا ورنہ خرابی ہی خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس کے منافی ہے اسے دشمن سمجھنا چاہیئے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے چاہے شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

ما علی الرسول الا البلاغ   قاصد پر صرف پیغام پہنچانا ضروری ہے

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۸۴)

قلیج اللہ کی طرف صادر فرمایا:

حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت کی ترغیب میں۔

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب میں جو محبت و اخلاص سے تحریر فرمایا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ فرحت کا موجب ہوا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ بحرمت النبی اور بحرمت آپ کی بزرگ آل کے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اتمہا۔

اے فرزند جو کچھ کام آئے گا وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید، علوم و معارف۔ اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فبہا۔ اور بہت اچھے ہیں۔ ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ حضرت جنید نے اس کے جواب میں کہا۔ حقائق و معارف کے بیان میں سب عبارتیں بے کار گئیں۔ اشارات فنا ہو گئے۔ اور نصف رات کے وقت جو رکعات ہم پڑھتے تھے ان کے سوا کسی نے ہم کو نفع نہ دیا۔ تو تم پر حضورؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت اختیار کرنا لازم ہے۔ اور قولاً عملاً اعتقاداً حضورؐ کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپ کی متابعت سراسر برکت ہے۔ اور آپ کی مخالفت نحوست اور بربادی ہے۔

جو رسالہ آپ نے ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا بہت بہت پسند آیا۔ لیکن اور کام تصنیف و تالیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس میں مشغول و مصروف ہونا زیادہ مناسب اور زیادہ اولیٰ ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۸۶)

ایک شخص کی سفارش کے سلسلے میں منصور عرب کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔ اور تمہاری ساری ہمت اپنی ذات قدس کی طرف پھیر لے۔ جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی گرفتاری سے دل کو سالم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس صورت میں میسر آتی ہے کہ غیر حق کے خیال کا گزر

دل پر ہرگز نہ رہے۔ اگر فرضاً ہزار برس زندگی وفا کرے تو بھی دل میں غیر حق کا خیال نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو دل کو حق تعالیٰ کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ ؏ کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہ ہی اس کے سوا سب ہیچ ہے۔ دُوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہے۔ اس کا باپ سرہند میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑھاپے اور ضعف و لاغری کے ایام میں اپنے بیٹے کی مُلاقات سے مسرور اور خوش ہو۔ اس بنا پر اُس نے اس سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینے کے لئے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ معاملہ آپ کے قبضہ میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۲)

خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابلی کی طرف صادر فرمایا:

متابعت سنت پر اُبھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(بندہ عاجز) حق سبحانہ وتعالیٰ سے تضرع' زاری' التجا' محتاجی' ذلت' انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نیا پیدا ہوا ہے۔ اور نیا ایجاد ہُوا ہے۔ جو زمانہ خیر البشرؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک دمک میں سفیدہ صبح کی طرح ہو اس ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے۔ اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حُسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضورؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اُٹھانے اور دُور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دُور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حُسن[1] و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت

---

[1] حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے مکتوبات میں "بدعت" سے بچنے اور اس سے دُور رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بدعت اور بدعتی لوگوں کی مذمت کی ہے۔ آپؒ نے جو لکھا ہے بالکل حق اور صحیح لکھا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت اپنے مخصوص نظریات کے تحت حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہٗ کے موقف و مسلک کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بدعت سے متعلق اپنے مسلک کی تائید وحمایت میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عبارات کو پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ لہٰذا آپؒ کے مسلک و موقف کی وضاحت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دیانت و انصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ علاّمہ محمد مراد مکی محشی مکتوبات شریف اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: (اگلے صفحہ پر)

کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظر تیز کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا۔ بیت

بر وقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختۂ عشق درشب دیجور

صبح کے وقت روز روشن کی طرح تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تُو نے شب تاریک میں کس کے ساتھ رشتۂ عشق جوڑ رکھا تھا۔

---

(۱) ولا یخالف قوله فی ذالک قول العلماء الاسلاف رحمهم اللّٰه حیث قسموا البدع علی حسنة و سیٔة و ارادو بالحسنة ما یکون له اصل فی الصدر الاول و لو اشآرة کبناء المنائر و المدراس والرباطات و تدوین الکتب و ترتیب الدلائل و نحو ذالک و السیٔة ما لیس له اصل فیه اصلاً. فلامام قدس سره' لا یطلق اسم البدعة علی القسم الاول لوجود اصله فی الصدر الاول فلا یکون مبتدعاً و محدثا بل نخصیه' مالقسم الثانی فقط لکونه مبتدعاً و محدثا حقیقة و لقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کل بدعة ضلالة فالنزاع بینهما لفظی اعنی فی اطلاق اسم البدعة علے القسم الاول و عدم اطلاقه.

(ترجمہ): اور اس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں کی ہیں حسنۃ اور سیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر، اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل موجود نہ ہو تو امام ربانی قدس سرہٗ قسم اوّل پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی اصل صدر اوّل میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ درحقیقت بدعت اور محدث ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو علمائے اسلاف اور حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے درمیان نزاع لفظی ہے کہ قسم اوّل پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) حضرت شیخ محمد مظہر دہلوی قدس سرہ مقامات سعیدیہ میں فرماتے ہیں:

البدعة الحسنة عند الامام الربانی قدس سره' داخلة فی السنت ولا یطلق علیها اسم البدعة بموجب کل بدعة ضلالة والنزاع لفظی بینه' و بین العلماء القائلین بوجود الحسن فی البدعة

(ترجمہ) بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ موجب حدیث کل بدعۃ ضلالۃ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ تو اس بارے میں آپ اور دُوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں نزاع لفظی ہے۔

حضور سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَھُوَرَدٌّ. (بخاری ومسلم)	جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو اس میں نہ ہو تو وہ شے مُردود ہے۔

---

(۳) فكل بدعة لم تخالف السنة و هی البدعة الحسنة عند العلماء داخلة عند الام الربانی قدس سره' فی السنة.

(ترجمہ) تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے۔ اور امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔

(۴) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں حدیث من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منه الخ کے تحت فرماتے ہیں:

ای ما لیس من وسائله فان الوسیله داخلة فیه و لهذا قال الشیخ المجدد رضی اللّٰه تعالٰی عنه' ان العلوم التی وسائل لامر الدین کالصرف و الخود داخلة فی السنة ولا یطلق علیها اسم البدعة عنده رضی اللّٰه عنه' لیس منها حسن البتة.

(ترجمہ) یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے شیخ مجدد رضی اللہ عنہٗ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جیسے صرف ونحو سنت میں داخل ہیں اور اور آپ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت میں کوئی حُسن اور خوبی نہیں۔

نیز معمولات اہل سنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ اپنے پیر و مرشد کی مجلس عرس شریف میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت القدس جلد دوم صفحہ ۲۹ پر ہے کہ آپ بتقریب عُرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے۔ آپ نے خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اوّل جلد دوم صفحہ ۲۳۳ میں فرمایا ہے۔

در ایام عُرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ نیز برسد دریں اثنا خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔	حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ کے عرس مُبارک کے ایام میں فقیر دہلی آیا۔ ارادہ تھا کہ حضرت (شیخ فرید) کی خدمتِ عالی میں بھی حاضر ہو۔ آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

(۶) فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھے۔ اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے اس عمل کی تصریح موجود ہے۔

(۷) مزارات بزرگان پر تشریف لے جاتے تھے اور قبر پر پڑے ہوئے اُجھاڑ کو تبرک جانتے تھے اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ (حضرات القدس جلد ۲ صفحہ ۷۹)

(۸) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تصور شیخ' استمداد اولیاء کرام کے قائل ہیں۔ جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے جابجا ان مسائل کو وضاحت سے لکھا ہے۔ ان مختلف فیہ مسائل میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے مسلک و موقف کے متعلق

جو چیز مردود ہو اس میں حُسن کہاں سے آ سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله و خير الهدىٰ. هدى محمد و شر الامور محدثاتها و كل بدعة ضلالة

بعد حمد و صلوٰۃ پس (بیشک بہتر بات) کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد (ﷺ) کی سیرت ہے۔ اور چیزوں میں سب سے بدتر نئی باتیں ہیں اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

دُوسری جگہ آپؐ نے فرمایا:

او صيكم بتقوى الله والسمع والطاعة و ان كان عبدا خبشياً فانهٗ من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجد. و اياكم و محدثات الامور فان كل محدثةٍ بدعة و كل بدعةٍ ضلالة.

اے لوگو میں تمہیں اللہ سے ڈرنے‘ اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرتا ہوں۔ اگر چہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور اسے مضبوطی سے تھامو۔ اور اسے اپنی ڈاڑھوں سے پختگی سے پکڑو۔ اور نئے نئے امور سے بچنا پس بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

تو جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔ تو بدعت میں اچھائی کے ہونے کے کیا معنی۔ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔ لہذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیۂ ہی ہوگی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔

مَااَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ

کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی مگر اس کی مثل سنت اُٹھالی جاتی ہے۔ تو سنت کو مضبوطی سے تھامنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔ مسند احمد

پُورے طور پر واقف ہونے کے لئے بندہ کی تالیف ’’مسلک امام ربانی‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

علماء کرام کی مذکورہ تحقیقات اور حوالجات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور مخالفین آپ کا مسلک غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ مترجم عفی عنہٗ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ	کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی
اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا	مگر اللہ تعالیٰ اس کی مثل سُنتوں سے چھین لیتا ہے
اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (راوی شریف)	پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا نہیں کرتا۔

جاننا چاہیئے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عمامے کو انہوں نے بدعت حسنہ کہا ہے حالانکہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخ ہے۔ اور نسخ عین رفع ہے یوں ہی مشائخ نے دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان ہو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔ نیز علماء نے جو نیت نماز میں کہا ہے کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحسن ہے۔ حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے۔ بلکہ دستور یہ تھا کہ جب قامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے۔ اور علماء نے اس بدعت کو بھی حسنہ کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے۔ کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔ اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ یہی حال باقی بدعات اور محدثات کا ہے۔ کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح سنت پر زیادتی ہے۔ اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو۔ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی اقتدا پر ہی کفایت کرو۔ کیونکہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا زائد چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ تو اسے اصحاب بصیرت عبرت پکڑو۔ اور ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۸۷)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں طریق رابطہ (تصور شیخ) مقصود تک پہنچانے والے راستوں میں سب سے زیادہ

قریب ہے۔ اور اس بیان میں کہ رابطہ (تصور شیخ) مرید کے لئے ذکر الٰہی کرنے سے بھی زیادہ نافع ہے۔

جو مکتوب آپ نے دوستوں کو لکھا تھا۔ نظر پڑا اور تحریر شدہ حالات سے واقفیت ہوئی۔

جاننا چاہیئے کہ بناوٹ اور تکلف کے بغیر شیخ سے رابطے کا حصول پیر و مرید کے درمیان مناسبت تام کی نشانی ہے۔ جو افادے اور استفادے کا سبب ہے۔ اور کوئی راستہ بھی طریق رابطہ (تصور شیخ) سے زیادہ قریب نہیں۔ دیکھیں یہ دولت کس سعادتمند کو عطا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ع سایۂ رہبر بہ است ذکرِ حق۔ رہبر کا سایہ ذکرِ حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ زیادہ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مرید کے لئے رہبر کا سایہ اس کے ذکر حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید کو اس وقت مذکور یعنی اللہ جل وعلا کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تا کہ براستہ ذکر اسے مکمل نفع حاصل ہو۔ والسّلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۱۸۸)

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر ہوا:

ان مسائل کے حل میں جو اس نے دریافت کئے تھے۔

میرے برادر عزیز کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ آپ نے تین امور کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے محبت کے نشانات والے۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا صرف ان لطائف پر ہی بند ہے جن کا قلب متضمن ہے۔ وہ لطائف اس میں پوشیدہ نہیں ہیں جو قلب سے ماورا ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں پوشیدہ ہونے کے کچھ معنی نہیں۔ دُوسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی استعداد مرتبۂ قلب یا رُوح تک ہے۔ پیر صاحب تصرف کا تصرف اسے مراتب فوق تک لے جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک بات ہے کہ جو روبرو بات چیت سے تعلق رکھتی ہے۔ تحریراً اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ نیز ایک بات یہ ہے کہ جب ظاہر باطن کا رنگ اختیار کر لے اور باطن ظاہر کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ تو کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں نمایاں اور پیدا ہو جائیں۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۸۹)

شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر ہوا:

اس بیان میں کہ بے فائدہ تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود فقراء کی یاد ان کے ساتھ شدید

مناسبت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ اور کمینی دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور باطنی سبق کو تمام کاموں سے عزیز رکھنا چاہیئے۔ اور اس بیان میں کہ احکامِ شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ پُورے احسان اور عجز وزاری سے انہیں قبول کرنی چاہیئے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطاھرین اجمعین۔

عزیز وارشد فرزند ارجمند۔ شرف الدین حسین کا مکتوب شریف موصول ہوکر موجب فرحت وتازگی ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ بے فائدہ گرفتاریوں اور مصروفتیوں کے باوجود فقراء دُور از کار کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوئی۔ اس یاد سے شدت مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی چیز افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ بعض واقعات جو آپ نے درج کئے تھے۔ اچھے اور عمدہ ہیں اور باطنی ارتباط پر قوی دلیل ہیں۔

اے فرزند کمینی دُنیا کی طراوت وتازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بے معنی کروفر پر عاشق نہ ہونا۔ کیونکہ بے حقیقت اور بے اعتبار ہے۔ آج اگر یہ معنی ذہن میں نہیں آتا کل ضرور آ جائے گا۔ لیکن اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

گوشش ازبار درگراں شدہ است نشو و نالہ و فغانِ مرا

اس کے کان موتیوں کے زیور سے بھاری ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میرے نالے اور فغان کو نہیں سُنتے۔

چاہیئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں سے جانتے ہوئے اس کے تکرار پر فریفتہ اور حریص رہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز سُستی اور کوتاہی کے بغیر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اور چالیس روپے میں سے اللہ کا احسان جانتے ہوئے فقراء اور مساکین کو دیں۔ اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور دستگاری کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۹۰)

میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی طرف صادر ہوا:

ذکر الٰہی جل سلطانہٗ کے دوام پر اُبھارنے اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اور طرز طریقہ ذکر اور دُوسرے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطاھرین اجمعین۔

تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح ونجات اپنے مولیٰ جل سلطانہٗ کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مستغرق اور

مصروف رکھنا چاہیئے۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم میں ابتداء میں ہی میسر آ جاتا ہے۔ اور ''نہایت ابتداء میں درج ہے۔'' کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ بلکہ لازم وواجب ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے۔ اور ان کے باطن سے ہمت اور توجہ طلب کرے۔ ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں۔ چاہیئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے حجرے اور گھر کی مانند ہے۔ اور اسم مُبارک ''اللہ'' کو اس قلب پر گزارے۔ اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے۔ کلیۃً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔ اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے۔ اور اس طرت متوجہ نہ ہو۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے۔ نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر وناظر ہونے کو بھی لحاظ وخیال میں نہ لائے۔ تاکہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے۔ اور اس سے شہود وحدت وکثرت میں نہ پڑے۔ اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیف والی شے کے ساتھ آرام نہ پکڑے۔ کیونکہ جو...... چون اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہوگا وہ بے کیف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے۔ واحدِ حقیقی نہیں ہو سکتا۔ بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ بسیط حقیقی کو احاطہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہیئے۔

اور اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔ اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔ پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ تک پہنچنے کے راستے میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔ اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد وعانت[1] حاصل کرتے ہو۔ خالی کلاہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے۔ پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ اور عادات ورسوم میں داخل ہے۔

---

[1] معلوم ہوا کہ تصورِ شیخ جائز اور درست ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔ لیکن جن حضرات کو ہر چیز میں شرک ہی نظر آتا ہے۔ وہ اسے بھی شرک ہی کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے پیر سید احمد صاحب رائے بریلوی نے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کو کہا تھا کہ تصورِ شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ سید احمد شہید مؤلفہ غلام رسول مہر۔

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العالی پیر ومرشد سے مدد واعانت حاصل کرنے کے قائل ومعتقد ہیں۔ اور یہ چیز شرک وبدعت نہیں۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کرتا بطور تبرک[۲] اپنے پاس رکھے۔ اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے۔ شیخ کے کرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں۔ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ہاں خواب اور واقعہ سے باہر عالم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے۔ لہٰذا بیداری میں اگر احوال و مواجید ظاہر ہوں تو ان پر اعتماد کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار و نتائج مرتب ہونا شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے فتویٰ سے تقاضا کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۹۱)

خانخاناں کی طرف لکھا گیا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ تکالیف شرعیہ میں آسانی اور سہولت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدَانَا لِھٰذَا وَ مَا لَنَا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡلَا اَنۡ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدۡ جَاءَ تۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راستے کی ہدایت دی اور ہمیں ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی تھی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے رب تعالیٰ کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام کی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً نازل ہوتی رہیں۔ کہ متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرضاً اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے۔ اور ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی اگر ان بزرگوں (انبیاء کرام) کی متابعت کے نور سے منور اور روشن نہ ہوں بارگاہِ ایزدی میں ان کی ایک جو برابر قیمت نہیں۔ اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے لیکن ان بزرگوں (انبیاء کرام) کے حکم کے مطابق ہو وہ مجاہدات اس نیند کے برابر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مجاہدات چٹیل اور خالی میدان کی طرح بے فائدہ سمجھے جائیں گے۔ یہ خداوند جل شانہ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

---

[۲] معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ بزرگوں کے تبرکات کے بھی قائل و معتقد ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سارا ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میسّر آ سکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور جب رکوع و سجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور وضو میں اگر پانی میں استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور زکوٰۃ میں چالیس حصّوں میں سے صرف ایک حصّہ فقراء و مساکین کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور اسے بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے۔ اور اس کے لئے بھی راستے کے خرچ' سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار آزاد عورتیں نکاح کے ساتھ اور زر خرید لونڈیئیں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرر و نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے۔ اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دار چینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔ کڑوی' بدمزہ' بدبو' بدخو جوش و حواس کھونے والی اور پُرخطر (شراب) کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں حلال و حرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق و تمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نارضامندی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔

یُوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں۔ اور پشمینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پر مباح ہے' ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی سونے چاندی کا حال ہے۔ کہ ان سے عورتوں کے زیورات در حقیقت مردوں ہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود (اسلام پر چلنا) مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا تندرست لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لئے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمان سے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکامِ الٰہیہ کی بجا

آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے۔ ورنہ بے فائدہ رنج اُٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَاتَدْعُوْھُمْ
اِلَیْہِ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ مِنْ رُسُلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَ
یَھْدِیْ اِلَیْہِ مِنْ یُّنِیْبُ

مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۹۲)

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:

میرے عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ ”گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام میں (اس فقیر) کا گزر ہوا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بلند تر ہے“ اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کردے تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عبارت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ خاص کر جب کہ لفظ [1] 'ہم' بھی موجود ہے جس کے معنی ”بھی“ کے ہیں (جس سے صرف ایک طرح کی شرکت ظاہر ہوتی ہے) اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دُوسرے کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں اُن واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیرو مرشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ پیش آئے صحیح ہو یا غیر صحیح بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہٰذا ان کے اظہار سے چارہ نہیں اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔ [2]

---

[1] پارہ الیہ یرد سورۃ شوریٰ ۱۲

[1] چنانچہ مکتوبات ۱۱ کی عبارت جس میں یہ مضمون واقع ہوا ہے۔ یُوں ہے۔ ”خود را ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت“ یعنی میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے پرتو سے رنگین اور منقش پایا۔ اور ہم کے لفظ سے صرف ایک طرح کی شرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے تو مساوات بھی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان الفاظ سے فضیلت ثابت کی جائے باقی معاند کے عناد کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۲

[2] کیونکہ واقعات اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کرنے سے قبل نہ تو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں اور صحت کو مستلزم ہوتے ہیں بلکہ بین بین ہوتے ہیں۔

علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آ جائے تو کچھ حرج نہیں۔[۳] بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شہدا کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق وارد نہیں۔ اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ لہٰذا ایسی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی کے کمالات میں سیر واقع ہو اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔ اور نبی کے لئے بھی مطابق حدیث۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا.	جو شخص نیک طریقہ جاری کرے۔ تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اُسے ملے گا۔

مکمل حصہ ملتا ہے۔ تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔ تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۹۳)

فرقہ اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنّت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب میں۔ اور اسلام کی غربت اور اُس کی تائید و ترقی کے لئے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ تَعَالٰی نَاصِرُكُمْ و يُعِينُكُمْ عَلٰی كُلِّ مَا يُعِيبُكُمْ وَ يَشِينُكُمْ حق تعالیٰ اُس چیز پر جو آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سُنّت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کے بے خطا راؤں کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت کے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔

---

[۳] افضلیت کا مدار فضیلت کلی پر ہے۔ نہ کہ فضیلت جزئی پر۔

کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔[1] اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اجل توریشتی کا رسالہ بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول وبسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثنا میں فقیر کے دل میں گزرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اور سہل ماخذ ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاوے گا۔

ان عقائد کے درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ جن کا علم فقہ متکفل ہے) کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ جیسے مجموعہ خوانی اور عمدة الاسلام مجلس میں پڑھتے رہا کریں۔ اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا۔ اور اگر عملیات میں سُستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ تو عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید کو ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نواز دیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی طَرِیْقَتِهِمُ الْمَرْضِیَّةِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سیّد البشر علیہ و آلہ الصلوات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور

---

[1] معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علمائے اہل سنت اور بزرگان دین نے بیان کئے ہیں۔ یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

یاروں کی اس قسم کی باتیں سُن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک چیتل کا صَرف کرنا کروڑ ہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولتِ عظمےٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے۔ لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دُوسروں سے عارضی۔ حقیقت میں نبی علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحاب کی مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو بجا لائیں گے۔ اب یہ وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اُٹھانے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔

کافرِ لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال اس میں کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ پادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بُت پرست اہلِ شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ اُنہیں خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت ونفرین فرمائی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَ فَرِّق جَمْعَهُمْ وَ خَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَ خُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُقْتَدِرٍ یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت' کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور اُن کی اہانت ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو۔ اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سر رشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا

چاہیئے۔ اکثر لوگوں نے اس سر رشتہ کو کم کر دیا ہے۔ اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضرورت میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا نہ ہوئی تھیں۔ اس وقت کو بادشاہ اسلام کو اہلِ کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دل اس سے بہت پشیمان ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی بُرائی سے مطلع کریں۔ اور ان کے دُور کرنے میں کوشش کریں۔ شاید پادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تا کہ وہ آ کر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکامِ شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق و کرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکامِ شرعی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور اُمت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام کا پہنچانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کر دے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے۔ بہرحال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقع نہ ہو۔ اس امر کی ذمہ داری علما اور پادشاہ کی بارگاہ کے مقرب لوگوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں۔ اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و بہتر حضور الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے۔

عمر بگذشت و حدیث عشق ما آخر نہ شد   شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزر گئی لیکن ہمارے عشق کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات گزر گئی اس لئے میں افسانے کو مختصر کرتا ہے۔

☆☆☆

مکتوب نمبر (۱۹۴)

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس سے متعلق بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ عَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سُن کر ماتم زدہ مُسلمانوں کے دل کو خوشی اور رُوح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ مالک وقدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر ونذیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسّلام کی طفیل اس بڑے کام میں ترقی بخشے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت وجلوت میں اس دین متین کی ترقی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے۔ بھلا کوئی بے سروسامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد لِلّٰہ علیٰ ذالک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء کی ہی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں اُمید ہے کہ پُورا پُورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بددین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ دریاست وبزرگی حاصل ہوجائے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِہِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پلّہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَخَیْرُ النَّاسِ خَیْرُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دُوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں آمادہ کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد ان عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۹۵)

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف صادر فرمایا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وَ اَبْقَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ پادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت پر ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ

اِلَیْھِمْ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے۔ اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس پادشاہوں کا جس قدر احسان عام لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی پادشاہوں کے نیک اور بُرے اخلاق اور بُرے اور بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے حالات اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہلِ مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب پادشاہ سُنت سَنیہ مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک بزرگ فرماے ہیں۔

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے　　　ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

ترجمہ: جو چیز مجھ سے گم ہوئی ہے وہ اگر سلیمان سے بھی گم ہو جاتی' تو سلیمان اور پریاں اور جن سب روتے۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا　　　صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو وہ دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

حامل رقیمہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوتے ہیں۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ پادشاہوں کے بہت اسناد ان کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْحَقَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ. اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۹۶)

منصور عرب کے نام صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور اور حق سبحانہٗ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مخدوم! ع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تر است   دوست کہ بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالمِ امر میں رکھتا ہے تجلّی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دُوسرے قدم پر تجلّی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلّیاتِ ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سیدِ اوّلین و آخرین ﷺ کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالمِ خلق اور عالمِ امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقا اکمل مرتب ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند   یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

ہم نامُراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے اہل کمال کے صاف پانی سے اپنے کام و دہاں کو سیراب و شیریں کریں۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر   زیں بسے خوش تر کہ اندر کام زہر
آسماں نسبت بعرش آمد فرود   ورنہ بس عالی است پیشِ خاکِ تود

ترجمہ: اگرچہ شکر سے مجھے صرف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں زہر ہو۔ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے مگر خاک کے تودے سے بہت ہی بلند ہے۔ والسّلام اوّلاً و آخراً

مکتوب نمبر (۱۹۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کی حرارت سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راہِ شریعت پر قائم رکھے۔ سعادتمند وہ ہے جس کا دل دُنیا سے سرد اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت سے گرم ہو۔ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اسے چھوڑ دینا تمام عبادتوں کا سر ہے۔ دُنیا حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جب سے اُس نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بہ نظر شفقت اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور دنیا کے طالب دُور کر دینے اور نفرت کے لائق ہیں۔ اور اس نفرت و دُوری کے داغ سے داغدار ہیں۔ حدیث میں ہے۔

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ (ترمذی وابن ماجہ)
دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر اللہ کا ذکر۔

جب کہ ذاکر لوگ بلکہ ان کے ذراتِ وجود کا ہر ذرہ اللہ سبحانہٗ کے ذکر سے پُر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس وعید (ڈانٹ) سے خارج ہیں اور اہل دنیا میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہ سے روکے اور اس کے غیر سے مشغول کرے۔ وہ چیز مال واسباب کے قبیلہ سے ہو خواہ مرتبہ اور سرداری کی طلب۔ اور خواہ ننگ و ناموس ہو۔

فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا.
اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے پھر چکا ہو

نص قطعی ہے۔ دُنیا کی ہر چیز بلائے جان ہے۔ دنیا دار دنیا میں تو ہمیشہ تفرقہ اور پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت اور حسرت کرنے والے گروہ میں ہوں گے۔ دُنیا کے ترک کہ حقیقت اس کی طرف رغبت کو ترک کرنا ہے۔ اور ترک رغبت اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دُنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس معنی کا حصول اربابِ جمعیت (اولیاء کرام) کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میسر ہو تو اسے غنیمت جاننا چاہیئے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیئے۔

اور میاں شیخ مزمّل کی صحبت اگرچہ تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اور ایسے نادر الوجود بزرگ سُرخ

گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔ تاہم اہل کرم کا شیوہ ایثار ہے۔ یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت و ضرورت پر فوقت دیتے ہیں۔ چند روز کے لئے اگر میاں شیخ مزمل کو رخصت دیں تو بڑی برمحل بات ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ العزیز واپس آ جائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص تمہارے لئے حاضر و موجودگی کی طرح کام کرتا ہے۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں حضور سید بشر علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات اتمہا دمن التحیات اکملہا کی متابعت پر استقامت عطا کرے۔ والسّلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۹۸)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کی دولتمندوں کے ساتھ آشنائی بڑی دشوار بات ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

دُعا ہے کہ فتوحات مکیہ (صوفیائے کرام کے کلمات قدسیہ کا مطالعہ) فتوحات مدینہ (اتباع شریعت مطہرہ) کی چابی اور موجب بنے۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ آپ کا التفات نامہ گرامی جو فقراء کے نام لکھا تھا موصول ہو کر زیادتی محبت کا باعث ہوا۔ تمہیں بشارت ہو پھر بشارت ہو۔

مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لئے دولتمندوں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں تواضع اور حُسنِ خُلق اختیار کریں۔ جو فقر کے لوازمات میں سے ہے تو کوتاہ اندیش لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی اور محتاج ہیں۔ اس بدظنی میں اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جبکہ وہ بھی لوازماتِ فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اُوپر قیاس کر کے اسے بدخلقی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں فقیر اور درویش بھی متکبر اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ ضدین کا جمع ہونا اس جگہ محال نہیں رہا۔ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے رب کو جمع اضداد سے پہچانا۔ اگرچہ مدعیان عقل وفکر اس مقدمے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور محال قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تسلیم نہ کرنا کچھ غم کی بات نہیں۔ کیونکہ ولایت کا مقام ان کی عقل ونظر سے بلندتر ہے۔ باقی حالات میر صاحب اور مولانا صاحب تفصیل سے عرض کردیں گے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۹۹)

مُلّا محمد امین کابلی کی طرف صادر فرمایا:

ورد اور مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کا اُنہوں نے اظہار کیا تھا۔

مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر مشتمل تھا۔ پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لئے برادر سعادتمند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ اُمید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے برادر مذکور کو بھیجنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۰)

ملا شکیبی اصفہانی کی طرف صادر فرمایا:

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور حضور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی وہ عبارات جو مغلق اور مشکل ہیں کہ شرح کی جائے اس بنا پر چند کلمے لکھنے کی جرات کی ہے۔

میرے مخدوم ومکرم! عین القضاۃ[1] ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ' ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے نہ چلے ہوئے راستے پر چلے' فرماتے ہیں کہ ''ان میں سے بعض کہ مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور ہستی ان کے سر کی سائبان ہوگئی اور جو باتمیز تھا اس کے سر کو قطع کر دیا۔''

راہ مسلوک (جاری) سے مراد واللہ اعلم سلوک کا راستہ اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انابت وتوبہ بدایت کی

---

[1] آپ کی کنیت ابوالفضائل اور نام عبداللہ بن محمد المیانجی ہے۔ لقب عین القضاۃ ہے آپ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ احمد غزالی کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کے صوری اور معنوی کمالات وفضائل آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں جس قدر کشف حقائق آپ نے کیا ہے کم ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہوگا۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔

شرط ہے۔ اور راہ نامسلوک سے مُراد جذبہ اور محبت کا راستہ ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے۔ اور یہ اختیار کا راستہ ہے جس میں انابت وتوبہ کی شرط نہیں۔ اور یہ راستہ محبوبوں اور مُرادوں کا راستہ ہے برخلاف پہلے راستے کے کہ وہ محبوں اور مُریدوں کا راستہ ہے۔

تو ان میں سے بعض جو قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی سے یہی مُراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا۔ لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری کی اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو باتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور اسے دائمی موت میں گرفتار کر دیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز واشارہ سے حکایت کی ہے کہ ”میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس قافلہ سے دو ترک باہر نکل گئے اور نامسلوک رستہ کی اختیار کیا۔ غرض وہ رستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ راہِ سلوک ہے جو دس مشہور مقامات کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی راستے سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور غیر جاری راستہ جو اُن دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی۔ وہ جذبہ اور محبت کا راستہ ہے جو اس مشہور اور جاری راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس راہ کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے رات مُراد لی ہے۔ اور جب خلق سے یہ بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالیٰ کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ تو اس حضور اور شعور کو چاند کے لفظ سے بیان فرمایا۔

یہ مقام کچھ شرح چاہتا ہے گوش ہوش سے سُننا چاہیئے کہ جسد کا مدبر رُوح ہے۔ اور قالب کا مربی قلب ہے۔ قوائے جسدی قوتِ رُوحانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسمانی حواس قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور رُوح کو توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوے اور اعضا کی سُستی تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سُلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ نے فتوحات مکیہ میں سماع رُوحی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں حرکت دوری اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس نے منع کرنے میں بڑا مبالغہ

کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور جسد کا بے حس ہونا شعور رُوحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ چاند کا سیاہ بادل میں چھپ جانے سے مراد صفات بشریہ کا ظہور ہے۔ جو مبتدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپالیتا ہے۔ اور یہ پردہ میں آجانا درمیانی حالات تک ہی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے گزر کر درمیان میں آجانے والوں کے لئے پوری پوشیدگی نہیں ہوتی صرف کچھ قدرے ہوتی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہے کہ جب آدھی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکال اور ان دو جوانمردوں کے قدموں کے نشان کو میں نے پھر معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت و ذہول دُور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہوگئی۔ اور خلق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس حضور کا کنایہ آفتاب طلوع ہونے سے کیا ہے۔ اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت پر ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے۔ اور چونکہ وہ دونوں تُرک قوت جزبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادروں کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اُس کے اُوپر جا پہنچے۔ اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے۔ اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی۔ بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسّر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اُڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکر گاہ اعیان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجوبی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا۔ اس سے تعین علمی وجوبی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب حسین قصاب نے سُنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری سے جس کی مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتا۔ نیچے اُترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے۔ ابھی دایاں پاؤں (جو رُوح سے مراد ہے کیونکہ اس راہ نا مسلوک میں قلب و روح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ سکول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اوّل چیز جو مستی سے نکلتی ہے یہی رُوح ہے اور پھر قلب نکلتا ہے جس سے مراد بایاں پاؤں ہے) رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے۔ اور واقعی اسی طرح ہے۔ اور حسین قصاب چونکہ جذب کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سُن کر مستی سے نکل آیا۔ اور وہ دو ترک چونکہ جذب قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادروں کی طرح اُوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے۔ ہر گز سلطان کو خیمہ میں نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ وراء الوار ہے۔

قولہ: گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور

عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی۔ جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ وہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے وہاں بیٹھنا اور شکار کے لیے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

لاو ہو ازاں سرائے روز بہی باز گشتند و جیب و کیسہ تہی

ترجمہ: لوگ لاہو (معرفت) کی پُر رونق سرا سے جیب اور کیسہ خالی لے کر واپس لوٹ آئے۔

اس عبارت سے ایک اور معنی دل ست میں آئے جو مقام تفرد اور کبریائی کے مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن دُوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہے کہ وہ وحدت پر جو تعین اوّل ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے۔ اس لئے شکار کو جو وحوش و طیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کو شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا:

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبو بادشاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے۔ لیکن معشوق طوسی زیادہ آگے اور زیادہ قریب ہے۔ اور حسین قصاب پادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیموں ہی میں رہا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْمُرَادِ وَ مَا فِيْهِ مِنَ الصَّوَابِ وَالسَّدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس میں بہتری اور صواب اُسی کو معلوم ہے۔

میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ و تصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتداء کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بُوڑھے اور جوان عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مُردے بھی اس دولت سے اُمیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بلاشبہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے۔

اور حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نے جو خواجہ نقشبند کے خلیفہ اوّل میں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے:۔

مگر نشکستی دل دربانِ راز قفل جہاں راہمہ بکشادمے

ترجمہ: اگر راز و بھید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تمام جہان کے تالے کھول دیتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى طَرِيْقَةِ هٰؤُلَآءِ الْاَكَابِرِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۰۱)

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم وسماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں۔ بلکہ اس با کے نقطہ میں۔ وہ اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کے معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے۔ اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور حضرت مصطفٰی ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۲)

میرزا فتح اللہ خاں کی طرف صادر فرمایا:

ان لوگوں کے حال پر افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی عقیدت کی لڑی میں پرویا اور پھر بلاوجہ ان بزرگواروں سے قطع تعلق کرلیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ عَلَی الطَّرِیْقَةِ الْمُسْتَقِیْمَةِ الْمَرْضِیَّةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ. حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پسندیدہ اور سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا اُن کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بلاوجہ و بے سبب ان بزرگواروں سے تعلق کاٹ لیا۔ اور ظن

وگمان سے دُوسرے کے دامن کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لحہ تک ہوتی رہی ہو گی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مُسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسماء کے مسمیٰ میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم وصفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشار نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کرلی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اُس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی ناآشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو ازروئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہیئے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دُوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہٗ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہٗ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے [illegible] ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہٗ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہٗ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی پہنچا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں کئی درجے بہتر ہے۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دُور اندیش سے دُور ہے جس عبارت سے

لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے۔ اس کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہیئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں۔ حالانکہ مشائخ نے غلبۂ سکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطامؒ فرماتے ہیں لِوٰائی اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کرسکتے کہ یہ عین بے دینی ہے۔ اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۳)

ملا حسینی کی طرف صادر فرمایا:

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَحْسَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَ اَصْلَحَ اَعْمَالَکُمْ وَ اٰمَالَکُمْ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے۔ اور آپ کے اعمال اور اُمیدوں کو نیک کرے۔

آپ کا مکتوب شریف جو فقراء کی محبت سے خبر دے رہا تھا اس کے پہنچنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے۔ اور ان کی نسبتِ نیازمندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا مُحِب انہی کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دُوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہوگیا۔ پس جمع ہوکر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد وثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا اُنہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب

---

[1] مسلم و بخاری شریف ۱۲

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا اُنہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یارب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیسُ[2] مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اُس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشین[3] ہیں۔ ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے مُحِب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بد بخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَحَبَّۃِ ھٰؤُلَاءِ الْکِرَامِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہداد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اُس پر قناعت نہ کریں۔

بس بیرنگ است یار دلخواہ اے دل   قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ: دل کو چاہنے والا یار بہت بے رنگ ہے۔ اے دل اچانک کسی رنگ پر قناعت نہ کر لینا۔ ۱۲

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔

گرچہ بُوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است   گردمستاں گردگر مے کم رسد بوئے رسد

---

[2] بخاری شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ

[3] حضور غوث الثقلین الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

انا من رجال لا یخاف جلیسھم   ریب الزمان ولا یری ما یرھب

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ہمنشین کو زمانے کے حوادث کا کوئی ڈر نہیں۔ اور نہ وہ کوئی ڈر کی چیز دیکھے گا۔

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتے رہو اگر ان سے شراب نہیں ملے گی بُو تو ضرور پہنچے گی۔ اور اگر بُو بھی
نہ پہنچے تو ان کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اسی طریق پر جو طریق قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدّس سرّہٗ سے اخذ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مُبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچونگی کے معنے سے دل میں گزاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی کا تصوّر نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مُبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و محبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات مُیسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۴)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہلِ خسران کے طعنوں سے رنج محسوس نہ کریں اور جو کام درپیش ہے اُس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش جاری رکھیں۔

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اُٹھائیں۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی متناقض باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کردیں گی۔[1] مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَالَہٗ مِنْ نُّوْرٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اُس کے لئے کوئی نُور نہیں۔ وہ شُغل جو درپیش ہے اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کرلیں۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ کہ اللہ پھر چھوڑ دے ان کو تاکہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اَخی محمد صادق وقت پر آ پہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجالائے۔ اور فتوحات اور واردات تازہ سے مشرف ہوئے۔ الحمدللہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزرے ہیں۔ اور پے درپے ترقیاں حاصل ہورہی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ
وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

---

[1] پارہ۱۸اسورہ نور۱۲

مکتوب نمبر (۲۰۵)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے۔ اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے وہم اور بیہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰے مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰے اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ دَائِمًا. اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت مصطفےٰ علیہ وآلہ الصّلوٰۃ والسّلام کی متابعت کو ہمیشہ لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۶)

ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا:

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں۔

اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنَا قَبْلَ اَنْ يُنَبِّهَنَا الْمَوْتُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِہٖ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَ اَتَمُّهَا وَ اَفْضَلُهَا یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل آگاہ کر دے پیشتر اس کے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دُور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور دیدہ زیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے۔ اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکسار اور عجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہیں۔ سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہیئے کہ اہلِ سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم سے

---

[1] سورہ جمعہ۔ یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ فلاح اور نجات پاؤ۔۱۲

اخذ کیا ہے اس کا تکرار کریں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست   ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ وَاذْكُرُو اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہیے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہیے۔ نجات کا علاج یہی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است   پا کئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یاد الٰہی میں لگے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکر رحمان پر منحصر ہے ۱۲

مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔[1] اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ سن لو اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نص قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک ﷺ کی طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

مکتوب نمبر (۲۰۷)

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ظاہری اور جسمانی قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کے میزان پر نہ تولیں نیم دام سے بھی نہیں خریدتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

---

[1] پارہ ۱۳ سورہ رعد ۱۲

مدت گزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور باقی عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ الہ داد اور میاں الہ دیا کہ خیریت کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دُور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کے دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر ﷺ کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمرو بن عبدالعزیزؒ۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ عمرو بن عبدالعزیزؒ سے کئی درجے بہتر ہے۔

اس طرف کے احوال و اوضاع مع متعلقین اور تابعداروں کے بخیر و عافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سیّد الانام ﷺ کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے۔ اور نجات کا مدار اسی پر ہے۔ اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی طفیل اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ ع

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ
اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

صوفیوں کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم درم سے نہیں خریدتے۔ اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ رکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے۔ اور فقہیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسّر ہو۔ نہ کہ اس سے کے سوا کچھ اور امر۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے۔ تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ دُلَّنِيْ بِحُرْمَةِ

مَنْ جَعَلْتَهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھی راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ اللعالمین ﷺ بنایا ہے۔ کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں۔ کیونکہ یہ امر محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اَفْضَلُهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۸)

حضرت مخدوم زادہ یعنی محمد[1] صادق کی طرف صادر فرمایا (اللہ تعالیٰ اسے تادیر عقیدتمندوں کے سروں پر قائم رکھے۔)

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اُوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔

میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس راہ کا سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔ اس معنے کا راز کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اولیا جو کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یا ولایت کے مقامات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات اُن مقامات عروج کی نہایت نہیں ہیں۔ بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔ کیونکہ وہ مقامات اسمائے الٰہی جل شانہ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیض کے وسیلے ہیں۔ کیونکہ حضرت ذات کو اسماء کے وسیلے کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ[2] اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے۔ اور جب یہ بزرگوار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اُوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں

---

[1] حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ میں ہوئی اور ۱۰۲۵ھ نو ربیع الاول بروز پیر وصال فرمایا۔

[2] پارہ ۲۰ سورہ عنکبوت

ان کے مرتبوں کے اختلاف ہے کے بموجب جوان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنالیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو قرار پذیر ہونے کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچے گا اور اس جگہ اُوپر کو گزر جائے گا۔ اِلٰی مَا شاءَ اللّٰہ لیکن جب وہ سالک اُوپر سے نیچے آئے گا۔ اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے نزول کرے گا۔ تو وہ اسم ذات ان اسموں سے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا۔ اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے۔ اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق وحال کے طور پر معلوم نہیں کرسکتا۔ بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے۔ اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کا وجدان و ذوق اس کے حکم کا مکذب ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں بارگاہِ الٰہی میں التجا اور زاری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:۔

معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دُھواں خاکی اور آتشی اجزا سے مرکّب ہے۔ جس وقت دُھواں اُوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزا آتشی اجزا کے ہمراہ اُوپر چلے جاتے ہین۔ اور قاسر[1] کا قسر حاصل ہونے سے عُروج کر جاتے ہیں۔ اور اُنہوں نے کہا ہے کہ اگر دُھواں قوی ہو۔ تو وہ کرۂ نار تک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بیشک ان کا مقام آب وہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکور میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گرمی محبت کی زیادتی اور جذبۂ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے منتہی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اور توسط میں ہر مقام کا ظل اور مثال ہے اور مُبتدی اور متوسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں

ہے۔ بلکہ یہاں شے کے ظل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ وَ جَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاھِیْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا یا اللہ تو ہم کو حضرت سیّد المرسلین ﷺ کی طفیل اشیاء کی اصل حقیقت سے پُورا پُورا آگاہ کر اور لہو ولعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

مکتوب نمبر (۲۰۹)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

رسالہ مبدء و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہے۔ اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور سیّد المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء و معاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاوری نہ کی۔ اس لئے رکاوٹ واقع ہو گئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جائے تا کہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ:

> آنحضرت ﷺ کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آ رہا ہے کہ حقیقت محمدیؐ اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جائیگی اور اس وقت حقیقت محمدیؐ کا نام حقیقت احمدی ہو جائے گا۔ اور ذات احد جل سلطانہٗ کا مظہر بن جائے گی۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمّٰی کے ساتھ متحقق ہو جائیں گے۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدیؐ سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں گے۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدیؐ کے مقام میں جو خالی رہا تھا اُفراد پکڑے گی۔

جاننا چاہیئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعیّن وجوبی سے مُراد ہے کہ اس شخص کا تعیّن امکانی اس تعیّن کا ظل ہے۔ اور وہ تعیّن وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم وقدیر و مرید و متکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں

ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت وشان کے درمیان فرق۔ اُس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے۔ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنے زائدہ کے فوق بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوتِ بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے[1] وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہر صاحب علم کے اُوپر علم والا ہے۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمَهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی درد وغم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

اہل اللہ کی ایک دُوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے واصل اولیا بہت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے۔ اور مراتب متفاوتہ کو کم وبیش طے کیا ہے۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عام امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے۔ جیسے کہ گزر چکا اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنے سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنے سے مُراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حاصل تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ

---

[1] سورہ یوسف پارہ ۱۳۔۱۲

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدیؐ کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمدؐ سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا[2] بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اُس کا نام احمدؐ ہے اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ صرف حقیقت محمدیؐ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ اُس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم[1] امر سے مخصوص تھی۔ اور آپ کی تربیت رُوحانیوں پر منحصر تھی۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر دونوں کو شامل ہے۔ اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی مُلکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرح وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا تاکید بشریت[2] کے لئے ہے۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت گم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہوگیا۔

---

[1] ترمذی شریف بروایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ بالفاظ

قالو امتی وجبت لک النبوۃ قال ادم بین الروح و الجسد

شرح السنۃ میں یہ روایت بایں الفاظ مروی ہے۔

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و ادم لمنجدل فی طینتہ

[2] پارہ ۲۸ سورہ صف

[1] معلوم ہوا کہ عالم امر اور عالم ارواح میں بھی سب کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی اور آپ اجساد اور ارواح دونوں کے مربی ہیں۔

[2] حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت یا آپ کے نُور ہونے کے متعلق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ کے مسلک وعقیدہ کی وضاحت آپ کی درج ذیل عبارات سے ہوجاتی ہے۔

(ا) دفتر سوم مکتوب نمبر (۱۰۰) میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

بعض اصحاب کرامؓ نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور معاملہ آغوش سے گوش تک اُ پہنچا۔ اور دیکھنے سے سُننے تک نوبت آ گئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ مدیں رنگ دیا۔ حتٰی کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدیؐ عروج کر کے حقیقت احمدیؐ سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدؐ حقیقت احمدیؐ سے متحد ہو گئی۔

باید دانست کہ خلق محمدیؐ در رنگِ خلق سائرِ افرادِ انسانی نیست۔ بلکہ بخلق ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باوجود نشاءِ عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ و دیگراں را این دولت میسر نشدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش دُوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہاں کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود انور مناسبت و مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جسم عنصری رکھنے کے نورِ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے "میں اللہ کے نُور سے پیدا ہوا ہوں" اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

(۳) اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:

وبکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسرور علیہ السلام ناشی از مکان است کہ بصفات اضافیہ تعلق دارد نہ امکانیکہ در سائرِ ممکنات عالم کائن است۔

ترجمہ: اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اُس امکان سے پیدا ہوئے ہیں جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مکان سے پیدا نہیں ہوئے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

نوریستؐ کہ در نشاءِ عنصری بعد از انصباب از اصلاب بارحام متکثرہ بمقتضائی حکم و مصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ است و مسمّی بمحمدؐ واحمدؐ شدہ۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ ایسا نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے ظہور فرمایا اور محمد واحمد کے نام سے موسوم ہوئے۔"

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مذکورہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ "حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور حکم و مصالح کے تحت انسانی صورت میں عالم اجسام میں جلوہ فرما ہوئے ہیں۔

اس جگہ حقیقت محمدیؐ اور حقیقت احمدیؐ سے مُراد حضور علیہ الصّلوٰۃ کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنے نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدیؐ کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رُسلِ عظام معبوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دُوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضورؐ کی اُمت کے علماء کو انبیا کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور مِلّت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضورؐ کا تابعدار بنا کر حضورؐ کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضورؐ کی اُمت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرُّسل علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بشارت

وہ اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(۴) وہر چند بدقتِ نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ مے اید وجود آنسرورؐ علیہ السلام درآنجا مشہود نمیگیر دو وچوں وجود آنسرورؐ علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں باشد ناچار اورا سایہ نہ بود۔ ونیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف است وچوں لطیف تر از وے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: اور کتنی ہی باریک نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے نبی کریم ﷺ کا وجود انور اس میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند وارفع امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس سے عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے۔ اور جب حضور علیہ السّلام سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے تو آپ کے جسم مُبارک کے لئے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیا کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگر چہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث کے ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا[1] ہو کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ نہیں معلوم ان میں سے اوّل زمانہ کے بہتر ہیں یا آخر زمانہ کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اوّل کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردّد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُدْرٰی فرمایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں۔ جیسے کہ حضرت مہدی۔

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

رُوح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دُوسرے بھی وہ کام کرسکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دُوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ پہلے بیان ہے اس عبارت کے معنے واضح ہوگئے۔ جو رسالہ مبدء معاد میں اس عبارت

---

[1] پُوری حدیث اس طرح ہے۔ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ. ترمذی شریف یعنی میری اُمت کا حال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم ہوسکتا کہ بارش کا پہلا حصّہ بہتر ہے یا آخری حصّہ یعنی ساری اُمت بہتر ہے جس طرح ساری بارش نافع اور خیر ہے۔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بروایت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ ابن عساکر میں بھی موجود ہے۔ ۱۲

کے اُوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقتِ محمدیؐ کی مسجود ہوگئی۔ کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہٖ حقیقت احمدیؐ ہے کہ حقیقت محمدیؐ دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدیؐ کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے اُمت کے طواف کے لئے آتا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت حقیقتِ محمدیؐ پر متقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدیؐ تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محمدیؐ کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقتِ کعبہ ہے۔ اور حقیقت محمدیؐ کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضورؐ کی اُمت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پُورا پُورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمین زادہ بر آسماں تافتہ زمین و زماں راپس انداختہ

ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گیا۔

اور دُوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی حل ہوگئی۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کی اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیاء کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیا اُن اسمائے الٰہی سے مُراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیض کا مبدء ہے۔ اور حقیقت کعبہ ان اسماء کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی متبوع ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے۔ اور بالاتر انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں، نیچے اُتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسے کہ پہلے گزر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دُوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دُوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف والہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توجہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِہَ اللّٰہَ قَوْلاً وَّ فِعْلاً میں اُن تمام اقوال وافعال سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپؒ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

---

[1] سبحان اللہ اولیاء کرام کی کتنی عظیم شان ہے کہ کعبہ بھی ان کے طواف کو آتا ہے۔

میں نے سرائے فرخ میں پُوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو۔ بلکہ یہ کہا ہو گا۔ کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جانیں۔ چاہیئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سستی نہ کریں۔ اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ طریقہ سکھانا چاہیئے۔ تب تک کسی کو نہ سکھائیں۔ اور برادرم مولانا یار محمد قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے۔ کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

دُوسرے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ آزادو تکلیف ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہیئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان وشوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے۔ اور حکایت وگفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۰)

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا:

آپ کا شریعت ولطیف خط جو از روئے شفقت ومہربانی اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا۔ اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں۔ اور جب تک رہیں فقراء کی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لے کر جائیں۔ اور جب اُٹھیں اُن کی محبت میں اُٹھیں۔ بحرمت اُس وجودِ پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولت مندی پر اختیار کیا ﷺ۔

آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا کہ اُس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہٗ کے مُرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریائے نیل سے جا نکالا اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا۔ دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارے پر رکھے تھے۔ بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الی آخرہ۔

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر

ہو گیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتمیت ﷺ شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بسترِ خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد فحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اہلِ مصر اُس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں۔ عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اُس فقیر کی خاطر دفاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سُننے والے کے لئے خواب رویت سے مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور نیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرّہ' سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے واللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَاۤئِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہیئے کہ جسد کا مُربّی رُوح اور قالب کا مُربّی قلب۔

میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کہ عالم خلق کو اس کے عالمِ امر سے تربیت کرتا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ رُوح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب و قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے حاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہے۔

میرے مخدوم! دُنیا کے بقا کی مُدت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے۔ اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل دُور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا۔ اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا۔ اور عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں حاصل کرنے میں صرف نہ کریں۔ اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی بُرائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا مُنہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے۔ اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔ اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اُٹھا دیں گے۔ اور غفلت کی روئی کانوں سے ڈور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہیئے۔ اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہیئے۔ اوّل عقاید کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں نے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند سُورج کا نُور جو عالم شہادت سے ہے اُن انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دید دائی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں ع

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ: جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔

طرح صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقداتِ شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشفت کے میدان میں آ جائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا وجود جو اوّل استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا۔ اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال و تقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے۔ اور نیز طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی

سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔ اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی نسبت ہے۔ کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ اویس قرنی قدس سرہٗ جو خیر التابعین ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔ کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ ان کا ایمان شہودی ہے۔ اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک سیر جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہیے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں، اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اُٹھانے والے یہی لوگ ہیں۔ اور آیاتِ متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں یا کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات کا حامل وہی ہو۔ اور ان مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سبحانہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں، فرمایا ہے کہ:

تِلْکَ دِمَآءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيْنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَآ اَلْسِنَتَهَا

یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کی پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

اور اسی قسم کا مقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اوّلاً و آخراً

مکتوب نمبر (۲۱۱)

مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بحرمت النبی وآلہ الامجاد صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔'' آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوئی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کہ حق تعالیٰ خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

تِلْکَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَآ اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ

یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس بارہ مین چند فائدے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہیے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا ہو۔ تو چاہیے کہ اس بارہ میں التجا و تضرع کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ۔

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تا کہ لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے اللہ کے اذن سے۔

اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا۔ اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زرہ پہنی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا؟

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط سے مشروط ہے۔ اور حق تعالیٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مدنظر رکھیں، اطلاع دینا شرط ہے۔ اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے، وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تا کہ وہ وقت آ جائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۲)

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔ اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا اور لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین کی طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں، پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرف پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمد میں لائے اور اس ولایت میں اس کو ترقی بخشے۔ معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں اخفیٰ جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور دناءت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفیٰ اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے۔ لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور

حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مراتب وجوب میں سیر فرماتا ہے۔ اور ظلال وجوبی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن والطف کو دناءت و خساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و افقی کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبارت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہیئے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے! مجھے معلوم نہیں کہ اس فقیر سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو۔ کہیں اور جگہ سے دیکھی ہو گی۔

اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی مؤکد و مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا	سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام۔

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی. والسلام.

مکتوب نمبر (۲۱۴)

سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقۂ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کی تابعداری کرنے اور بُرے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے' بچنے کی ترغیب میں۔

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِجَنَابِكُمْ بِحُرْمَةِ جَدِّكُمُ الْاَمْجَدِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ	حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ان باتوں سے بچائے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ
احسان کا بدلہ احسان ہے۔

فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے۔ اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے! تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے' اور ان کے عقاید کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی' نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا' تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے اور اس کی ہمنشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہیے۔ بیباک طالب علم خواہ کسی فرقہ کے ہوں' دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے' انہی لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا اس وقت کے بُرے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں۔ اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہیے:

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ
تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً و تحریراً نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بُری صحبت سے بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے:

فَطُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَیْرِ. پس اس شخص کے لیے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج و ملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اُٹھا دیتی ہے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۲۱۴)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجت مند کی سفارش میں۔

طُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَیْرِ مبارک ہے وہ شخص جس کو خدائے تعالیٰ نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانہ سے سات کو دانہ نہ بنائے' اور اس دن کے لیے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی' کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس غرض کے لیے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لیے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دانہ سے وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گنا ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا؟'' میں کہتا ہوں کہ عمل کے لیے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسّی (۸۰) کوڑے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے۔ اور زنا کی حد میں کنوارے کا کنوارے کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے۔ اور شادی شدہ آدمی کا

شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے:

ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ لۡعَلِیۡمِ — یہ خدائے عزیز وعلیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہئے' اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہیئے' وہ شانِ نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے۔

زاں کس کہ بقرآں خبر زو نہ رہی
آن ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

وہ جو قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتا' اس کا جواب یہ ہے کہ تو اس کو جواب ہی نہ دے۔

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانیسری کا بیٹا ہے آپ کی اُن مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے' اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ	اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے
الۡھُدٰی وَالۡتَزَمَ مُتَابَعَةَ الۡمُصۡطَفٰے عَلَیۡهِ	راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت
وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسۡلِیۡمَاتُ	کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۱۵)

دنیا کی مذمت میں میرزا داراب کی طرف لکھا۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا' پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اے فرزند! دنیادار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے' ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کہ سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کو برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہیئے' جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اور اس کی وہ

بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی' نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں' اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے' اور اس فاحشہ مکار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھا لے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا' آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہیئے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا...... خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ اندر زمن بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

میری طرف سے تجھے پوری نصیحت یہ ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر بڑا رنگین اور خوبصورت ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱۶)

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَ	تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔
السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰٓى اٰلِهِ	اور سیّد المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و
الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ	سلام ہو۔

دل سست میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بُعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہوگئی ہے' تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے لگی ہے اس لیے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنیئے گا۔

ولایت فنا و بقا سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ' اس کے لوازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم

ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق سے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا' اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اُترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلتِ نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے۔ عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اُتر آتا ہے۔ اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا' اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کو نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی۔

اَنَا[1] عِنْدَ ظَنِّ بِیْ عَبْدِیْ

اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں' مگر جس قدر خوارق حضرت محی الدین جیلانی قدس سرّہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرّہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔ اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمی بھی آ نکلے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ خواجہ حبیب عجمی نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا گزر گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کی نظر سے دور کر دیا ہوا تھا' اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری کے لیے ہے جو صاحب علم

---

[1] بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ۔

ہیں اور جنہوں نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے' اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی حاصل سکر ہیں اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے۔ لیکن تکمیل وارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا' اسی قدر زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لیے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت ﷺ سب سے زیادہ اوپر گئے' اور نزول کے وقت سب سے نیچے آگئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی' اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی' اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب موجود ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا اور خرقانی کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقانی کی نسبت تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانی منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی۔ کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کو علم ہونا شرط نہیں ہے' جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں۔ بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب وغریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

ہمارا اور تمہارا تو صرف بہانہ ہے' اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف وجوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَآئِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا	سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب نمبر (۲۱۷)

ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا:

اس بیان کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت وجہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے۔ اور اس بیان میں کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں۔ اور اس بیان میں جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب وسنت ہے۔ اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق امور ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ	تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور
وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى	سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام
اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ، اَجْمَعِيْنَ	ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے داوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سر مو خلاف شریعت سرزد نہ ہو۔ اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت اور مطلوب کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے۔ کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہیے۔ اگر پوچھیں کہ کیا سبب

ہے کہ بعض کونی کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں، غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے۔ اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی، اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا کیا حکم ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو و اثبات کے قابل ہے۔ اور قضا میں معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو و اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضرور ہی خلاف کا احتمال ہوگا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی، دوسرے حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثنا میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آ کر اپنی حاجت کو ظاہر کیا۔ اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ وآلہ والصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہوگئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے؟ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر ے کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مردہ پایا اور اس کے پیٹ میں اس قدر سوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دے دی۔

لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا اور جبریل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بُرا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے، جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے، جو محو و اثبات کا محل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اوّل شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ قضا دو قسم پر ہے:

(۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے، اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ قضائے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ ”قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے، مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔“ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے، اور بعد از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے در پے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے، تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی، قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْحَمُنَا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الَّذِيْ اَرْسَلَهٗ

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ اَجْمَعِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّحِبِّيْهِمْ وَمُتَابِعِيْ اٰثَارِهِمْ بِبَرَكَةِ هٰٓؤُلَآءِ الْكُبَرَآءِ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًاo

> اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر اور طیب اور مبارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اوّلین و آخرین کے سردار اور انبیاء و مرسلین کے ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ و سلام و تحیۃ ہو۔ یا اللہ! تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے ان سب کو محبّ اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کاذب ہیں۔ علوم الہامی کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا' بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزاء میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں' اور تاویل و تعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔

غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں' اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو' خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف و الہام' اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجود و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں' نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشوف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں۔ نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں یقین زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو' نہ کچھ اور امر اس کے سوا۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے اور دنیا میں تاب نہیں ہے۔

اور وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں' وہ ظلال سے آرام اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلی کیے

بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہے گا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ و مثال پر محمول کرنے چاہییں۔ تو پھر شاید درست ہوں۔ کیونکہ تجلی سے مقصود دک و فک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے، اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ باطن پر متجلی ہوں خواہ ظاہر پر، دک و فک ضرور ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر مو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے حصہ رکھتے ہیں وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی، صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے۔ جب کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، بیہوش ہو گئے، تو پھر اوروں کا کیا حال ہے؟

دوسرے یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ مل کر مشغول رہیں اور ترقیات حاصل کریں۔ اور اس سر رشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بُری خصلتیں دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں۔ نہ یہ کہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ   قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۸)

پیر طریقت کے آداب کو مدنظر رکھنے کے بیان میں مُلّا داؤد کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ توجہوں سے فتور پڑ جائے۔ اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے۔ تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور زاری اور نیاز و شکستگی بجا لائیں، اور اپنے مربی یعنی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں

کے آداب کو اچھی طرح مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۱۹)

میرزا ایرج کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے غافل پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَصَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّا یَصِمُکُمْ وَ صَانَکُمْ عَمَّا شَانَکُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔

سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وسلم کی طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے۔ اور چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت و شرافت کے نشان والے! آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتا ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے۔ تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تا کہ وہ مرض دفع ہو جائے، اور وہ آفت دور ہو جائے۔ لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے، اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے، اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا، اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر، آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشانے   ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے' باطنی مرض بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ بے شک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر

ظاہری مرض میں قوی اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

اور آیت کریمہ:

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کچھ گناہ نہیں اگر کوئی خود ہی نابینا ہے

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے' اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۲۰)

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور حضرت سیّد المرسلین اور ان کی سب آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں کے بارہ میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مدنظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور غیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلطی کا منشا ظاہر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے' اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں واقع ہو جاتا ہے۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔"

اس باب میں بعض کی غلطی کی منشا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء میں اور ان اسماء سے الیٰ ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کو مقام و منزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامتِ عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر انہی اسماء میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکانِ مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج و ہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیر ان اسماء سے بلند تر واقع ہو' تو ضرور ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے' اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولیٰ بہتر ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں' اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقاماتِ عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی' اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہؓ بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ

عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کُبریٰ کے تعین کا مبدء ہے اوپر گزرے ہیں اس لیے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبری درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کُبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت ﷺ کی حقیقت ہے۔ اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اور بعض دوسروں کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدء ہے۔ اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسما کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدء ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا، اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جائے گا، اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر گیا ہے، ان کے مقامات کا نمونہ ہے، نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزاء خیال کرتا ہے تو اپنے اولیٰ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:

لِوَائِی اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد ﷺ کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے، جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہود ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مافیہ کو عارف کے قبلہ کے گوشہ میں رکھ دیں تو محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں (۱۰۰) حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کے قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویت اُخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی۔ لیکن آخر ایک دن ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے۔ جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آ جائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں، اور آسمان سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کرہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے جزاء ہیں، نہ کہ کرۂ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابہ ہوتا ہے۔

فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمد جمع الٰہی سے اجمع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے۔ پس اجمع ہوگی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل سے ہے۔ اور

اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات یہ خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھیج سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا، اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے جائے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے؟

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک حجام اور جلاہا اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم ذوفنون اور حکیم بوقلموں پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے۔ اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے جو عالم و حکیم کے لیے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں اور مدتوں تک یہ حالت رہی۔ لیکن باوجود اس کے فضلِ خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا:

لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ نُعْمَائِہٖ	اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور مجمل طور پر اتنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگرچہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی کیوں ہوگی؟ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اُڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التجا کرتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہو کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بے قرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت

مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا[1] اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثنا میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کما حقہٗ ظاہر کر دی گئی اور حضرت رسالت خاتمیت ﷺ جو رحمتِ عالمیاں ہیں ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔ لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے۔ پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اُس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو محض فضلِ خداوندی جلّ شانہٗ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے۔ کیونکہ گناہ مشتہر کے لیے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ یا تکلف و تعصب سے گمراہی و جہالت نہ اختیار کریں۔ کیونکہ اس اندھا دھندرستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں ان کا باعث طریق صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

والسلام

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد و نصرت سے دفتر اول حصہ سوم کا ترجمہ ختم ہوا۔ مولیٰ کریم
اسے قبول عام کا شرف بخشے اور مترجم کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے .... آمین

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه محمّد و اٰله و اصحابه و سلم

خاکسار
محمد سعید احمد
عفی عنہ

---

[1] استعانت از صاحب مزار۔

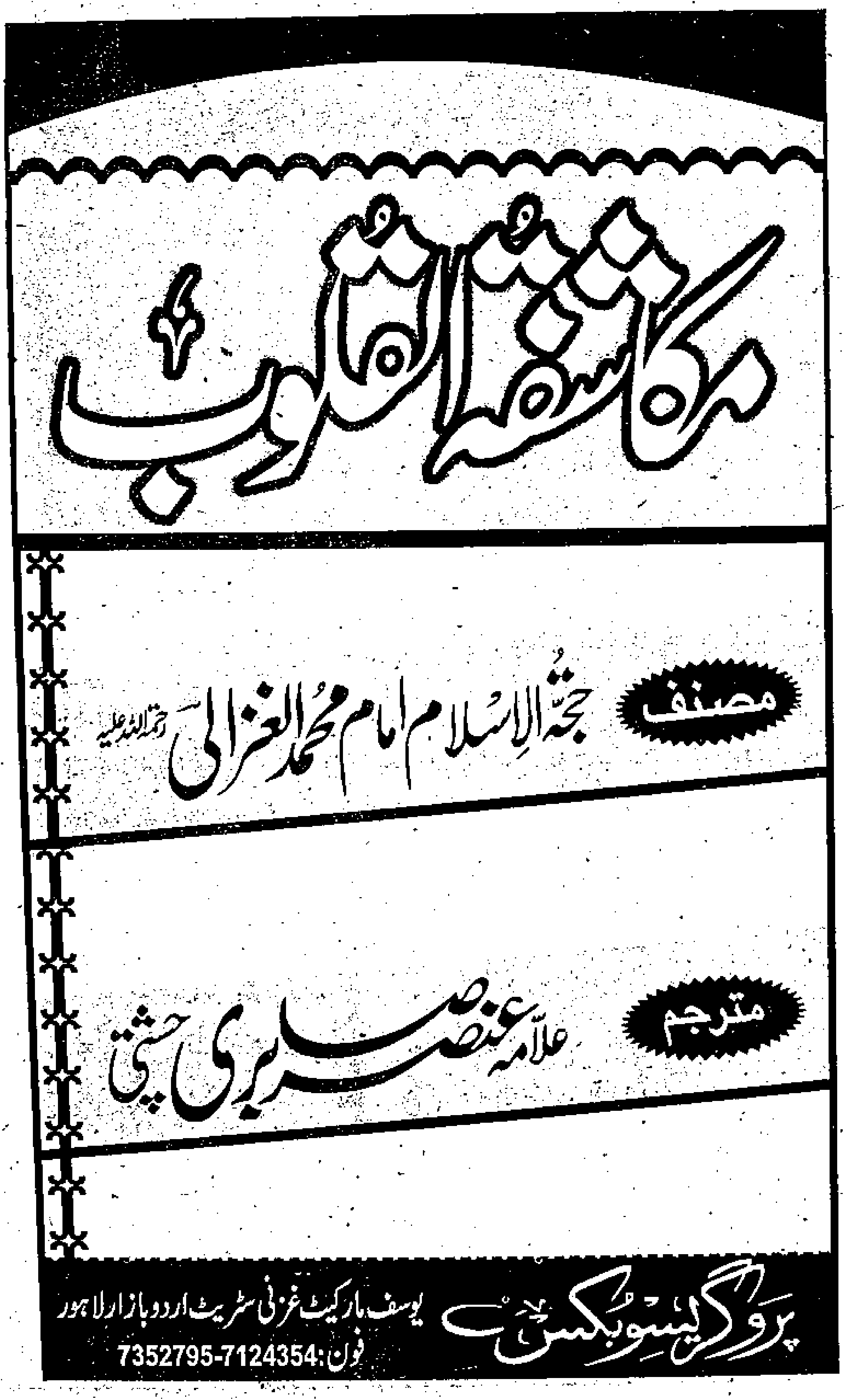

مکاشفۃ القلوب

مصنف

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ عنصر صابری چشتی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 7352795-7124354

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

اور رسول تم کو جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

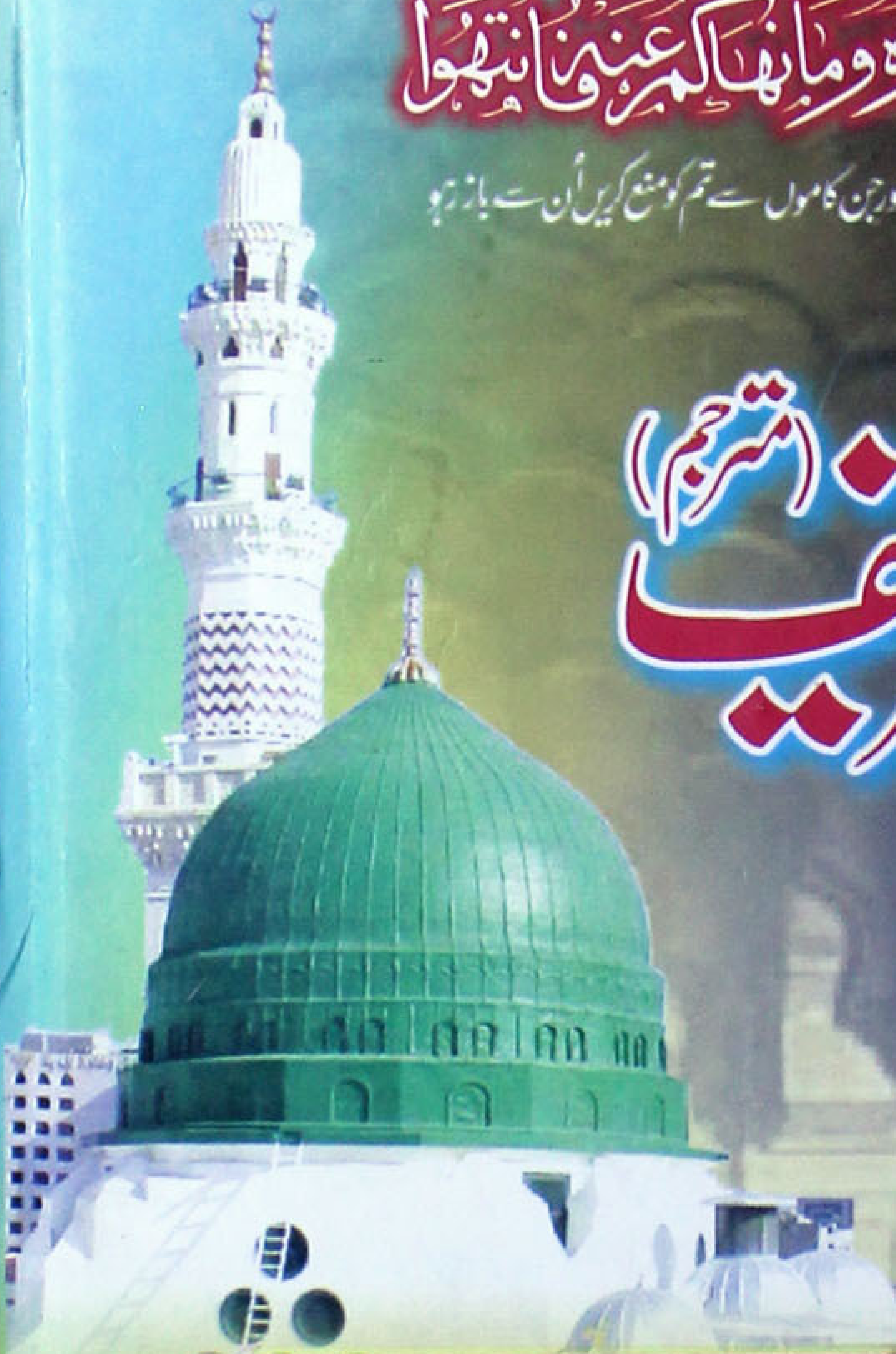

صحیح مسلم شریف (مترجم)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ

مُصنّف

للامام ابی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

مُترجم علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی برکاتہم العالیہ

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس